ڈاکٹر مظہر عباس رضوی

بسم الله الرحمن الرحیم

منتخب مطبوعہ و غیر مطبوعہ مزاحیہ کلام

ڈاکٹر سیّد مظہرؔ عباس رضوی

(انٹرنیٹ ایڈیشن)

کیوں کتب چھپوا کے مظہرؔ ہو رہا ہے تو خجل
مفت "ویب" ہے، اب نہ ہوگا "لاس" انٹرنیٹ پر

اِنتساب

تمام طنز و ظرافت سے منسلک شعراء کے نام

جو سوشل میڈیا پہ طنز و ظرافت کی ترویج میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔

مرتّبہ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : ظریفانہ آئے ہنسا کر چلے

شاعر : ڈاکٹر سیّد مظہر عبّاس رضوی

ٹائٹل : نوید ظفر کیانی

کمپوزنگ : ڈاکٹر سیّد مظہر عبّاس رضوی

پیشکش : نوید ظفر کیانی

قیمت : دعائیں

ناشر : مکتبۂ ارمغانِ ابتسام

اشاعت : ۲۰۲۱ء

تعارف

پیدائش

میری جائے پیدائش کراچی ہے، جہاں میں ۹ مارچ ۱۹۶۴ کو پیدا ہوا۔

رہائش

ملازمت کے سلسلے میں ۱۹۶۷ء میں والد صاحب پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد آگئے، جہاں میں نے پہلی جماعت سے لے کر ڈاکٹری میں اسپیشلائیزیشن اور پھر ملازمت کے مختلف مراحل طے کئے۔ مستقل سکونت اسلام آباد میں ہے۔

شعبہ

ماہر امراض بچگان و نوزائدگان، سربراہ شعبۂ اطفال قومی ادارہ معذوراں اسلام آباد

تعلیم

۱۹۶۹ء تا ۱۹۸۱ء پہلی جماعت سے ایف۔ایس۔سی، پری میڈیکل تک اسلام آباد کالج برائے طلباء جی سکس تھری اسلام آباد میں زیر تعلیم رہا۔ بی۔ایس۔سی کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۸۴ء میں حاصل کی۔ دسمبر ۱۹۸۷ء میں راولپنڈی میڈیکل کالج راولپنڈی سے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ بچوں کے شعبے میں راولپنڈی جنرل ہسپتال (اب بینظیر بھٹو ہسپتال) اور چلڈرن ہسپتال، (پاکستان انسٹیٹوٹ آف میڈیکل سائنسز۔ اسلام آباد) سے ہاؤس جاب کی ٹریننگ مکمل کی۔ بچوں کے شعبے میں اسپیشلائیزیشن کرتے ہوئے پوسٹ گریجویٹ میڈیکل کالج لاہور سے ۱۹۹۴ء میں ''ڈی سی ایچ'' کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۹۵ء میں کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز کراچی سے ''ایم سی پی ایس'' کی

سند حاصل کی۔ اس کے علاوہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ۲۰۰۲ء میں ''غذا اور غذائیت'' میں ڈپلومہ اور ایم ایس سی نیوٹریشن میں گولڈ میڈلز حاصل کیے۔

ملازمت

سرکاری نوکری پنجاب پبلک سروس کمیشن پاس کر کے محکمۂ صحت پنجاب میں بنیادی مرکز صحت سردھی ضلع چکوال سے اپریل ۱۹۸۹ء میں شروع کی۔ بعد میں تحصیل ہسپتال کہوٹہ میں ۱۹۹۰ء میں ایک سال کے لئے کام کیا۔ پھر اسپشلائزیشن کیلئے ڈیپوٹیشن پر ۱۹۹۱ء میں لاہور آگیا۔ پوسٹ گریجویٹ میڈیکل کالج سے اسپشلائزیشن کر کے میں راولپنڈی میں ہولی فیملی ہسپتال میں ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۵ء تک بطور میڈیکل افسر کام کرتا رہا۔ فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد میری تعیناتی فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال المعروف پولی کلینک اسلام آباد میں مئی ۱۹۹۵ء میں ہوگئی۔ یہاں تقریباً آٹھ سال کام کرنے کے بعد اسپشلسٹ کے لئے فیڈرل پبلک سروس کمیشن پاس کر کے قومی ادارہ برائے معذوراں NIRM اسلام آباد میں مئی ۲۰۰۳ء میں بطور ماہر امراض بچگان و صدر شعبۂ پیڈیاٹرک (میڈیسن) تعینات ہوگیا۔ جہاں ابھی تک فرائض منصبی ادا کر رہا ہوں۔

بیرون ملک اسفار

۱) ڈھاکا بنگلہ دیش طبی کورس میں شرکت ۲۰۰۱ء
۲) سعودی عرب حج میڈیکل مشن میں شرکت ۲۰۰۳ء
۳) متحدہ عرب عمارات طبی کانفرنس میں شرکت ۲۰۱۲ء

تصانیف (مطبوعہ)

ہوئے ڈاکٹری میں رسوا	مزاحیہ شاعری	۱۹۹۹ء
دوا بیچتے ہیں	مزاحیہ شاعری	۲۰۰۳ء
گڑبڑ گھٹالہ	مزاحیہ شاعری	۲۰۰۵ء
ہسپتالی شاعری	مزاحیہ شاعری	۲۰۱۰ء
صحیفۂ غم	سلام، نوحہ و مراثی	۲۰۱۴ء
سخن ظریفی	مزاحیہ شاعری	۲۰۱۵ء

تصانیف (غیر مطبوعہ)

نعمتیں کیا کیا	نیشنل بک فاونڈیشن سے انعام یافتہ
پانی میں کروں چھپ چھپ	انگریزی کی کچھ مشہور رہائمز Rhymes کا ترجمہ ای بک

رثائی کلام

۱) امامت (مطبوعہ)

۲) دہشتگردی۔۔کربلا سے عصر حاضر تک (مطبوعہ)

۳) مرثیہ (غیر مطبوعہ)

۴) گریہ و ماتم (غیر مطبوعہ)

۵) شہید حق (غیر مطبوعہ)

۶) کربلا کے پھول (غیر مطبوعہ)

۷) آزادی (غیر مطبوعہ)

اعزازات

''نعمتیں کیا کیا'' کے عنوان سے بچوں کے لئے نظموں پر مشتمل کتاب کو نیشنل بک فاونڈیشن کے انعامی مقابلے میں تیسرا انعام جو ایک تعریفی سند اور مبلغ دس ہزار روپے پہ مشتمل تھا ۲۰۰۵ء میں ملا۔ اس کتاب میں غذا اور غذائیت کے حوالے سے ایک طویل نظم شامل ہے جس میں نشاستہ، لحمیات، چکنائی، حیاتین اور معدنیات کے فوائد اور ان کی کمی سے پیدا ہونے والی بیماریوں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

شاعری پر غیر مطبوعہ مقالے

۱) ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی شاعری از نوبہار حسین شاہ
سیشن: ۱۹۱۵ء تا ۲۰۱۷ء ۔ نگران مقالہ ڈاکٹر طارق ہاشمی۔ شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد۔

۲) اردو طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کا حصہ از باقر علی خان
سیشن: ۲۰۲۰ء ۔ نگران مقالہ ڈاکٹر ذوالفقار علی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۳) اردو شاعری میں تحریف نگاری قیام پاکستان تا حال از عمران ظفر
سیشن: ۲۰۰۳ء ۔ نگران مقالہ ڈاکٹر اسلم ضیاء۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔ (صفحہ نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۲)۔

۴) اردو شاعری میں طنز و مزاح کے دس سال از عادل شہزاد ۲۰۰۱ء تا حال۔ سیشن: ۲۰۱۴ء ۔ نگران مقالہ: ڈاکٹر سعید احمد۔ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد۔ (صفحہ نمبر ۱۰۰ تا ۱۰۳)۔

ظریفانہ اٹے بنسا کر چلے
برائے رابطہ
وائس ایپ 03355394450
ویب سائیٹ drmazharabbas.wordpress.com
فیس بک Mazhar Abbbas Rizvi
ہندوستان سے مزاحیہ شاعر اور مصور جناب شاداب انجم کا لکیری تحفہ

فہرست

غزلیات

نظمیں

قطعات

چھکے

فیس بک چپقلش

شخصیات

تبصرہ

اقبال راہی

ہدیہ سپاس

ستمبر ۲۰۱۹ء کو اکادمی ادبیات لاہور میں ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی کی کتاب سخن ظریفی کی تقریب رونمائی کے موقعہ پہ پڑھی گئی۔

سراپا عاجزی ہیں آگہی ہیں پیار ہیں مظہرؔ
اندھیرے راستوں میں نور کا مینار ہیں مظہرؔ

بجھے چہروں کو رونق بخشنا ہی کام ہے اِن کا
مثالی قہقہوں کا دلنشیں انبار ہیں مظہرؔ

یہ آسانی سے مشکل کام کر جانے کے ماہر ہیں
محبت سے وفا سے عزم سے سرشار ہیں مظہرؔ

ہے جن کا کام جگ میں مسکراہٹ بانٹتے رہنا
اُنہی دیدہ وروں کے قافلہ سالار ہیں مظہرؔ

بہت کم لوگ اس انداز کے ملتے ہیں دنیا میں
ہنسانے کے لئے ہر بزم میں تیار ہیں مظہرؔ

کہاں ملتے ہیں دانشور یہاں اب ایسے پائے کے
کہ اب زندہ دلوں کے شہر میں دو چار ہیں مظہر

مثال ان کے سخن کی ڈھونڈ کر لانا نہیں ممکن
خوشی اس بات کی ہے قوم کے غمخوار ہیں مظہر

شہنشاہ ظرافت ان کو اہلِ ظرف کہتے ہیں
سخن کا اک حسیں مہکا ہوا گلزار ہیں مظہر

ہو راحیؔ اس سے بڑھ کر بات کیا فہم و فراست کی
کہ اس ماحول میں بھی صاحبِ کردار ہیں مظہر

سخن ظریفی

اندھیرے دِل میں جو موجود تھے ہوئے غائب
ہوا خیال ہمیں روشنی کی آہٹ کا
اِسے پڑھیں تو کِھل اُٹھتے ہیں قہقہوں کے پھول
سخن ظریفی تو مظہرؔ ہے مسکراہٹ کا

پاپولر میرٹھی

طنز و مزاح کا البیلا شاعر

میں نے اپنا پہلا عالمی مشاعرہ ۱۹۸۹ء میں کراچی میں پڑھا تھا۔ وہ مشاعرہ نیشنل اسٹیڈیم میں ہوا تھا۔ وہ ایک عالمی مشاعرہ تھا۔ مسلم رہنما جناب محسن صدیقی مرحوم نے اُس مشاعرے کی صدارت کی تھی اور مشاعرے کی نظامت عالمی شہرت یافتہ شاعر محترم پروفیسر سحر انصاری صاحب نے انجام دی تھی۔ اُس مشاعرے میں ہندو پاک کے علاوہ دنیا کے وہ سب عظیم شعراء بھی شامل تھے جنہوں نے ہمارے ادب کی نشوونما میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا۔ اِس طویل فہرست میں میرا نام شامل ہونا یقیناً میری خوش قسمتی اور بڑی بات تھی۔ اُس مشاعرے میں میرے علاوہ طنز و مزاح کے دو اہم شاعر دلاور فگار اور پروفیسر عنایت علی خان پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے اور یہ خاکسار ہندوستان کی۔ اُس وقت پاکستان میں مزاحیہ شاعروں کی ایک بڑی کہکشاں موجود تھی ضیا الحق قاسمی، ہر فن لکھنوی، اطہر شاہ خان جیدی، پروفیسر عنایت علی خان اور شاہد الوری، جبکہ آج کے دور میں انور مسعود، سرفراز شاہد، انعام الحق جاوید، خالد عرفان اور سلمان گیلانی کے ساتھ اور بہت سے دوسرے مزاحیہ شعراء ہیں۔ اُن شاعروں میں ایک بہت ہی اہم شاعر ڈاکٹر مظہر عباس رضوی بھی ہیں۔

مظہر عباس کا کلام مختلف حوالوں سے مختلف ویب سائٹس اور فیس بک پر دیکھنے کو

ملتا رہتا ہے۔ وہ ایک کامیاب ڈاکٹر ہیں اور ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔ اُن کی مزاحیہ شاعری کے اب تک پانچ مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ وہ تقریباً ایک دہائی سے زیادہ مشاعروں میں سرگرمِ عمل ہیں۔ اُن کا پہلا مجموعہ ''ہوئے ڈاکٹری میں رسوا'' ۱۹۹۹ء میں شائع ہو کر ادبی حلقوں میں بہت مقبول ہوا۔ منفرد لہجے کے اس طنز و مزاح کے البیلے شاعر کا ادبی حلقوں نے بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ ''گڑ بڑ گھٹالہ'' اور ''سخن ظریفی'' کے علاوہ اُن کی بقیہ تین کتابوں کے موضوع بھی بہت منفرد اور دلچسپ ہیں۔ ان کی شاعری طنز و مزاح کی صحیح عکاس ہے۔ وہ اپنے گرد و پیش میں ہونے والے واقعات کو بہت خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اُنہوں نے ڈاکٹر مریض اور ہسپتال کے تکون میں رہ کر بھی قاری کو بوریت کا شکار نہیں ہونے دیا۔ اُنہوں نے خود ڈاکٹر ہوتے ہوئے شعبۂ صحت کے ہر حساس موضوع پہ لکھا اور علی الاعلان اُس شعبے کی ہر خامی و کمزوری کو اُجاگر کیا، جو صحیح معنوں میں ایک سچے طنز و مزاح نگار کی خوبی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر مظہر عباس بہت زُود گو شاعر ہیں۔ ہندو پاک کے بہت سے مزاح گو شاعر میرے مطالعہ میں رہے لیکن جو منفرد بات میں نے ڈاکٹر مظہر عباس کی شاعری میں محسوس کی ہے، وہ اُن کے موضوعات کا چناؤ ہے۔ جن موضوعات پر آپ نے لکھا ہے وہ بالکل اَن چھوئے ہیں۔ زیادہ تر طنز و مزاح نگار موضوعات کی کمی کی وجہ سے صحیح موضوعات کا انتخاب نہیں کر سکتے وہ بس چند موضوعات ہی کو اپنی شاعری کا محور بناتے ہیں۔ اکثر شعراء کے موضوع صرف بیوی، سسرال، اور سیاسی لیڈر تک محدود ہوتے ہیں۔ کچھ شاعر لطائف کا سہارا لیتے ہیں، لیکن اس کے برعکس ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے تقریباً ہر موضوع پر طبع آزمائی کی اور وہ اِس فن میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ میں اُنہیں تہِ دل سے مبارکباد پیش کرتا

ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اسی طرح کامیابی کی منزلیں طے کرتے رہیں۔

اُن کی نظم ''غزل کا اغوا'' جو کسی شاعر کی اپنی غزل پر تضمین دیکھ کر فریاد ہے، واقعی ایک لاجواب نظم ہے۔ اُنہوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اُس میں موجودہ دور کے چور شاعروں کی چوریوں کو اُجاگر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ کس طرح ایک مصرعے کی تضمین کے چکر میں ایک شاعر دوسرے شاعر کا پورا مفہوم، ردیف اور قوافی تک چرا لیتا ہے اور اس کلام کو اپنے دیوان میں نمایاں جگہ دے کر ادبی محفلوں میں اپنے نام سے سناتا ہے۔ اس موضوع پر میرا ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیں ۔

یہ تو میں مان رہا ہوں مرے پیارے شاعر
تیری شہرت کبھی لندن کبھی جاپان میں ہے
کچھ تو چوری کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں
یہ ترا شعر تو غالبؔ کے بھی دیوان میں ہے

ڈاکٹر اعجاز بابو لر میرٹھی
۳۳۳ نظام کا میج، محلّہ کرم علی
میرٹھ ۲۵۰۰۰۲ یوپی، انڈیا

۲۵/اپریل ۲۰۲۱ء

خالد عرفان

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی
غزل اور ہزل میں فرق جاننے والا شاعر

ڈاکٹر مظہر عباس کو خطرات سے کھیلنے کا بہت شوق ہے۔ اسپتال میں مریضوں کی دیکھ بھال اور جرثوموں کا مقابلہ کرنے کے بعد جو وقت انہیں مل جاتا ہے، وہ مزاحیہ شاعری جیسے سنگلاخ راستے پر چل کر اپنے پاؤں زخمی کرنے کا خطرہ مول لیتے ہیں۔ وہ نرم و نازک اور لطیف الفاظ سے وباؤں کی ویکسین دریافت کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی شاعری پڑھ کر بظاہر یہ لگتا ہے کہ وہ ایک منچلے شاعر ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ایک انتہائی سنجیدہ اور دل دردمند رکھنے والے ایسے شاعر ہیں جو ''صحیفۂ غم'' بھی تحریر کرتے ہیں اور معاشرے کی بڑھتی ہوئی کرپشن، لاقانونیت اور سماجی ناہمواریوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے ہیں، مزاح کی تلوار اٹھاتے ہیں، چلبلے الفاظ کا سہارا لیتے ہیں اور ہر مزاحیہ شاعر کی طرح اپنی دانست میں ان بدانتظامیوں کا قلع قمع کردیتے ہیں۔ ان کے اس فکری جہاد کے پیچھے غموں اور فکر انگیزی کا لامتناہی سلسلہ پوشیدہ ہے، جو ہر اچھے مزاح نگار کا خاصہ ہے۔ جو مزاح نگار خود پر نہیں ہنس سکتا، وہ مزاح کی قدروں سے ناواقف ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود پر بھی ہنستے ہیں، اپنے پیشے کو بھی نشانۂ عبرت بناتے ہیں اور اپنے ملک اور معاشرے میں ہونے والی ستم ظریفیوں، ناانصافیوں پر اپنے سامعین کو بھی ہم نوا بنالیتے ہیں۔ جیسے:

سنسناہٹ کان سے پھیلی، بدن تک آگئی
ڈاکٹر کی فیس سن کر اب ہیں جسم و جان ''سن''

ے انجکشنوں کی بات بھلا، اُن سے کیا کریں
جو لوگ اسپغول سے آگے نہیں بڑھے

گزشتہ تین دہائیوں سے مختلف چینلز پر "مذاقیہ مشاعروں کی بدعت" کے بعد جو طوفانِ بدتمیزی مچا ہوا ہے، اس نے "ظرافتی ادب" کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مشاعروں میں شامل ہونے کے باوجود "ہزل اور غزل" کے فرق کو واضح کیا ہے۔ بقول دلاور فگار ع

یہ طنزیہ ادب ہے ہزل اور چیز ہے

ڈاکٹر مظہر عباس کی شاعری میں روایتی مضامین اور معاشرتی کردار وہی ہیں جو ہر مزاح نگار کے ہوتے ہیں، یعنی لیڈر، شاعر، بیوی، ہمسائی، شیطان، مولوی وغیرہ۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے کرداروں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی، البتہ اپنی جودتِ طبع اور مزاج کے اعتبار سے ان کرداروں میں اپنا مخصوص رنگ بھرا ہے۔

ے گر نفس کے شیطان کو زنجیر نہ باندھیں
انسان سے ہوسکتے ہیں شیطان برآمد

ے گہرائی غزل میں تھی، نہ گیرائی غزل میں
ہنسنے کے لئے ڈال دی، ہمسائی غزل میں
دیکھے ہیں بہت ہم نے بھی ایسے متشاعر
بھرتے ہیں ترنم سے توانائی غزل میں

ے تو میری مان لے، انگلش نہ آئے گی ایسے
خدارا منہ کو نہ اپنے بگاڑ، بندہ بن

کوئی بھی شاعر مشاعرے میں غزل کی پیش کش کے مترنم انداز یا فیس بک کے رنگا رنگ "کامنٹس" سے جانچا نہیں جا سکتا۔ شاعر کا فنی یا تنقیدی جائزہ لینے کے لئے شاعر کی غزلوں اور نظموں کا بغور مطالعہ ضروری ہے۔ ان کی نظموں اور غزلوں کو بار بار پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ مختلف چینلز کے "مذاقیہ مشاعروں" کے پروڈیوسروں کی نوکریاں نہیں بچائیں، "بدذوق" سامعین کی بدذوق سماعتوں کو پروان چڑھانے کے لئے ہاتھ نہیں نچائے، بلکہ

اکبرالہ آبادی، ظریف لکھنوی، ظریف جبلپوری، مجید لاہوری، سید محمد جعفری، مسٹر دہلوی، سید ضمیر جعفری اور دلاور فگار کے لگائے ہوئے پودوں کی آبیاری کی ہے۔ چونکہ شاعری ایک مسلسل فکری جدو جہد کی متقاضی ہے اور اس جدوجہد کا تسلسل ہی تیراندازوں کو چڑی ماروں سے ممتاز کرتا ہے، ایسے مصرع نویس سہل پسند ہو جاتے ہیں، یعنی ان کی شاعری کا دارومدار اقبالؔ اور غالبؔ کے مصرعوں پر ہی ہوتا ہے، اگر یہ مصرعے نکال دیں تو اُن کا اپنا کچھ نہیں ہوتا لیکن ڈاکٹر صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ ان کے موضوعات اور حسنِ تخیل کی رنگارنگی، ان کی مشقِ سخن کی دلیل ہے۔ انہوں نے جہاں بھی کسی شاعر کی تضمین کی ہے، وہاں ان کی شاعرانہ صلاحیت کی داد دینا پڑتی ہے۔ یہی نہیں، غزل، مثنوی، مسدس اور قطعہ، یہ ایسی اصنافِ سخن ہیں، جن میں شعر کہتے ہوئے بہت سے مزاح نگاروں کے پَر جلتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے بیشتر اصنافِ سخن میں شعر کہہ کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا ہے۔ وہ ایک ایسے طبع زاد شاعر ہیں جو کوئی لطیفہ یا واقعہ منظوم نہیں کرتے، نہ ہی وہ دیگر شاعروں کی طرح اسٹیج پر لطیفے سناتے ہیں، نہ ہی دانت نکالتے ہیں، صرف اپنی بات کی اور چلتے بنے، میری نظر میں یہی ایک معیاری مزاح نگار کی اساس ہے۔

میں ان کی شاعری کے مجموعہ ''ظریفانہ آئے، ہنسا کر چلے'' کی اشاعت پر انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

خالد عرفان

نیویارک، ۱۴؍جون ۲۰۲۱ء

ڈاکٹر سیّد مظہرؔ عباس رضوی

ادب اور سوشل میڈیا

یوں تو طنز و مزاح پر مبنی میری اب تک پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر ان کا ما حاصل چند تعریفی کلمات اور پبلشر حضرات کی کمائی میں اضافہ ہی نکلا۔ اس کے علاوہ لوگوں کا کتاب مفت حاصل کر کے بغیر پڑھے اُسے شیلف کی زینت بنانے کا ذوق وشوق بھی دیکھنے کو ملا۔ ہم نے اپنی دوسری کتاب ''دوا بیچتے ہیں'' لکھی تو ایک طنز نگار ادیب نے فرمایا کہ عنقریب آپ ''کتاب بیچتے ہیں'' لکھیں گے۔ ہم نے ان کی یہ تجویز نہ مانی بلکہ مزید تین کتابیں لکھ کر اور انہیں اشاعت کی منازل سے گزار کر اُن کے قول کی نفی کرنی چاہی۔ مگر اب ادب کی بے ادبی دیکھتے ہوئے اپنے نئے اور منتخب شائع شدہ کلام کی ای کتاب کو پی ڈی ایف کی شکل میں جناب نوید ظفر کیانی کے تعاون سے ای پبلشنگ کا ارادہ ہے۔

آج کل سوشل میڈیا اور خصوصاً فیس بک کی وجہ سے شاعری کرنا اور شاعری پڑھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ لہٰذا شاعری کا ایک طوفان بدتمیزی ہے کہ جو ہر طرف چھا گیا ہے ایسے میں خالص اور عمدہ شاعری کی تلاش ذرا مشکل کام بن جاتا ہے مگر یہ اُن لوگوں کے لیے قطعاً مشکل نہیں جو شاعری سے شغف رکھتے ہوئے اس کے معیار سے بخوبی واقف ہیں۔ لہٰذا متشاعروں کے ہجوم میں جینوئین شعرا کی بازیابی اب آسان ہوتی جا رہی ہے اور فیس بک کی وساطت سے پاکستان کے دور دراز علاقوں سے لے کر بیرونِ ملک تمام دنیا میں محبانِ اردو سے شناسائی ہو رہی ہے اور یوں نئے نئے شعراء سے تعارف بھی

ہو رہا ہے۔ دوسرے کورونا کی وبا کے سبب زُوم مشاعروں سے بھی اس واقفیت میں بہت مدد ملی ہے۔

ریڈیو پاکستان اسلام آباد کے ایک عید مشاعرے میں جب جناب انور مسعود صاحب نے مشاعروں میں میری عدم شرکت کو طبی مصروفیات پہ محمول کیا تو میں نے اُن سے کہا تھا کہ جناب ٹی وی مشاعروں میں شمولیت کے سفارشی اصول وضوابط سے ہر کوئی واقف ہے اور اب ہمیں ٹی وی کی بیساکھیوں کی ضرورت نہیں رہی ہے کہ دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے۔ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، ہندوستان اور عرب ممالک میں رہائش پذیر شعرا اب ایک دوسرے کے کلام اور مقام سے آگاہ ہوتے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میری پچھلی کتاب سخن ظریفی پر ایک تعارفی مضمون امریکہ میں اردو ظرافتی ادب کے معروف شاعر جناب خالد عرفان نے لکھا۔ اور پھر ہم نے دیکھا کہ فیس بک پہ انہوں نے نئے اور اچھے شعراء (جنہیں ٹی وی پر مختلف اسباب کی وجہ سے رسائی نہ تھی) کے کام کو بہت سراہا اور یوں سوشل میڈیا پہ مزاح نگاروں کی ایک کہکشاں اترتی چلی گئی جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ سوشل میڈیا پہ مشتمل ویب سائیٹس، فری ای بکس،، بلاگز، نیٹ ٹی وی چینلز اور فورمز کے تحت ہونے والے طرحی مشاعرے بھی اس ترویج کا سبب بن رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ٹی وی چینلز پر مزاحیہ مشاعروں میں پروڈیوسر صرف قہقہہ بار اشعار سنوانا چاہتا ہے کہ اس سے پروگرام اور پروڈیوسر کی ریٹنگ بڑھتی ہے۔ لہٰذا عام لوگوں کی نظر میں مزاحیہ مشاعرے محض تفنن طبع کا ذریعہ سمجھے جانے لگے جن میں عامیانہ موضوعات اور لطائف کو شعری قبا پہنا کر اسے ہی مزاح سمجھ لیا گیا۔ اکبرالہٰ آبادی سے پہلے اردو ادب میں ظریفانہ شاعری کے ابتذال کی وجہ بھی یہی تھی جس کی وجہ سے ظرافتی ادب کو ادب کا حصہ ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بہت مشہور شعرا بھی اس رنگ میں کچھ اشعار کہہ بھی دیتے تو اپنا نام ظاہر نہ کرتے۔ جناب دلاور فگار کی مثال سامنے کی ہے کہ کس طرح انہوں نے ایک

عیدی خوان کو طرحی غزل لکھ کر دی جسے اس نے اپنے نام سے مشاعرے میں پڑھ کر بہت داد سمیٹی مگر شکیل بدایونی صاحب کی تیز نگاہی نے یہ سب جانچ لیا اور ان کے کہنے پر دلاور فگار نے اپنے اصلی نام سے لکھنا شروع کیا۔ آج وہی دلاور فگار دنیائے طنز و مزاح میں شہنشاہِ ظرافت کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

یہ کہنا تو ہرگز درست نہ ہوگا کہ سوشل میڈیا پہ تمام شاعری اس گراوٹ کا شکار نہیں۔ لیکن اس پلیٹ فارم کے سبب ادب شناس حلقوں میں طنز و مزاح کے اچھے مگر چھپے ہوئے ستارے بھی افق مزاح پہ نمودار ہو رہے ہیں۔ ان میں جناب نوید ظفر کیانی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جنہوں نے تین سال مسلسل ای رسالہ ''ارمغانِ ابتسام'' جاری کیا اور اس کے علاوہ اپنی ظریفانہ شاعری کی پانچ سے زیادہ ای بک لکھیں اور انہیں انٹرنیٹ پہ اپ لوڈ کر دیا۔ جناب عرفان قادر نے تضمینی مشاعروں میں کثرت سے شرکت کی اور ایک ای بک لکھی جس میں ایک ہزار مصرع طرح پر غزلیات شامل ہیں اور ان کا یہ سفر ابھی بھی اسی ذوق و شوق سے جاری ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے شعرا جو صاحبِ کتاب بھی ہیں مگر ٹی وی پہ تواتر سے نظر نہیں آتے جن میں جناب شوکت جمال، جناب مرزا عاصی اختر، جناب سعید آغا، ڈاکٹر عزیز فیصل ڈاکٹر عمران ظفر، جناب افضل پارس اور جناب خالد محمود شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جناب عتیق الرحمٰن صفی، جناب ذیشان فیصل شان، جناب تجمل بخاری جناب ہاشم علی خان ہمدم، محترمہ روبینہ شاہین بینا، جناب ندیم آذر، جناب شہاب ظفر، جناب شہزاد قیس، جناب منظور عطش، ڈاکٹر نفیس الحسن، جناب کاظم واسطی، جناب مسعود الرحمٰن اور جناب خلیل الرحمٰن فیس بک پر اپنی تخلیقات سے بزم مزاح کی رونق بڑھا رہے ہیں۔ کینیڈا ٹورنٹو میں رہائش پذیر جناب ضامن جعفری، امریکہ میں مقیم جناب خالد عرفان، جناب خالد رضوی اور جناب نجیب احمد برطانیہ میں پنجابی اور اردو کے ظریف شاعر مبارک صدیقی کے علاوہ ہندوستان کے ڈاکٹر پاپولر میرٹھی، جناب

اقبالؔ فردوسی، جناب اقبال شانہ، مرحوم نشترؔ امروہوی، جناب عاصمؔ صدیقی، جناب علیم خان فلکیؔ، جناب اعجاز الدین، جناب کلیم تجمؔر بدایونی، جناب انس فیضیؔ، جناب ٹوپکلؔ جگتیالی، سعودی عرب میں مقیم شیراز مہدی اور متحدہ عرب عمارات کے ڈاکٹر زبیر فاروق سے آشنائی کا سبب بھی یہی سوشل میڈیا رہا۔ جدید ترین دور میں شعراء کے واٹس ایپ گروپس نے اس خلیج کو مزید کم کیا۔ یوں ہندوستان حیدرآباد کے ظرافت کے موقر جریدے شگوفہ کے تازہ شمارے ای بک کے تحت پڑھنے کو ملے۔

اس کے علاوہ ایک اور مزیدار یہ بات سامنے آئی کہ بہت سے سنجیدہ کلام کہنے والے شعرا منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے کبھی کبھی ظریفانہ رنگ میں بھی کلام کہہ دیتے ہیں اور فیس بک پر شیئر بھی کر دیتے ہیں۔ ان کہنہ مشق شعرا کے ظریفانہ اشعار ایک الگ مضمون کے متقاضی ہیں، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے شعرا کا مزاحیہ کلام بھی بہت پائے کا ہوتا ہے۔ ایسے شعرا میں مجھے جناب عارفؔ امام، جناب عقیل عباؔس جعفری اور جناب افتخار حیدر کے کلام سے فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ فیس بک پر تازہ تخلیقات ڈال کر شاعر سرقہ بازی کا بہت آسانی سے شکار ہوسکتا ہے۔ فیس بک پر بھونڈے شعرا من وعن اور تجربہ کار سارق شعرا خیال کی چوری نہایت ڈھٹائی سے کرتے ہوئے پائے گئے ہیں اور اتفاق سے میں خود دو عینی واقعات کا محقق اور عینی شاہد ہوں جن میں ہندوستان کے دو شعرا کو دوسرے استاد شعراء کا کلام مشاعروں میں پڑھتے ہوئے اور انہیں ان کی کتب کی زینت بنتے دیکھا ہے۔ ہر زہر کا تریاق بھی ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے جناب عقیل عباؔس جعفری اور محترم مسعود قاضی وغیرہ نے فیس بک پر سرقہ بازی کی نشاندہی کے لئے ایک فورم ”اردو ادب میں سرقے کی روایت“ بنایا ہے اور ایسے شعرا ثبوت کے ساتھ اس فورم کے کٹہرے میں لائے جاتے ہیں۔

غرض آج کے جدید دور میں ادب نے اپنے فروغ کے لیے مختلف راستے ڈھونڈ لیے ہیں اوراب اس میں روایتی میڈیا کے مڈل مین کا کردار ذرا کم ہوگیا ہے۔ یہ ای کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔امید ہے کہ مفت کی کتاب پڑھنے والے اہل ذوق اس سہولت سے فائدہ اٹھائیں گے۔صرف اتنی عرض ہے کہ اگر کہیں احقر کا کلام شیئر یا طبع کیا جائے تو حوالہ ضرور دے دیا جائے ورنہ۔۔۔ورنہ کچھ بھی نہیں کہ قانونی چارہ جوئی کر کے ہم خود قانون کا چارہ ہی بن سکتے ہیں اور یوں اپنی بے چارگی میں خواہ مخواہ کا اضافہ کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی
سربراہ شعبۂ اطفال
قومی ادارہ برائے معذوراں ۔ اسلام آباد

۲۱/اپریل ۲۰۲۱

غزلیات

غزل میں بھر کے ظریفانہ رنگ مظہرؔ جی
گھٹن کے دور میں تھوڑا سا مسکرا لیا جائے

گو حُسنِ دلفریب و دل آراء غضب کا تھا
تھپڑ پڑا تو وہ بھی کرارا غضب کا تھا

تھی سر کی چوٹ زیادہ ہی کچھ دِل کی چوٹ سے
دونوں طرف سے عشق نے مارا غضب کا تھا

انجام کو نہ پہنچیں تھیں پچیس منگنیاں
وہ جو کبیر سنِ تھا، کنوارہ غضب کا تھا

جمہوریت کا کیا کرے کوئی جہاں عوام
دیتے ہوں اِس پہ ووٹ کہ نعرہ غضب کا تھا

چڑیاں یہ سوچتی تھیں کہ انڈے یہیں پہ دیں
جُوڑا جو اُس نے سر پہ سنوارا غضب کا تھا

رُکنا پڑا ہر ایک کو اُلفت کے چوک میں
چشمِ فسوں کا اُس کی اِشارہ غضب کا تھا

درد کو کہتا درد ہے حد ہے
رکھتا اُردُو کی سند ہے حد ہے

چار کی رٹ ہے سنبھلتی نہیں پر
بیوی جو ایک عدد ہے حد ہے

جھوٹے اب صاحبِ مسند ٹھہرے
اُن کی ہر بات سند ہے ، حد ہے

سروقد لکھتے ہیں ایسوں کو یہاں
جن کا دو فٹ نہیں قد ، ہے حد ہے

جب کنوارے تھے تو کڑھتے تھے بہت
اب کنواروں سے حسد ہے حد ہے

آپ نے پیر بنا ڈالا ہے
یہ تو خچر کی لد ہے ، حد ہے

اب کرپشن نہ کریں گے حاکم
جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے، حد ہے

ماڈرن لوگ تو چھوتے ہی نہیں
اُردو کیا دال ارد ہے حد ہے

ڈاکٹر اچھا ہے مظہر لیکن
شعر کی ''عادتِ بد'' ہے، حد ہے

گرانی کی ہے کہانی ہر اک کا اپنا نصیب
کسی نے سوٹا لگایا کسی نے سوٹ لیا

چینی تمام شُد ، کبھی آٹا تمام شُد
چخ چخ سے بیوی کی ، ہوا بھیجا تمام شُد

گھِس گھِس کے پہلے ہوگیا جُوتا تمام شُد
عاشق ہے اب تو سارے کا سارا تمام شُد

منہ میٹھا کرنا ٹھیک نہیں بعدِ مرگ تو
کیوں فاتحہ پہ کرتا ہے حلوہ تمام شُد؟

وہ گُل کھلائے دوسری بیوی نے الاماں
ہونے نہ پایا تھا ابھی سہرا تمام شُد

یہ "اے۔بی۔سی" کے وائرسوں کا عمل نہیں
ہے تیری بے رخی سے کلیجہ تمام شُد

حرص و ہوس کے گھوڑے کو دے دیں ذرا لگام
اس ملک کو کریں نہ خدارا تمام شُد

منظوم کر کے اس کو ظرافت کے نام پر
کر دیتے ہیں وہ حُسنِ لطیفہ تمام شُد

مظہرؔ جلوس نکلے گا ہر دم عوام کا
ہو گا نہ ملک میں کبھی جلسہ تمام شُد

رکھو جس دُم پہ پاؤں، دم نکالے
نیا اِک مسئلہ ہر دم کھڑا ہے

اُڑایا آندھی نے رُقعہ، رومال سے بھی گئے
ارادہ وصل کا تھا عرضِ حال سے بھی گئے

اُدھر یہ حال کہ مرغے اُڑائے روز رقیب
اِدھر یہ حال کہ ہم باسی دال سے بھی گئے

جو گوشمالی کے قابل تھے اُن سے ہاتھ ملائے
جنوب میں بھی پٹے اور شمال سے بھی گئے

پھدکتے پھرتے ہیں جوگر میں اور نیکر میں
ہم ایسے کوے ہیں جو اپنی چال سے بھی گئے

وبال بن گیا نسخہ حکیم صاحب کا
وہ چار بال تو کیا آتے کھال سے بھی گئے

بڑھائیں پینگیں اگرچہ بہت ہی ڈالر سے
مگر ستم یہ ہوا ہم ریال سے بھی گئے

بہت سے لوگوں کے سر گھومتے ہیں بارہ بجے
غلط ہے گر کوئی سمجھے کہ ''خالصے'' بھی گئے

رہا نہ بانس تو پھر بانسری بھی کیا بجتی
جو دانت گر گئے تو ہم خلال سے بھی گئے

ملال یہ ہے کہ مرضی سے خود بنے گونگے
نہ آئی ''اے۔بی۔سی'' اور ''ڈ''، ''ڈ'' سے بھی گئے

نہ یادگار ہے ماضی نہ اپنا مستقبل
ہمارا حال تو یہ ہے کہ حال سے بھی گئے

جو آئیں آنسو بھی مظہر تو ہنسنا پڑتا ہے
ظریف جب بنے، رنج و ملال سے بھی گئے

اُس سے ملنے جو بس میں ہزارہ گیا ، میں تو مارا گیا
اتنے جھٹکے لگے ، دل بچارہ گیا ، میں تو مارا گیا

نام ابا نے "A" سے مرا رکھ دیا ، امتحاں جب ہوا
سب سے پہلے مجھے ہی پکارا گیا ، میں تو مارا گیا

اُنگلیوں پہ نشاں کو مرے دیکھ کر ، بولا وہ " آ ، اِدھر "
ووٹ دینے وہاں جب دوبارہ گیا ، میں تو مارا گیا

راستے میں جو پنکچر ہوئی سائکل ، ہائے ٹوٹا یہ دل
تیرے کوچے میں میں مارا مارا گیا ، میں تو مارا گیا

میری شاگرد تھی ، میری ٹیچر بنی ، میں نے شادی جو کی
وہ مزے میں رہا جو کنوارا گیا ، میں تو مارا گیا

اُن کی رحلت پہ بولا دکاں دار یہ ، اب کوئی کیا کرے
گھر میں اُن کے تھا ساماں اُدھارا گیا ، میں تو مارا گیا

بھوک نے مجھ کو مضطر کیا ادھ موا ، میرا روزہ گیا
جب ترے گھر میں سالن بگھارا گیا ، میں تو مارا گیا

ہوں غمِ روزگار میں الجھا
اب نہ تو مجھ کو پیار میں الجھا

راس آیا ہے اُس کا ''بے۔ بی کٹ''
پھر نہ میں زُلفِ یار میں الجھا

لگ گیا ہے ''کرنٹ'' اُلفت کا
جو بھی اِس دل کے تار میں الجھا

زندگی ہے زمانہ سازی میں
سب کو تو کاروبار میں الجھا

ہو گیا ان کے گھر کا نقشہ پاس
میں رہا نقشِ یار میں الجھا

پُرخطر ہے بہت یہ تارِ نفس
چل بسا وہ جو تار میں الجھا

کام انکا ہمیشہ دفتر میں
فائلِ فتنہ زار میں الجھا

ہم تو ہیں ذکرِ یار میں ڈوبے
شیخ ہے فکرِ چار میں الجھا

تقریر منسٹر کی سنیں، تالیاں پیٹیں
ممبر ہیں اسمبلی کے یا قوال بجٹ میں

جتنی بھی ہو گمان میں گڑبڑ
کیجئے مت زبان میں گڑبڑ

کیا خبر تھی انہیں Twin ہوں گے
ہو گئی سب پلان میں گڑبڑ

ٹھیک ہونے میں سال لگتے ہیں
ہوتی ہے ایک آن میں گڑبڑ

طعنہ زن ہو اگر زنِ بدخو
کرتی ہے سب کی شان میں گڑبڑ

منہ میں نسوار ہے نہ ہاتھ میں گن
ہم کو لگتی ہے خان میں گڑبڑ

کر دے جنت میں پھر نہ ہنگامہ
جس نے کی اس جہان میں گڑبڑ

پا برہنہ ہی آنا مسجد میں
ورنہ ہوگی دھیان میں گڑبڑ

دیں میں ہرگز نہیں ہے، اصل میں ہے
واعظِ خوش بیان میں گڑبڑ

کنکری تھی حرام مال کی جو
کر گئی پورے نان میں گڑبڑ

اپنے تیروں سے خود ہوئے گھائل
تھی کچھ اپنی کمان میں گڑبڑ

انحراف کے طرحی مشاعرے کے لئے فی البدیہہ لکھی گئی

وہ "بزمِ طرح" سے مصرعے چُرا کر
غزل لائے گا اِک پوری بنا کر

اُگائے جا رہا ہے شعر اپنے
زمیں پر دوسروں کی ہل چلا کر

لگا کر ڈھول اور باجے پہ قدغن
ہوا خوش مولوی بغلیں بجا کر

مکاں ٹھیکے پہ بنوایا تھا جس سے
وہی اس کو گیا چونا لگا کر

سماعت کی بھی شامت آئے گی اب
سنائیں گے ہمیں وہ شعر گا کر

ہوئی ہے گرمئ بازار اتنی
کہ وہ آئے ہیں اب کچھا چڑھا کر

عدالت نے دیا ہے فیصلہ تب
مرے جب لوگ سارے کھپ کھپا کر

ہے جن کی عقل ساری مائینس میں
بصیرت ڈھونڈیں وہ چشمہ لگا کر

سیاست دان کرتے ہیں وہ کھل کر
جو کرتے کام ہیں ہم چھپ چھپا کر

بنی ہے سوچ اپنی طالبانی
نہ مانے جو اسے پسٹل سے "ٹھا" کر

ملاوٹ بھی اثر دکھلا رہی ہے
میں زندہ کب سے مظہر زہر کھا کر

پروین شاکر کی غزل پر تضمین

وہ نقش پا تو نہیں نقشِ پان چھوڑ گیا
کہاں کہاں مرا قاتل نشان چھوڑ گیا

تھیں پانچوں انگلیاں اُس کی محبتوں کی گواہ
وہ میرے چہرے پہ اِک داستان چھوڑ گیا

ہے اپنا حال بھی اس بھوکے شخص کی مانند
کباب کھا گیا جو ، سادہ نان چھوڑ گیا

نہیں ہے فکر کہ برباد کر گیا سب کچھ
خوشی ہے اس کی وہ میرا مکان چھوڑ گیا

یہ زیرکی ذرا دیکھو تو گورے دشمن کی
جہل کی سیاہی ملی طالبان چھوڑ گیا

ہیں پیچھے کتے تو لڑکی کا ابا سامنے ہے
کہاں پہ مجھ کو مرا مہربان چھوڑ گیا

سہانا وقت نہیں تھا نہ بادلوں کا فریب
دھواں بسوں کا کوئی کاروان چھوڑ گیا

کمایا جتنا تھا وہ دے کے صورتِ تاوان
میں تائیوان سدھارا دکان چھوڑ گیا

ہمارا حلق میں کھانا اٹک اٹک سا گیا
کہ بل سے پہلے ہمیں میزبان چھوڑ گیا

مشاعرے وہاں ہوتے تھے اس قدر مظہرؔ
''کہ جو بھی ٹھہرا وہ آخر مکان چھوڑ گیا''

ہاتھوں سے میرے پارچۂ ران تو گیا
پر اتنا ہو گیا تمہیں پہچان تو گیا

لیڈر کی طرح جھپٹے ہیں سارے پلیٹ پر
بچے بہت ہی خوش ہیں کہ مہمان تو گیا

کاروں کا اصطبل ہے مرے گھر کے سامنے
کھلتے جہاں گلاب تھے وہ لان تو گیا

لائے تھے اک طبیب کو گرمی نکالنے
دل پر اٹیک ہو گیا یرقان تو گیا

گھر میں بس اب تو نت نیا سامان آئے گا
شوہر خلیجی ملک ہے خلجان تو گیا

کل ہو گا پھر کوئی نیا بحران سامنے
اس ملک میں نہ کہہ کبھی ، بحران تو گیا

کسٹم کو دھوکا دے کے پسنجر نے یہ کہا
"اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا"

مظہر نے داغ داغ کیا داغؔ کا کلام
پیروڈی لکھنے کا چلو ارمان تو گیا

کہا کہ گھٹتا ہے دم، اِس قدر ہے مہنگائی
کہا اشارئیے ناپو ،نہ یوں دہائی دو

غزل کسی کی ہو اپنا اُسے بنا لیا جائے
کوئی ردیف کوئی قافیہ چُرا لیا جائے

حصولِ امن کی خاطر بہت ضروری ہے
جلا پراٹھا جو بیوی دے اس کو کھا لیا جائے

نکلتی بھاپ ہے جس طرح بند کُکر سے
درست ہوگا کہ کچھ منہ میں بُڑبُڑا لیا جائے

ڈیزائنر نے کہا دے کے ٹائیٹ اور کُرتی
چلو پھر آج خواتین کو پھنسا لیا جائے

کلام پڑھ کے گھروں کو سدھارے "بے وزنے"
جنابِ صدر کو اب نیند سے جگا لیا جائے

جو بیچنا ہے خسارے میں جانے والوں کو
تو پارلیمنٹ کا سودا ہی اب کرا لیا جائے

تمام جھوٹوں کو جیلوں میں بند کرنے کے بعد
ہمارے مُلک کا اِک سچا جائزہ لیا جائے

تو پہلے آتا تھا جتنے میں سُوٹ بیگم کا
اب اتنے پیسوں میں بچے کا جانگیہ لیا جائے

نہ جانے ڈھونڈ رہا ہے مریض کب سے کوئی
حکیم ، سرجری کا جس سے مشورہ لیا جائے

ملے گا وہ ، نہ ملے گا جو ورلڈ بنک سے بھی
خدا کے آگے اگر اتنا گڑگڑا لیا جائے

ابھی تو عقد سے پہلے پڑا ہے وقت بہت
تو کھُل کھُلا کے ذرا اور کھِلکھِلا لیا جائے

غزل میں بھر کے ظریفانہ رنگ مظہرؔ جی
گھٹن کے دور میں تھوڑا سا مُسکرا لیا جائے

گرد و غبار لفظوں کا کافی کثیف ہے
شاعر ہے موٹا ، شعر نزار و نحیف ہے
فصلیں اگائے جائے غزل کی زمین پر
یہ سوچتا نہیں کہ ربیع ہے ؟ خریف ہے؟
بے جوڑ ایک جوڑے کو دیکھا ہے باغ میں
چھوٹا سا قافیہ ہے تو لمبی ردیف ہے
میری غزل کو چھاپ دیا اپنے نام سے
ڈاکو ہے وہ کہ جس کا تخلص شریف ہے
بیوی کو گر نہ مار سکیں آنکھ ماریئے
ایمان کا یہ درجہ اگرچہ ضعیف ہے
اِس ملک کا خدا ہی ہے حافظ عزیزِ من
منصف جہاں بکاؤ ہے حاکم بھی تھیف ہے
آیا بُڑھاپا بھول گئے سارے چونچلے
لیلٰی بنی عفیفہ ہے مجنوں عفیف ہے
بیماریاں اُڑاتا ہے ساری مذاق میں
مظہر کو دیکھو کیسا طبیب ظریف ہے

دانیال طریر کی زمین میں قافیہ پیمائی

تو چلو یوں ہی سہی خواب میں رکھی جائے
پھر بھی مرغی تو کوئی قاب میں رکھی جائے

مولوی کہتے تھے پینے میں کوئی حرج نہیں
صرف مستی نہ مئے ناب میں رکھی جائے

کالی دولت نہ چھپا کار میں گھر میں مسٹر
سب سے بہتر ہے یہ تالاب میں رکھی جائے

اے خدا ملک میں خالص ہے دوا اور نہ غذا
گر شفا رکھنی ہو زہراب میں رکھی جائے

نوکری دوسری کرنی نہ پڑے شام کے وقت
آمدن بالا ہو اور جاب میں رکھی جائے

چور سے کہتا تھا شاعر یہ پکڑ کر دیواں
شاعری میری نہ اسباب میں رکھی جائے

فیس بک پہ یہ منسٹر نے دیا ہے پیغام
کچھ تو عزت مرے القاب میں رکھی جائے

اعلیٰ حکام یہ کہتے تھے سِوِل سروس کے
اب انا گوندھ کے ہر "صاب" میں رکھی جائے

اک مصنف نے وصیت کسی نقاد سے کی
مری تحریر نہ احباب میں رکھی جائے

شوق سے چشم تماشا کو کریں وا لیکن
کچھ حیا دیدۂ بیتاب میں رکھی جائے

ہر سخن فہم بدل دیتا ہے مظہر اس کو
اب عبارت مری اعراب میں رکھی جائے

حصارِ عشق میں جب قافیہ پیمائی ہوتی ہے
خبر منّے کی پیدائش کی گھر میں آئی ہوتی ہے

ہوئے ہیں جب سے ہم پیدا یہی ہم نے سنا اکثر
بجٹ جیسا بھی آئے کچھ نہ کچھ مہنگائی ہوتی ہے

ترقی کر گئے کھا کھا کے اب ہم بھی جسامت میں
کبھی لمبائی ہوتی تھی پر اب گولائی ہوتی ہے

نہ بیگم سے کبھی ٹکرا کہ ہو جائے گا خود ٹکڑے
یہ ایسی جنگ ہے جس میں سدا پسپائی ہوتی ہے

ہے اُن کی آمدن بالا تو طرزِ زندگی اعلیٰ
یہاں تو دودھ میں بھی اب نہیں بالائی ہوتی ہے

سمجھ آتا نہیں کیونکر میاں بیوی کے جھگڑے میں
تنازع کی وجہ اکثر حسیں ہمسائی ہوتی ہے

پھسل جاتے ہیں اس پر سے بڑے نامی گرامی بھی
خوشامد میں عزیزم اِس قدر چکنائی ہوتی ہے

گھروندے جیل کی مانند ہی لگتے ہیں شہروں میں
نہ اِن میں صحن ہوتے ہیں نہ اب انگنائی ہوتی ہے

رہ طنز و ظرافت ہے بہت پُر پیچ سی مظہر
یہ وہ رستہ ہے جس کے دونوں جانب کھائی ہوتی ہے

خط جو پھینکا تھا، اُسے باپ نے فٹ کیچ کیا
وائے قسمت کہ لگا میرا نشانہ اُلٹا

جو کھائیں عاشقی میں جُوتیاں تسلّی سے
سُنائیں گے وہ کبھی داستاں تسلّی سے

وصال وقُرب کی خواہش میں ہم تڑپتے رہے
رقیب بیٹھ گیا درمیاں تسلّی سے

جدید دور میں کرتے ہیں یوں خودی کو بلند
بناتے رہتے ہیں وہ "سیلفیاں" تسلّی سے

ہمارے عہد کی پوشاک بھی نرالی ہے
نہاں جو ہونا تھا وہ ہے عیاں تسلّی سے

ہمیں تو بوٹیاں کیا چھچھڑے بھی مل نہ سکے
رقیب نے ہمیں دیں ہڈیاں تسلّی سے

چغد بناتے ہیں پہلے عوام کو لیڈر
ہر ایک لیتا ہے پھر باریاں تسلّی سے

نمازی رہ گئے پڑھتے نماز مسجد میں
چُرا کے لے گئے وہ جوتیاں تسلّی سے

نہ دیکھا کوئی بھی ذی روح آدمی کے سوا
جلائے اپنا جو خود آشیاں تسلّی سے

مقاصد ارفع و اعلیٰ ہیں سن گلاسز کے
وہ اُن سے تاڑتے ہیں لڑکیاں تسلّی سے

غریب اور زیادہ غریب ہوتا ہے
بناتے ہیں وہ دُکاں پر دُکاں تسلّی سے

جو چاہتے ہو کہ امن و امان ہو مظہرؔ
تو گھر میں بیوی ہو باہر میاں تسلّی سے

بھاگتا ہے تو کہاں رُک اب مرا دیوان سن
سن چکا میں تجھ کو اب تو مجھ کو میری جان سن

قائد اعظم ہیں میری جیب میں دربان سن
بند مٹھی میں ہے میری سارا پاکستان سن

نظم کو ہر ضابطے سے کر لیا سب نے الگ
اب غزل کا بھی یہاں رکھتے ہیں ہم عنوان سن

یوں لگا مجھ کو کہ جیسے اٹھ گیا ہوں نیند سے
رک کے جب بولی حسینہ میرے بھائی جان سن

سنسناہٹ کان سے پھیلی بدن تک آ گئی
ڈاکٹر کی فیس سن کر اب ہیں جسم و جان سُن

اب ہیر کوئی چوری کھلاتی ہی نہیں ہے
اور بیوی بھی اب پاؤں دباتی ہی نہیں ہے

دلہن بھی ہے دولہا بھی ہے اور قاضی بھی موجود
پر کیجئے کیا کوئی براتی ہی نہیں ہے

سکتہ لب و لہجے میں ہو یہ ہو نہیں سکتا
بیوی نہیں جو شور مچاتی ہی نہیں ہے

سسرال سے یک طرفہ ٹریفک ہے مرے گھر
آتی ہی چلی جاتی ہے جاتی ہی نہیں ہے

بیگم کا یہ شکوہ ہے کہ لگتی ہی نہیں بھوک
جاں کھاتی ہے اور کہتی ہے کھاتی ہی نہیں ہے

کھاتے ہیں سبھی پیزے ، بناتے ہیں پلازے
سب شہری بنے ، کوئی دیہاتی ہی نہیں ہے

پوچھا ''کہاں جاتی ہے سڑک؟'' ہنس کے وہ بولے
''رہتی ہے یہیں پر کہیں جاتی ہی نہیں ہے''

کیوں ڈاکو سے اب کوئی ڈرے، کس لئے کانپے
انشیورڈ ہے یہ کار کہ ذاتی ہی نہیں ہے

اِک شوہر قاہر کا یہ فتویٰ ہے پرانا
جو گول نہیں ہے وہ چپاتی ہی نہیں ہے

بارش جو نہ ہو بنتی نہیں قوس قزح بھی
مظہرؔ کی غزل صرف ہنساتی ہی نہیں ہے

مونچھیں ہوئیں برقع سے جب کان برآمد
پولیس نے یوں کر لیا گل خان برآمد

کی افسرِ تفتیش پہ انعام کی بارش
اک فاقہ زدہ سے ہوئے جب نان برآمد

دیکھے ہیں بہت ایسے بھی تشخیص کے ماہر
کھانسی سے جو کرلیتے ہیں یرقان برآمد

فتویٰ ہے محبت کے کھلائے نہ کوئی پھول
باغوں سے کرو سنبل و ریحان برآمد

ہر سو ہے یہی شور کہ آتے ہیں الیکشن
جمہور کرے حور سے کپتان برآمد

خوشیوں کی حسیں خوابوں کی بڑھ جائے درآمد
ہوجائیں وطن سے جو بدعنوان برآمد

ایکسپورٹ کے میداں میں ہیں ہم سب سے انوکھے
کرتے ہیں دساور بھی مسلمان برآمد

الفاظ کے کھوجی کو ہے یہ عارضہ لاحق
کر لیتا ہے کرپان سے وہ پان برآمد

گر نفس کے شیطان کو زنجیر نہ باندھیں
انسان سے ہو سکتے ہیں شیطان برآمد

ہاتھوں کو فقط رہ گئے ملتے سبھی وارث
مظہرؔ کے جو گھر سے ہوئے دیوان برآمد

میں نے کہا کہ ہوگا کم کیسے یہ میرا دردِ دل
''بھر کر سرنج نرس نے ٹیکہ اٹھا لیا کہ یوں''

مجھ کو تو اپنے ملک میں راس نہ آئے منصفی
دفع لگا کے ہر دفعہ مجھ کو کیا دفع کہ یوں

پوچھا جو ہم سفر نے یہ سب اس میں کیسے آئیں گے
ویگن میں اس غریب کو مرغا بنا دیا کہ یوں

حیرت سے پوچھتے تھے سب کھانا کہاں گیا غضب
مرغا نگل کے چانپ پر ہاتھ بڑھا دیا کہ یوں

کیسے ہوئے ہیں گم شدہ لوگ ہمارے یہ بتا
''سن کر ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا لیا کہ یوں''

میں نے کہا کہ آؤ گے کس منہ سے ووٹ مانگنے
منہ تو لئے سے پونچھ کر وہ ڈھیٹ ہنس پڑا کہ یوں

غالب کی زمین میں

تہذیب کے غلاف سے آگے نہیں بڑھے
ہم اِک ''اٹوگراف'' سے آگے نہیں بڑھے

وہ شاعری کی شین سے واقف نہ ہو سکی
ہم قافیے کی قاف سے آگے نہیں بڑھے

کیا بات اُن سے کیجئے عمرے کی حج کی اب
بیگم کے جو طواف سے آگے نہیں بڑھے

شادی کا سخت میچ ہوا آخرش draw
وہ اپنے اپنے ''ہاف'' سے آگے نہیں بڑھے

تخمینے ہی لگاتے رہے ہم تمام عمر
لیکن کبھی گراف سے آگے نہیں بڑھے

لیڈر یہ چاہتے ہیں ترقی خود اُن کی ہو
اور قوم اختلاف سے آگے نہیں بڑھے

میدان میں جہاد کے کیسے وہ جائیں گے
جو صرف اعتکاف سے آگے نہیں بڑھے

کچھ لوگ پڑھتے رہ گئے ''منٹو کہانیاں''
بد فکر کچھ ''لحاف'' سے آگے نہیں بڑھے

شاعر مزاح کے بنے کچھ تو کامیڈین
کچھ لاف اور گزاف سے آگے نہیں بڑھے

ہیں اپنی ''گل'' پہ چودھری صاحب اڑے ہوئے
ہم اپنی شین قاف سے آگے نہیں بڑھے

تسلیم کر لیا کہ ہے دہشت گری غلط
وہ اپنے اعتراف سے آگے نہیں بڑھے

لفظوں کے ناپ تول سے آگے نہیں بڑھے

وہ شاعری کے خول سے آگے نہیں بڑھے

لہرا کے جوتے کہتی تھی یہ ہنس کے مہ جبیں

عشاق اس کے سول سے آگے نہیں بڑھے

سنجیدہ بات سنئی نہ آئی مزاج میں

سامع ہنسی ٹھٹول سے آگے نہیں بڑھے

انجکشنوں کی بات بھلا ان سے کیا کریں

جو لوگ اسپغول سے آگے نہیں بڑھے

آپس میں کیوں نہ دست و گریبان ہوں عوام

لیڈر جو سر پھٹول سے آگے نہیں بڑھے

کچھ لیپرواسکوپ سے آگے ہیں ڈاکٹر

کچھ ''پیراسیٹامول'' سے آگے نہیں بڑھے

ٹی وی پہ چیخ چاخ کے پیسے بٹور کر

اینکر بھی کچھ مخول سے آگے نہیں بڑھے

ہم نے بہت کمنٹس لکھیں ان کے پیج پر

مظہر وہ صرف ''لول'' سے آگے نہیں بڑھے

LOL*

موج غزل مشاعرہ ۱۰۸ منفرد ردیف ڑ پہ فی البدیہ غزل

آئیں اب شاعری کی لے کر آڑ
اس غزل میں اگائیں ڑ کے پہاڑ

سیر دشتِ سخن کی ایسے کریں
کلک خامہ پہ ڈال جائے دراڑ

کام کرتا نہیں ہے کوئی یہاں
دفتروں میں ہے بس اکھاڑ پچھاڑ

اپنی نظروں سے دیکھ باس ہے گر
بند ہرگز نہ کان کے ہوں کواڑ

اس کا لاہور سے تعلق ہے
ہے تکلم میں اس کے ڑ کی "پھواڑ"

قافیہ ڑ کا ایسا گڑ گیا ہے
پھر قلم اس پہ آ کے اڑ گیا ہے

عشق کا کیڑا اُس کو "لڑ" گیا ہے
قیس لیلیٰ کے پیچھے پڑ گیا ہے

بڑھ گئی جتنی پینٹ کی چستی
دامن اتنا ہی اب سکڑ گیا ہے

"ماڈرن۔ایج" میں مووب ہے
لڑکا کچھ آپ کا بگڑ گیا ہے

موچ گردن میں باس کے آئی
پٹھا اس کا کوئی اکڑ گیا ہے

زخم سی سوزنِ محبت سے
دل کا بخیہ کوئی ادھڑ گیا ہے

خون سارا نکل گیا اس کا
سانس اب دیس کا اکھڑ گیا ہے

بوٹیاں اس کی جیب سے نکلیں
ممتحن ہم کو بھی رگڑ گیا ہے

کیا زبان و بیاں کی بات کریں
جب یہاں سارا کچھ ہی "وڑ" گیا ہے

وہ تو خود سامعین میں سے تھا
کون مظہرؔ پہ ہاتھ جڑ گیا ہے

عمیر نجمی کی غزل سے چھیڑ چھاڑ

ہے کیسی شیریں تمہاری یہ آؤ کی آواز
لگو گے زہر نکالی جو جاؤ کی آواز

اذان ہوتے ہی قابوں پہ ٹوٹ پڑتے ہیں
فضا میں گونجتی ہے صرف کھاؤ کی آواز

سب اپنے شعر سنانے کو بیٹھے رہتے ہیں
کہیں سے آتی نہیں ہے سناؤ کی آواز

عوام پہلے چنیں گے انہیں الیکشن میں
اٹھے گی بعد میں ان کو ہٹاؤ کی آواز

اسی کو ووٹ ملے گا جو اس کا پیٹ بھرے
غریب شہر کو کھینچے پلاؤ کی آواز

صدا جو آئے کہیں برتنوں کے ٹوٹنے کی
حقیقتاً ہے وہ گھر کے تناؤ کی آواز

"کلپٹو میینیا" کی ہے اُنھیں یہ بیماری
غزل سے آتی ہے مالِ چراؤ کی آواز

ہمارا ضابطہ ہے میرؔ سے الگ بالکل
ہماری شاعری ہے مسکراؤ کی آواز

عمیر نجمی نے مظہرؔ کو راہ دکھلائی
"یہ شاعری ہے دماغی کھنچاؤ کی آواز"

بار شاپنگ کا سب اُٹھانے کو
ایک شوہر ہے خستہ تن مخصوص

گہرائی غزل میں تھی نہ گیرائی غزل میں
ہنسنے کے لئے ڈال دی ہسائی غزل میں

چوٹی جو تخیل کی ہو سر بات تو تب ہے
آساں ہے بہت قافیہ پیمائی غزل میں

دیکھے ہیں بہت ہم نے بھی ایسے متشاعر
بھرتے ہیں ترنم سے توانائی غزل میں

افسانہ نگاری کا اسے چسکا بہت ہے
وہ بات مکمل کرے دو ڈھائی غزل میں

چشم و لب و رخسار کی باتیں ہوئیں عنقا
جدت یہ ہوئی ، لائے وہ مہنگائی غزل میں

الفاظ مرصع تھے تو مصرعے تھے مقفیٰ
سب کچھ تھا مگر تھی نہ غزل بھائی غزل میں

ہر شعر میں کیوں ہوتا ہے محبوب کا جلوہ
مُلا نے کہا لا کوئی حلوائی غزل میں

ہے موسم گرما میں سخن آتشیں ہر دم
اور برف سا لہجہ ملے سرمائی غزل میں

زوجہ نے کہا بیوی پہ کرتے ہو سدا طنز
خوش ہو کے مگر لاتے ہو ہر جائی غزل میں

انگریز گئے ، آ گئے اب چینی برادر
چوں چوں کا مربہ لکھوں "ڈھنگھائی" غزل میں

سامع کے لئے چاشنی ہے اس میں ادب کی
مظہر کے لئے صرف ہے تنہائی غزل میں

شعر اپنے سنا کے مارے گا
ظلم یہ ہے کہ گا کے مارے گا

کھینچ لے گا وہ دفعتاً کرسی
یار مجھ کو بٹھا کے مارے گا

شکل و صورت "دلفنڑوں" جیسی
"پوز" پر رہنما کے مارے گا

چار آتے ہیں جملے انگلش کے
اُن کو لیکن لگا کے مارے گا

گھر میں بیگم اکیلے مارے گی
یار محفل جما کے مارے گا

خود بھی کچھ جانتا نہیں لیکن
سب کو طعنے بلا کے مارے گا

فیصل آباد سے وہ آیا ہے
مجھ کو "جگتیں" لگا کے مارے گا

موت سے پہلے ہم کو دوزخ سے
مولوی تو ڈرا کے مارے گا

اب اکیلے میں سرزنش ہوگی
فیس بک پر وہ لا کے مارے گا

وہ محبت کرے گا انگریزی
تحفے پر چائینا کے مارے گا

مجھ کو ورزش کے نام پر مظہر
ڈاکٹر تو بھگا کے مارے گا

جناب آفتاب مضطر کی غزل سے چھیڑ چھاڑ

مطلب کی نہ ہو بات تو سُنتا تو نہیں ہوں
گو سر کو ہلاتا ہوں سمجھتا تو نہیں ہوں

کچھ لمحے جو مل جائیں تو اک سیلفی بنا لوں
"میں ڈوب رہا ہوں ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں"

پکڑی نہیں جا سکتی کبھی بھی مری چوری
کھسکاتا ہوں چیزیں تری، کھسکا تو نہیں ہوں

کیوں دیکھتا ہے مجھ کو حریصانہ نظر سے
لڑکی ہوں ارے بھائی، ہریسہ تو نہیں ہوں

کھا سکتا ہوں دعوت میں ولیمے کی مزے سے
شرما کے جو بیٹھے میں وہ دُلہا تو نہیں ہوں

ہر بات پہ مت دو مجھے تم نیب کی دھمکی
میں ''ممبرِ ایوانِ گذشتہ'' تو نہیں ہوں

کھانسی کی جگہ دے دی ہے مرگی کی دوائی
''تبدیلی'' میں بھی میں کوئی بدلا تو نہیں ہوں

توجیہہ غلط کام کی یوں دیتا ہوں مظہرؔ
سب کرتے ہیں میں کوئی اکیلا تو نہیں ہوں

یوں خودی کو بلند کرتے ہیں
رات دِن سیلفیاں بناتے ہیں

زیست ہو گر برائے تن مخصوص
رکھ غذا اپنی ایک ٹن مخصوص

جو بھی دیکھا وہ منہ میں ڈال لیا
فربہی کو نہیں چکن مخصوص

دوسرا جب کوئی نکاح کرے
دِل میں ہوتی ہے پھر جلن مخصوص

کہیں رونے سے ہو نہ حسن خراب
کرتی میک اپ ہے اب دلہن مخصوص

گولہ باری زبان و چشم سے ہے
ہیں یہ زوجہ کی دونوں گن مخصوص

بار شاپنگ کا سب اٹھانے کو
ایک شوہر ہے خستہ تن مخصوص

راہ میں زن جو لوٹ لے دل کو
لکھئے بس اُس کو راہزن مخصوص

شاعری خندہ زن بھی کرتی ہے
نہیں اس سے فقط محن مخصوص

داد جب دو گے تب ملے گی داد
فیس بک پر ہے یہ چلن مخصوص

شاعری اور طب مری پہچان
دونوں مظہر ہیں میرے فن مخصوص

انحراف فورم کے زیرِ اہتمام طرحی مشاعرے کے لکھی گئی

تیز کھا ورنہ میاں بھوکا کھڑا رہ جائے گا
بوٹیاں کھا جائیں گے سب شوربہ رہ جائے گا

کوئے جاناں کے لگا چکر نہ اتنے ورنہ پھر
چلتے چلتے تیرے جوتے کا تلا رہ جائے گا

کم یا زیادہ بولنا دونوں مضر ہیں دیکھ لے
یا گلہ رہ جائے گا یا پھر گلا رہ جائے گا

فیس لے لے گا تو کیا آنکھیں دکھائیں گے اسے
آنکھ کا ماہر بھی ہم کو دیکھتا رہ جائے گا

اپنے اپنے شعر پڑھ کر بھاگ جائیں گے سبھی
صدرِ محفل آخرِ شب بولتا رہ جائے گا

مت جلا دل اپنی زوجہ کا وگرنہ بے خبر
چائے کڑوی اور پراٹھا ادھ جلا رہ جائے گا

حادثہ یہ پارلر میں رونما ہونے کو ہے
آپ کی زلفوں کا باقی گھونسلہ رہ جائے گا

جب خزانے میں بچا ہوگا نہ کچھ بھی ملک کے
"صفحۂ قرطاس پر نام خدا رہ جائے گا"

جگنو پکڑ کے اس کی پٹائی لگائیں وہ
بچے ہمارے شہر کے، بدماش ہوگئے

دکھاؤ اپنا نہ حسن و جمال چوکھٹ پر
گرا رہے ہیں سبھی لوگ رال چوکھٹ پر

ارادہ ہے کہ ترے نقش پا سمیٹوں میں
سو لے کے آیا ہوں گھر سے کدال چوکھٹ پر

ہے رزق معدے کی زینت، نہ کر اسے پامال
نہ دال ڈال ارے او رزال چوکھٹ پر

پلانی چائے نہ پڑ جائے ان کو بیٹھک میں
تعلقات کریں وہ بحال چوکھٹ پر

کہا طبیب نے میرا نہیں قصور اس میں
نہیں مطب میں، ہوا ہے وصال، چوکھٹ پر

مطالعہ رُخِ روشن کا چھت سے کرتے ہیں
وہ خال خال ہیں جو دیکھیں خال چوکھٹ پر

جو بھیگی بلی بنے رہتے ہیں گھروں میں سدا
دکھا رہے ہیں وہ غیض و جلال چوکھٹ پر

پھسل کے کوئی گرے تو مرے کلینک میں
رگڑ چکا ہوں کئی ریگ مال چوکھٹ پر

عقیل بھائی ظرافت کا کیا کرے مظہر
نکالی بال کی ہے اس نے کھال چوکھٹ پر

کوئی نہیں لاسکتا ہے مسٹر تبدیلی
اپنے آپ کو خود ہی بدلو کیا کرتے ہو

اشرف یوسفی کے تتبع میں

تب مزہ آیا کہ جب خود کو سراہا ، آہا
اپنے جیسا نہ کسی اور کو چاہا ، آہا

جب مطب آیا تو بیوی کی جفا بھول گیا
رکھا سرجن نے جو "ٹنکچر" کا وہ پھاہا ، آہا

واہیات عام ہوئیں واہ بھلا کس پہ کریں
اب سخن فہم بھی بس کرتے ہیں ہاہا ، آہا

کر کے چھترول کیا تھانے کے اندر سب کو
خوب چوروں کو پولس نے ہے سراہا ، آہا

آٹھ بچے بھی ہوئے ، آٹھوں پہر جنگ بھی کی
کیسا بیگم سے مگر ہم نے نباھا ، آہا

ضبط کرتا رہا چیخوں کو مسلسل مظہر
فیس کا جونہی سنا ، ایسا کراہا ، آہا

نظر نظر میں نہ اُس کو پچھاڑ بندہ بن
تو بھینگی آنکھ سے کا کی نہ تاڑ بندہ بن

دماغ شل کرے یہ ''میڈیائے ان سوشل''
نہ توڑ دے کوئی تیری ''جباڑ'' بندہ بن

کہا یہ لیلیٰ سے مجنوں نے ،''پارلر میں چل
کہ سر ہے جھاڑ ترا منہ پہاڑ ، بندہ بن''

خدا کے واسطے تخلیق کو بریک لگا
ہے پہلے ہی پڑا گھر میں کباڑ ، بندہ بن

سہارنا اسے مشکل ہے پہلوانی بوجھ
نہ بیٹھ ، ٹوٹ نہ جائے نواڑ ، بندہ بن

ستم نہ ڈھا ہو وہ اردو کہ ٹھیٹھ پنجابی
تو مونگ دَل ، نہ مرا سینہ ''ساڑ'' ، بندہ بن

تو میری مان لے انگلش نہ آئے گی ایسے
خدارا منہ کو نہ اپنے بگاڑ بندہ بن

عمر آ گئی ایسی ذہن سارا خالی ہے
جس دوا کو ملنا تھا وہ دوائی کھا لی ہے

لوٹ کر تو لوٹے ہیں لُٹ گئے ہیں پر دونوں
ان کا نوٹ نقلی ہے ان کا نسخہ جعلی ہے

کہہ رہے ہیں شادی میں کچھ مزہ نہیں آیا
تین سالہ سالا ہے ایک سالہ سالی ہے

جو بھی جیت کر آیا اس نے یہ ہی فرمایا
قوم ہی مدد کر دے یاں خزانہ خالی ہے

عشق سے تھے وہ گھائل فاصلے ہوئے حائل
لڑکی ہے میاں والی ، لڑکا راہوالی ہے

دست اور گریباں ہیں شاعر و متشاعر
اُس نے نظم گالی ہے اس کے لب پہ گالی ہے

بولا اک مقرر کیوں ہر دفعہ مکرر ہو
یہ مشاعرہ ہے یا شعر کی جگالی ہے

اِک رعایتِ لفظی کی فقط رعایت ہے
کیا ملا ہے شاعر کو جیب ساری خالی ہے

افتخار حیدر کی غزل پر تضمین

کرتی نہیں ہیں عورتیں کچھ در "میاں" پسند
مردوں کو سب کی ہوتی ہیں پر بیویاں پسند

موسم ہے حبس کا تو مگر ہوشیار باش
کرتے ہیں سارے چور کھلی کھڑکیاں پسند

علم نجوم سے ہمیں رغبت ہے اس لئے
ہم کو ہیں چاند، تارہ، فلک، کہکشاں پسند

اللہ کا شکر نہیں سونگھنے پہ ٹیکس
تم سگرٹیں اڑاؤ ہمیں ہے دھواں پسند

اردو کی فکر چھوڑیں کریں اپنی فکر آپ
انگلش کے بعد کیجئے اب "چیں چوں چاں" پسند

کچھ ایزی لوڈ بھیجئے کچھ تحفے دیجئے
میارنیں کہاں کریں اب توریاں پسند

اِک دانہ سارا حال سنا دے ہے دیگ کا
حیرت ہے ان پہ کرتے ہیں جو سالیاں پسند

مظہرؔ نہیں ہے میرؔ سے نسبت ہمیں کوئی
دل غمزدہ بھی ہو تو کرے شوخیاں پسند

اشرافیہ دراصل تھی، بدماشیہ پوری
یہ قوم لٹی اس کے ہر اِک تھیف کے ہاتھوں

ڈینٹسٹ کے ہم ایسے تہہ دام نہ ہوتے
گر توڑے نہ یوں دانت سے بادام نہ ہوتے

اس زلف گرہ گیر میں پھنس جاتے یقیناً
ابا جو مرے واقفِ حجام نہ ہوتے

مجنوں سے سبق سیکھتے گر ہم بھی جنوں کا
پھر عشق کے مضمون میں ناکام نہ ہوتے

ممبر نہ اسمبلی کا میں بنتا کبھی ہرگز
مجھ پر جو کرپشن کے یہ الزام نہ ہوتے

دہشت گری ہوتی نہ کبھی میرے وطن میں
اس قوم کی گر فکر میں ابہام نہ ہوتے

انحراف ادبی فورم کی تجویز کردہ غزل پہ گرہ بندی

ہے ٹیڑھا مسئلہ تم اس کو کھا کر سوچتے رہنا
یہ کدو ہے کہ پکا ہے چقندر سوچتے رہنا

زمیں بیچے گا ڈیلر تم زمیں پر بس غزل لکھنا
"مسلسل دیکھتے رہنا برابر سوچتے رہنا"

محبت کی ہوئی شہرِ ستم میں لوڈ شیڈنگ پھر
"جلا کر روشنی دہلیزِ جاں پر سوچتے رہنا"

غزل میں تم کوئی گڑبڑ گھٹالہ اس طرح کرنا
"کہ اپنے ہی معانی لفظ بن کر سوچتے رہنا"

ابھی چھپوا لو مجموعہ یہ ہنس کر پبلشر بولا
"مسائل کم نہیں پھر زندگی بھر سوچتے رہنا"

نہ جانے آپریشن فیس سرجن کتنی دھروالے
"بدن پہ ڈال کر زخموں کی چادر سوچتے رہنا"

بجی محفل سخن کی ، کام بخیہ گر کا یہ ٹھہرا
لگائے کیا گرہ مصرع کے اوپر سوچتے رہنا"

بنائے گا وہ رشوت سے پلازے اور تم مظہر
"کھلی آنکھوں سے پس منظر بہ منظر سوچتے رہنا"

پوزیٹو ریٹ کرونا کا بہت شہر میں تھا
اُس نے روکا بھی نہیں اور میں ٹھہرا بھی نہیں

کشتِ شعری سے ملیں فکر کے پھل کاغذ پر
چل قلم آج ذرا صورتِ ہل کاغذ پر

نوٹ چکنے ہوں یا بوسیدہ بہرحال سنبھل
دین و ایمان بچالے نہ پھسل کاغذ پر

ہم ہیں شاعر ہمیں معمولی نہ سمجھو ہرگز
مسئلے کرتے ہیں دنیاؤں کے حل کاغذ پر

دست و ابرو کے اشارے نہ ہی آواز کا رقص
متشاعر نظر آتے ہیں "چول" کاغذ پر

اور بازار سے مل جائے جو پیسے دے کر
وہ سند ہے کہ ہے تصویرِ جہل کاغذ پر

آہِ سوزاں کی تپش کے ہیں فوائد کافی
دل جگر کو بڑی آسانی سے تل کاغذ پر

لکھ کے ''اسپیک'' وہ فائل پہ بچائے دامن
کہتا افسر ہے کہ کرنی نہیں ''گل'' کاغذ پر

بولا اسٹینو جو دیکھے کہیں جڑواں بچے
کاربن کاپی نکل آئی ڈبل کاغذ پر

اخترؔ عثمانؔ ، نسیمؔ اور عزیزؔ فیصلؔ
کہتے ہیں سب نے کھلائے یہ کنول کاغذ پر

اظہرؔ و اطہرؔ و کاشفؔ ہوں کہ اکبرؔ یا جنیدؔ
پڑھ کے مظہرؔ نے لکھی ''وکھری'' غزل کاغذ پر

ناصر کاظمی سے معذرت کے ساتھ

ٹوٹی سڑک پہ بکھرے یہ پتھر ہی لے چلیں
"کچھ یادگارِ شہرِ ستمگر ہی لے چلیں"

مہنگائی اس قدر ہے کہ سوچا ہے اب یہی
"سر پر خیالِ یار کی چادر ہی لے چلیں"

دل اس کا ہو لہو، جو ہو تحریر سرخ رو
خط خوں کشیدہ کرنے چقندر ہی لے چلیں

گر روح کی غذا نہ ملے، جسم کی سہی
اے عشق چل کچن سے یہ گاجر ہی لے چلیں

گردن پہ اپنی خون نہ آئے رقیب کا
گھر کے پلے یہ ساڈ سے مچھر ہی لے چلیں

وعدے نہ کام آئیں گے لیڈر ترے کبھی
کھمبوں پہ لٹکے کیوں نہ یہ بینر ہی لے چلیں

وہ سٹ پٹائے پر وہ ہمیں پیٹ ہی نہ پائے
اس کی پتا کے آج منگیتر ہی لے چلیں

پہچانے کون سوسن و سنبل ، کنول ، گلاب
تحفے میں اس کے مکسڈ فلاور ہی لے چلیں

چھٹی اگر ہے کوچۂ دلدار میں تو کیا
اتوار کے بجائے سنیچر ہی لے چلیں

وہ خوا مخواہ بھوت نہ کہہ بیٹھیں آپ کو
دھوکا دہی کو سرخی و پاؤڈر ہی لے چلیں

مظہرؔ مشاعرے کا یہ حاصل حصول ہیں
''نقدِ سخن'' نہیں تو ٹماٹر ہی لے چلیں

ظالم مری سب فصلِ ہنر کاٹ رہا تھا
مقطع وہ بلا خوف و خطر کاٹ رہا تھا

کٹتی تھی بہت فون پہ محبوبہ کی آواز
دیکھا تو مرا لختِ جگر کاٹ رہا تھا

"کیا کاٹتا تھا تم کو؟"، پولیس پوچھتی تھی جب
"کورونا میں،" ہم کہتے تھے، "گھر کاٹ رہا تھا"

لکھ لیتا تھا ڈبیا پہ وہ سگرٹ کی، غزل ایک
ماچس کے لیے کوئی شجر کاٹ رہا تھا

ٹکڑوں نہیں کہہ سکتا تھا ویگن میں وہ اکڑوں
کیا کہیے کہ کیا رنجِ سفر کاٹ رہا تھا

آنکھیں بھی اُگل دیتی ہیں سب راز، مرے دوست!
تو کیوں مری تقریر کے پر کاٹ رہا تھا؟

عشاق جلیں اس کے یہ پڑھ پڑھ کے تراشے
محبوبہ کی شادی کی خبر کاٹ رہا تھا

میں خوش تھا بہت کہ مجھے دیتا ہے ہزاروں
دیکھا تو وہ چپکے سے صفر کاٹ رہا تھا

سسرال کا منظر مرے گھر جیسا تھا مظہر
بیٹھا ہوا سبزی کو سسر کاٹ رہا تھا

کرنا وہ فتح چاہیں زمان و زمین کو
بیگم جو سامنے ہو تو رگڑیں جبین کو

دل میں ڈالا ہے ایک pace ہنوز

اس میں تیری نہیں space ہنوز

چاہیئے ہے کورونا distancing

اگلی پیشی پہ رکھیں case ہنوز

منہ ہی ٹیڑھا جو کرلیں بہتر ہے

دانت کے چھوڑ دیں brace ہنوز

کام اوریجنل ضروری نہیں

کریں تصویر کو trace ہنوز

اتنی مہنگائی میں نہ میک اپ کر

ماسک لے لے برائے face ہنوز

کچھ سبق سیکھ لے کورونا سے

کیا ضروری ہے کوئی race ہنوز

اردو انگلش میں فارسی ہے ردیف

بڑھ گئی ہے کچھ اس سے base ہنوز

اتنی کافی ہے اب غزل مظہر

اور کیا چاہیئے grace ہنوز

گرچہ صورت نہیں ان کی کسی لنگور سے کم
زوجہ پر چاہیے جو ہو نہ کسی حور سے کم

ناز اور نخرے اٹھا کر بھی ملے ڈانٹ ڈپٹ
شوہرِ خستہ کی اوقات ہے مزدور سے کم

کام کچھ اور گھریلو بھی تو لے سکتے ہیں
رُخِ تاباں کی ہے گرمی کہاں تندور سے کم

جھوٹی تعریف سے مخمور کوئی کیسے نہ ہو
کیا یہ نشہ ہے بھلا بادۂ انگور سے کم؟

کبھی اس ''شاخِ سیاست''، کبھی اس شاخ پہ ہیں
حرکتیں ان کی نہیں ہیں کسی لنگور سے کم

پچھلی سیٹوں پہ توجہ کے لیے سیٹی بجاؤ
نظر آتی ہوں حسینائیں اگر دور سے کم

اب تو ہر پیشے میں پیسے کی ہوس شامل ہے
کچھ نہ جائے گا جو لے لو کسی مجبور سے کم

عطر بیزی کا نہیں فائدہ اس عمر میں تو
''سینٹ'' کی خوشبو نہیں لگتی ہے کافور سے کم

جب سے بجلی گئی ہے چاک بداماں ہوئے ہیں
ہم کسی طرح نہیں عاشقِ مہجور سے کم

حج بھی کرلیتے ہیں اس آمدنی سے مظہر
لیتے رشوت نہیں ، باہر کے کسی ''ٹور'' سے کم

پروین شاکر کی لے میں

ماسک منہ سے ہٹا کے حد کر دی
بھری محفل میں آ کے حد کر دی

جو تجھے منہ نہیں لگاتے تھے
اُن کو کھانسی لگا کے حد کر دی

ہم نے کچھ کھُل کھلا کے پوچھا تھا
تم نے بس کھِلکھِلا کے حد کر دی

وصل کی رات سو گیا دُلہا
یعنی منزل پہ آ کے حد کر دی

ہم سمجھتے تھے سورما تم کو
مار بیگم سے کھا کے حد کر دی

غیر سے ہو جہاد بات بھی ہے
اپنے ہی گھر دھماکے ، حد کر دی

مرضِ عشق کا علاج نہیں
پیسے دے کر دوا کے ، حد کر دی

عشق ہم سے ولایتی چاہو
تحفے دو چائنا کے ، حد کر دی

چائے کا ایک کپ بنایا نہیں
اور منہ کو بنا کے حد کر دی

اس کے گھر جب ملا نہ کچھ ہم نے
روزے رکھ کر قضا کے حد کر دی

اپنی خارش پہ کچھ توجہ کر
پیٹھ میری کھجا کے حد کر دی

اک نحیف و نزار عاشق نے
ایک موٹی بھگا کے حد کر دی

تھی زمیں غیر کی میاں مظہر
ہم نے بھی ہل چلا کے حد کر دی

اُتارا جو رب نے چھوہارا زمیں پر
تو خوش ہو گیا ہر کنوارا زمیں پر

مرے دِل کو لوٹا تھا شادی سے پہلے
جو شادی ہوئی کوٹا مارا زمیں پر

جو پوچھا مرا دل کہاں رکھ سنبھالا
کیا شوخ نے تب اشارہ زمیں پر

جسے دیکھو دنیا میں ہے وہ شکاری
ہوا ہے یہی آشکارا زمیں پر

وہ راکٹ پہ افلاک کی سیر کر لیں
رکی ہے ہماری کھٹارا زمیں پر

ہمیں ملاؔ دیتا ہے جنت کی لالچ
پلاؤں کا ملتا ہے لارا زمیں پر

نہ پانی کا ٹکڑا نہ پارے سے نسبت
یہ کیا چیز ہے "آپارہ" زمیں پر

مرے چارہ گر کھا گئے سارا چارہ
نہیں اب کہیں بھائی چارہ زمیں پر

نکلتے ہیں دس سوٹ اس میں سے بیگم
جو اک میل کا ہے شرارہ زمیں پر

دیئے عاشقی نے اسے ایسے جھٹکے
گرا آسماں سے بچارہ زمیں پر

گئے مصحفیؔ چھوڑ کر یہ غزل جب
تو مظہر نے بھی قہقہہ مارا زمیں پر

فیض احمد فیض کی غزل سے چھیڑ چھاڑ

”رنگ پیراہن کا ، خوشبو زلف لہرانے کا نام“
بل وہ فوراً بھیج دیں لیں گر ہوا کھانے کا نام

لب پہ آجائے اگر بھولے سے بھی کھانے کا نام
پھر تو لیتے ہی نہیں مہمان گھر جانے کا نام

مال بک جائے گا فوراً ہو مگر وہ برانڈڈ
”تم کوئی اچھا سا رکھ لو اپنے ویرانے کا نام“

جھڑنے لگتی ہیں جوئیں، کنگھی اگر کرنے لگیں
”اب نہیں لیتے پری رُو زلف بکھرانے کا نام“

فیس بک پر جلوہ آراء ہیں کہ سارے رائے دیں
”دلبری ٹھہری زبانِ خلق کھلوانے کا نام“

تیز کر کے دھار تختے میں ، ہمیں بھیجیں چھری
دھمکی دیں اُن کو اگر یا لے لیں مرجانے کا نام

دھوکا دینے کو بدلتے ہیں ہمارے حکمران
"رند کا، ساقی کا ، مے کا، خم کا ، پیمانے کا نام"

قیس اور فرہاد و مجنوں ہوگئے بے روز گار
"اِن دنوں بدنام ہے ہر ایک دیوانے کا نام"

فیضؔ کے اشعار سے مظہرؔ ہوئے ہیں فیضیاب
مختلف ہے مے، جدا ہے اپنے مے خانے کا نام

میں نے کہا کہ کرتا ہوں تکریم سالِ نو
بیگم نے گھر بلا لیے سب میرے سالے نو

بتلا دے کوئی یہ تو ذرا ہم نشین کو
رومال وہ نہ سمجھے مری آستین کو

تسخیر کرنا چاہیں زمان و زمین کو
بیگم کا سامنا ہو تو رگڑیں جبین کو

تحصیلِ علم کے لئے نکلے سفر پہ کون
لے آئے ہیں یہیں پہ مری جان چین کو

دنیا بھی کامیاب ہو عقبیٰ بھی کامیاب
سمجھا ہے سب نے اپنی سہولت سے دین کو

یہ فیس بک پہ تم کو ملیں گے حضور اب
ڈھونڈو کتاب خانے میں مت قارئین کو

لیں ان سے علم ''زیست گزاری'' کے واسطے
اور گالیاں بھی دیتے رہیں ''کافرین'' کو

میک اپ کا وزن اس میں تھا کتنا پتہ نہیں
دیکھا تھا ہم نے دو سو کلو کی حسین کو

پیتے نہیں ہیں دیکھتے ہیں بس شراب وہ
دل ڈولے دیکھ لیں جو ''لباسِ مہین'' کو

پہناوا اس سے اچھا ہمیں تو نہ مل سکا
جتنا بھی رگڑو کچھ بھی نہیں ہوگا ''جین'' کو

تنقید کرکے رکھ دے کچومر نکال کے
نقاد کم ترین کرے بہترین کو

ٹھیکے پہ آپ دے دیں اگر یہ مشاعرہ
لے آئیں گے ''دیہاڑی'' پہ ہم سامعین کو

ثابت کریں گے کیسے کچہری میں تھانے میں
مت ملکیت سمجھئے غزل کی زمین کو

مظہر ترے گلے یہ کورونا ہی پڑ نہ جائے
ہرگز گلے لگا نہ کسی مہ جبین کو

آبا ترے گر دورے پہ جاپان نہ ہوتے
پھر تجھ سے ملاقات کے امکان نہ ہوتے

اک فلسفی بیٹھا ہوا یہ سوچ رہا تھا
عینک میں کہاں رکھتا اگر کان نہ ہوتے

پھر ماہرِ دنداں کی پریکٹس بھی نہ چلتی
بتیس اگر منہ میں یہ دندان نہ ہوتے

یہ دیکھیے کیا خوب ہے مردوں کی لپ اسٹک
لب سرخ نہ ہوتے مرے، گر پان نہ ہوتے

آجاتی نظر آپ کو درگت جو ہماری
شادی کے لئے اتنا پریشان نہ ہوتے

اک زوجہ گزیدہ نے کہا خوب گزرتی
بیگم نہ زباں رکھتی ، مرے کان نہ ہوتے

چائے جو پلا دیتے انہیں چاہ سے اک دن
ہر روز سڑک پر مرے چالان نہ ہوتے

مسجد میں بھی ہوجاتے ہیں ہر روز دھماکے
اے کاش یہاں لوگ مسلمان نہ ہوتے

اِس حبس زدہ جسم میں یہ روح نہ رہتی
مظہر جو ظرافت کے ہواداں نہ ہوتے

اِس دور کرونائی میں مہنگائی کے ڈر سے
گن گن کے بلاتے ہیں وہ مہماں بقلم خود

پہلے کوچے میں ترے والدِ خونخوار پڑے
بعد میں کُتّے گلی کے بھی ہمیں چار پڑے

ڈاکٹر چل دیا آرام سے اُس نرس کے ساتھ
رہ گئے ہم وہیں بیمار کے بیمار پڑے

زُلف لہراتی ہوئی اچھی تو لگتی ہو مگر
دیکھو سالن میں نہ ہوں گیسوئے خمدار پڑے

وہ بھی چھ بچّوں کی ماں بن گئی اس مدت میں
توڑے چھ ہم نے بھی بستر وہاں بیکار پڑے

مار کھا کھا کے یہی اب تو سبق سیکھا ہے
بیچ جھگڑے میں کسی کے نہ سمجھدار پڑے

بھاگ جانے کا بھی رستہ نہ جہاں ملتا ہو
ایسے کوچے میں خدایا نہ کبھی مار پڑے

ہم نے خوش ہو کے کہا منہ میں ترے گھی شکر
خان بولا کہ ترے منہ میں بھی نسوار پڑے

واہ اِنجن کو چلاتے ہیں فقط پانی سے
کیسے کیسے ہیں مرے مُلک میں فنکار پڑے

ڈگریاں جعلی، دوا نقلی ، غذا دو نمبر
بچ کے جائیں گے کہاں آپ جو بیمار پڑے

لُطفِ نظارہ تھا فیشن کی بدولت مظہرؔ
آدھی تنخواہ میں وہ عارض و رخسار پڑے

کون کہتا ہے کہ اُس کا حوصلہ کم پڑ گیا
عاشقِ صادق کو سینڈل کا تلا کم پڑ گیا

دس پراٹھے، بیس انڈے اور دو حلوے کے تھال
مولوی صاحب کو پھر بھی ناشتہ کم پڑ گیا

جب نہائے ختم پانی سارے گھر کا کر دیا
پونچھنے بیٹھے تو اُن کو تولیہ کم پڑ گیا

ہم نے عرضی دی پر ہم کو باس نے چھٹی نہ دی
لمبی رخصت کے لئے اک عارضہ کم پڑ گیا

کوئی سنتا ہی نہ تھا حرص و ہوس کے شور میں
ہم بہت چیخے مگر اک زخرہ کم پڑ گیا

پھر وہی دورِ طرب ہے پھر وہی عیش و نشاط
ہم کو عبرت کے لئے اک زلزلہ کم پڑ گیا

''درسِ ویلینٹائینٗ'' سے مانگ اُس کی بڑھ گئی
عاشقوں کے واسطے کچّا گھڑا کم پڑ گیا

بغضِ افرنگی اُدھر اور جاہلیت اِس طرف
آ گئی ''داعش'' کہ جب ''القاعدہ'' کم پڑ گیا

طنز کی چٹنی بنا ہوتے نہ مظہرؔ شعر ہضم
ہاں ظرافت کی کمی سے ذائقہ کم پڑ گیا

قوم کو حکمران درس یہ دیں
آپ مہنگائی سے نباہ کریں

آتا نظر ہے یارِ طرح دار خواب میں
بے خوف اُس کا کرتے ہیں دیدار خواب میں

اقرار خواب میں کبھی انکار خواب میں
محبوب ہم کو کرتا ہے اب خوار خواب میں

ابا کا اس کے خوف نہ اماں کا ڈر ہمیں
آتے ہیں اب پھلانگ کے دیوار خواب میں

آ کر چلا نہ جائے کہیں یارِ دلربا
ہم ساری رات رہتے ہیں بیدار خواب میں

کہتا تھا ڈاکٹر نہ اُٹھاؤ ابھی ہمیں
دو سَو کھڑے مطب میں ہیں بیمار خواب میں

چالان کوئی کر نہیں سکتا ہمارا اب
پولیس کیسے ناپے گی رفتار خواب میں

ماری ہے لات ہم نے بھی حاتم کی قبر پر
بانٹے ہیں ہم نے درہم و دینار خواب میں

جھگڑا بھی خوب ہوگیا، عزت بھی رہ گئی
ہم نے اٹھائی لذتِ تکرار خواب میں

پیتے رہے مزے سے مئے ناب صبح تک
پکڑا نہ جا سکا کوئی میخوار خواب میں

دادِ سخن سمیٹ رہا تھا کہ جاگ اٹھا
مظہرؔ نہ سارے پڑھ سکا اشعار خواب میں

محفل میں تری ، جی کے جلانے کے لئے ہم
آنے کے لئے وہ ہیں تو جانے کے لئے ہم

کھانے تو رقیبوں نے سرِ بزم اُڑائے
اور رہ گئے ہیں گالیاں کھانے کے لئے ہم

الطاف و عنایات کسی اور پہ اُن کی
بازار میں شاپنگ کرانے کے لئے ہم

دیکھیں ترے عارض کے گلاب اور ، چنانچہ
آئے ہیں ترے پاس تپانے کے لئے ہم

اِس قوم کی ہر دم وہ کریں ایسی کی تیسی
تعظیم میں خم قومی ترانے کے لئے ہم

لیڈر نے کہا ملئے نہ ہرگز کفِ افسوس
خوش رہئے کہ ہیں بینڈ بجانے کے لئے ہم

باراتیوں نے شوق سے جی بھر کے ہے کھایا
بس دیگ میں ہیں چمچے چلانے کے لئے ہم

دُلہا تو گیا کار میں دلہن کو بٹھا کر
اب جائیں کہاں ٹسوئے بہانے کے لئے ہم

شوہر ہیں، مگر اتنے بھی بے بس نہیں ہم لوگ
آزاد تو ہیں دُم کو ہلانے کے لئے ہم

زینے پہ ترقی کے تمھیں چڑھنے نہ دیں گے
بیٹھے ہیں یہاں ٹانگ اڑانے کے لئے ہم

ناموں سے عیاں صاف ہیں سب شجرے ہمارے
آسانی سے ہیں سب کے نشانے کے لئے ہم

ہے بات حکیمانہ، ظریفانہ سخن میں
لکھیں نہ فقط ہنسنے ہنسانے کے لئے ہم

جب قوم ہی ساری ہو امداد کے چکّر میں
شاعر نہ بھلا کیوں ہو پھر داد کے چکّر میں

امریکہ سے منگوا کر مٹی میں جونہی ڈالی
گندم بھی نکل آئی پھر کھاد کے چکّر میں

تعمیر میں مضمر ہیں تخریب کے بھی پہلو
"میٹرو" کے ہیں منصوبے فولاد کے چکّر میں

پھٹکار پڑی سب سے، بیداد ملی گھر سے
شاعر نے بھی کیا پایا اک داد کے چکّر میں

تعلیمی مقاصد سے اونچے ہیں بہت مقصد
دلدار ہے کالج میں دلشاد کے چکّر میں

اب دونوں پریشاں ہیں کیا کیجئے ان سب کا
اِک ٹیم بنا ڈالی اولاد کے چکّر میں

ڈگری ہے یہاں ڈگری اصلی ہو کہ نقلی ہو
اور آپ ابھی تک ہیں اسناد کے چکّر میں

گم ہوگیا ماضی میں وہ دورِ الف لیلیٰ
اب صرف دھماکے ہیں بغداد کے چکّر میں

آساں نہ سمجھنا تم مشکل ہیں بہت راہیں
مظہؔر کئی چکّر ہیں داماد کے چکّر میں

گلدان تو پھینکے ہی تھے اب پھینکے شجر بھی
اے خانماں برباد گئی آج کمر بھی

دے رہے ہیں ہم کو جو ''لارے'' پہ ''لارے'' ہجر میں
جی رہے ہیں ہم فقط اُن کے سہارے ہجر میں

پیار کے ''سبجیکٹ'' میں بھی گھس گیا ظالم حساب
کیا خبر تھی گننے پڑ جائیں گے تارے ہجر میں

سیتا رہتا ہے گریباں اور دامن بار بار
ہوگئے درزی کے سب وارے نیارے ہجر میں

فون کے ہوں، بینک کے ہوں یا ''کریڈٹ کارڈ'' کے
ختم اب تو ہوگئے ''بیلینس'' سارے ہجر میں

بے دھیانی میں جو اکثر گال سہلاتا ہوں میں
یاد آتے ہیں ترے تھپڑ کرارے ہجر میں

اُن کی فرقت نے ہمیں یہ دن دکھائے دوستو
ہم نے کیا کیا مکھیاں مچھر نہ مارے ہجر میں

دردِ دل ، دردِ کمر دردِ جگر اور دردِ سر
لوٹ آئے ہیں ہمارے درد سارے ہجر میں

پاس اپنے اب تو موبائل بھی ہے اور نیٹ بھی ہے
کون جیتا ہے اب اِک خط کے سہارے ہجر میں

جب سے وہ میکے گئی ہے ،لگ رہا ہے اس طرح
ہو گئے ہوں جیسے ہم بالکل کنوارے ہجر میں

اشک بہہ بہہ کر ہوا ہے ختم پانی آنکھ کا
لکھ رہے ہیں اب غزل مظہرؔ تمھارے ہجر میں

جھوٹی خبروں سے مزین ہوگئے اخبار بند
چور نے کل کردیا پھر ایک تھانیدار بند

کان کے آلے کا ہے اتنا کم ازکم فائدہ
اک سوئچ سے کیجئے بیگم کی ہر للکار بند

ہم تو بیٹھے کے ہی بیٹھے رہ گئے بہرِ سخن
وہ سنا کر بھاگ اُٹھا اپنے اک سو چار بند

ہر نئے چینل پہ حاضر ہے نیا سامانِ دید
مولوی صاحب کریں تو کیسے استغفار بند

ٹی۔وی، گوگل اور کیبل ، ہوں اگر حاضر یہاں
فائدہ ہوگا نہ کر کے حُسن کے بازار بند

کاربند اپنے اصولوں پر جو رہتے ہیں سدا
راستے میں ان کی ہو جاتی ہے اکثر کار، بند

قبض تھا گو ایک ہفتہ سے مگر بشاش تھا
مضمحل شاعر ہے لیکن جب سے ہیں اشعار بند

حقہ پانی بند ہونے سے وہ گھبراتا نہیں
خان ہوتا ہے مگر برہم جو ہو نسوار بند

ایک دن اپنی ہی بیگم سے جو "چیٹنگ" ہوگئی
تب سے مظہر ہے حسینوں سے مری "پی۔آر" بند

پُل بنایا تھا وہ جو پچھلے برس
گر چکا ہے دھڑام زندہ باد

صنعتِ تقلیب میں

مظہؔر نے الٹ پھیر قوافی کی مچائی
نادان نے یوں محفلِ اشعار کو الٹا

لمحاتِ شبِ وصل رہیں راز لہٰذا
وہ بولا کہ کل آؤں گا تو "تار" کو الٹا

منزل کے لئے جیت سے رستہ نہ ملا جب
ہم نے کیا پھر اس کے لئے "ہار" کو الٹا

دی جاتی ہے جاں جس پہ ہر اک شیش محل میں
تو اس کو سمجھنے کے لئے "جار" کو الٹا

اُس شوخ کی خاطر کیا کیا کچھ نہیں ہم نے
قابو میں مگر آئی نہ گو "مار" کو الٹا

بیگم نے جو منگوائی تھی یاد آئی ہمیں تب
قصاب کی جب ''شاپ'' پہ اُس ''تار'' کو الٹا

نقاد بھلا کہتے ہیں کیا الٹی غزل کو
معلوم یہ کرنے کے لئے ''یار'' کو الٹا

مظہر کو ہے الفاظ الٹنے کا مرض کیوں
اے مردِ محقق ذرا آ، ''زار'' کو الٹا

کورونا بھی جو نہیں کرسکا وہ کام کیا
بجا ہے بات کہ باجا بجٹ بجا ہی گیا

ہم کو مشکل ہو گئی روٹی بھی ترکاری کے ساتھ
کھاتے ہیں زردار زردہ برق رفتاری کے ساتھ

ہنہناتے ہیں اسمبلی میں نئے انداز سے
گیت گھوڑے گا رہے ہیں راگ درباری کے ساتھ

وہ جو "ٹن پرسنٹ" تھے اب "سینٹ پرسینٹ" ہوگئے
سر ہمارا جھک نہ جائے ان کی سرداری کے ساتھ

دل ہوا جذبوں سے عاری ، ہاتھ پیسوں سے تہی
کاٹتے ہیں جیب وہ مہنگائی کی آری کے ساتھ

حاکم و محکوم بس دو ہی تو طبقے ہیں یہاں
ایک میخواری کے ساتھ، اک مستقل خواری کے ساتھ

یک نکاتی لوٹنے کا لائے ایجنڈا ہیں سب
غنڈہ گردی عام ہے اب چور بازاری کے ساتھ

دیگ ہے حلوے کی اور ہے "فضلِ رحمانی" بہت
مولوی کھائیں نہ کیوں ہوکے کی بیماری کے ساتھ

ہے زمیں اپنے وطن کی ساری اپنی ملکیت
"خاکیوں" کی نبھ رہی ہے خوب پٹواری کے ساتھ

کیا بنے گا اس کا جس کے رہنما ہوں راہزن
ہاتھ سارے کر گئے اس قوم بیچاری کے ساتھ

ہو گیا پٹرول مہنگا اب تو پیدل ہی نکل
کار گھر پر ہی کھڑی رہنے دے بیکاری کے ساتھ

گارڈ آف آنر تو مل سکتا نہیں تنگ دست کو
دفن ہی کر دیجیے اعزازِ سرکاری کے ساتھ

ہم تو مظہرؔ ڈاکٹر شاعر تمہیں سمجھے تھے پر
ڈال دی تم نے سیاست اس میں فنکاری کے ساتھ

مانگا تھا دِل اکیلا ، وہ آیا دلہن سمیت
اِک پاؤ چیز ہم کو ملی چار من سمیت

کیسا تھا وصل جس میں whistle بھی نہ بج سکی
مجھ سے وہ ملنے آئی تو ، لیکن کزن سمیت

پھر جیل خانے میں ہوا برپا مشاعرہ
شاعر جو بند ہو گئے شعر و سخن سمیت

لائے ہیں باڈی گارڈ بھی ہمراہ آج وہ
اُن کا شکار کون کرے ٹارزن سمیت

نوکر کی بھوک ہم پہ کھلی نیم شب کے بعد
ہم نے کچن میں پکڑا جو اس کو چکن سمیت

مظہر نہ آج جامے سے باہر نکل سکا
اچکن میں بند ہو کے وہ آیا بٹن سمیت

محبت میں جو دل کا تار کھسکا
تو پٹڑی سے ہمارا یار کھسکا

پڑے ہیں اوڑھ کر دنیا کی خبریں
ہمارے منہ سے مت اخبار کھسکا

ہمیں ''لارے'' دیئے سارے سفر میں
جو منزل آئی تو سالار کھسکا

کہا مجنوں نے اب ہمت نہیں ہے
ذرا آ سایۂ دیوار کھسکا

بہانے نرس سے ملنے تھا آیا
جو پہنچا ڈاکٹر ، بیمار کھسکا

زمانے کی ہوا کے رخ کو دیکھا
جو بدھو تھا رُکا ، ہشیار کھسکا

عجب منظر ہمیں آیا نظر وہ
جو اُن کا جبّہ و دستار کھسکا

پڑا چھاپہ تو بس ہم ہی پھنسے تھے
چھپا ساقی ، ہر اِک مے خوار کھسکا

مجھے کھانے کی دعوت دے کے یارو
سرِ بازار میرا یار کھسکا

کہیں پہچان لے اُس کو نہ مظہر
جو آیا چور ، تھانیدار کھسکا

کیا مُلّا نے یوں ایمان پُختہ
کہ سالم کھا گیا ہے ران پختہ

جو اس کے ہجر میں پیلے پڑے ہم
جگر میں ہوگیا یرقان ، پختہ

کمر ٹوٹے گی اب تو عاشقوں کی
کہ اس کے گھر کی ہے ڈھلوان پُختہ

کہاں سے آئے وہ سوندھی سی خوشبو
ہوئے ہیں گھر کے سب دالان پختہ

طمانچہ منہ پہ مارا ہے ہمارے
حسینہ نے کیا چالان پختہ

کھلا بھی دے مجھے کمبخت دنبہ
کوئی تو ڈش ہو دلبر جان پختہ

کھلیں اُلفت کے کیسے پھول مظہر
ہیں اس ظالم کے دل کے لان پختہ

یہ بتانے کے لئے ہیں نہیں بیکار کے سینگ
عیدِ قربان پہ بکرا بھی گیا مار کے سینگ

دام بکرے کے بتائے جو بکروال اسے
یوں لگے جیسے کہ سر پر ہوں خریدار کے سینگ

لائے تھے آپ حکومت میں انہیں چاؤ سے
کھایئے مل کے اب آرام سے سرکار کے سینگ

عیدِ قرباں کا نتیجہ ہے یہ بیماری نہیں
دیکھ کر شاخوں کو کہتے ہیں وہ اشجار کے سینگ

کتنے سادہ ہیں جو یہ بات سمجھتے ہی نہیں
تاجِ جمہوری کے اندر ہیں اُس عیار کے سینگ

سب محبت کی فسوں کاری میں چھپ جاتا ہے
عقد کے بعد نظر آتے ہیں دلدار کے سینگ

مارتا اب ہے ہمیں وہ جو کبھی چپ چپ تھا
ٹی وی کی شکل میں اُگ آئے ہیں اخبار کے سینگ

پارلیمنٹ کی بلڈنگ بھی نہ چھوڑے گی انہیں
گر نکل آئے کہیں واں درو دیوار کے سینگ

ہو نہ جائے کہیں لاچار نہ کر چار کی بات
کیسے کھائے گا لگے تجھ کو اگر چار کے سینگ

بات میٹھی انہیں اپنوں کی بری لگتی ہے
اور نظر آتے نہیں ہیں کبھی اغیار کے سینگ

جانور مل نہ سکا کوئی بھی قربانی کا
کھا کے لوٹے ہیں ابھی بیلِ طرح دار کے سینگ

اقوال ہیں قائد کے فرامین سے آگے
کوّے ہوئے اقبالؔ کے شاہین سے آگے

قانون تو موجود ، عمل اس پہ ہے مفقود
افراد یہاں پر ہیں قوانین سے آگے

عاشق تھا تو بھاگے تھا خواتین کے پیچھے
شادی شدہ ہے بھاگے خواتین سے آگے

بیگم نے کہا دادِ سخن سے نہ بھرے پیٹ
کچھ اور بھی لا ، داد سے ، تحسین سے ، آگے

سوتے ہیں بڑے چین سے کب فکر ہے کوئی
ہے عزم مگر جائیں گے ہم چین سے آگے

گردن کی اکڑ دیکھو تو جاتی ہی نہیں ہے
کنگلے ہیں مگر چال سلاطین سے آگے

گر طرح کا مصرع ہو تو ہو فکر طرحدار
ہے شاعری کچھ اور بھی تضمین سے آگے

"ریموٹ" کی تیزی کا بٹن تیز کریں وہ
بے چین ہیں کیا آئے گا اس سین سے آگے

تیار ہوئے دولہا بھی اب پارلروں میں
اس دوڑ میں کل ہوں گے خواتین سے آگے

چھ میل کی تحریر سے بہتر ہیں یہ دس گز
لکھے کوئی پطرس کے مضامین سے آگے

آسان نہیں طنز و ظرافت کی یہ راہیں
کچھ لوگ نکل جاتے ہیں چرکین سے آگے

شائد کہ اسی طرح پہنچ جائیں وہ پہلے
مظہر بھی ہیں گھوڑے پہ تنے زین سے آگے

بات سیدھی ہے ، نہیں کوئی فسانہ اُلٹا
آ گیا اب تو مری جان زمانہ اُلٹا

مونچھ، داڑھی نہ تھی زلفیں تھیں پسر کی' اس پر
''بوائے ۔ کٹ'' کر کے چلی آئی ریحانہ اُلٹا

کل تلک ڈالتے تھے لڑکے ہی ان کو دانہ
آج کل ڈالتی ہیں لڑکیاں دانہ اُلٹا

خط جو پھینکا تھا اُسے باپ نے فٹ کیچ کیا
وائے قسمت کہ لگا میرا نشانہ اُلٹا

بھاگ نکلے نہ وہ پچھلے کسی دروازے سے
جانب کوچۂ جاناں ہو روانہ اُلٹا

اختراع کرتے رہے ایک بہانہ شب بھر
کر دیا اس نے وہی ہم سے بہانہ اُلٹا

اُلٹی آ جاتی ہے گر ہوں کہیں باتیں اُلٹی
نہ سُنا ہم نے کسی سے بھی، کہا نہ اُلٹا

سیدھا رستہ جو دکھائیں تو نہ مانیں اس کو
اب تو مظہر کو وہ کہتے ہیں دوانہ الٹا

جس شخص نے لٹکایا ہمیں دار کے اوپر
دِل آیا تو آیا اُسی دلدار کے اوپر

رستے میں مرے گھر کے ہیں آلائشیں گھر کی
آنا ہے تو آجاؤ یہاں کار کے اوپر

بستر بھی نہ تھا گو کوئی بیمار کے نیچے
غُصّہ تھا مگر نرس کو بیمار کے اوپر

بڑھ جائے گی پھر عشق کے بازار کی مندی
لگ جائے اگر ٹیکس یہاں پیار کے اوپر

اِک عقد ہی کافی ہے یہی عُقدہ کھلا ہے
مہنگائی میں اک شوہرِ لاچار کے اوپر

اِس دورِ گرانی میں خود ہی مولوی صاحب
پابندی لگائیں گے کڑی چار کے اوپر

ہنس دیتا ہے ہر بات پہ وہ پیار سے مظہرؔ
غُصّہ نہیں آتا ہے ہمیں یار کے اوپر

دے دے رشوت کا مال چپکے سے
مجھ کو کردے نہال چپکے سے

ہے "کرپشن" کا "آپشن" اچھا
اس کو کر "استمال" چپکے سے

لب لعلیں نہیں، ہے پان کا عکس
اب تو نظریں نہ ڈال چپکے سے

شور کر کے اُسے کیا "ڈِس مِس"
ہوگیا وہ بحال چپکے سے

ممتحن سے جو کرلیا سودا
حل ہوا ہر سوال چپکے سے

کام اپنا کرا کے چھوڑوں گا
مجھ کو ہرگز نہ ٹال چپکے سے

کھا گئے خود تو وہ چکن برگر
ہم کو پکڑا دی دال چپکے سے

دیکھتے ہیں انہیں کنکھیوں سے
پھر گراتے ہیں رال چپکے سے

اب بہ بانگِ دہل وہ مانگتے ہیں
کب وہ لیتے ہیں مال چپکے سے

ہو نہ جائے خبر زمانے کو
مجھ کو کر فون کال چپکے سے

لُوٹ کر لے گیا ہمارا دِل
صاحبِ خوش جمال چپکے سے

کچھ پتہ ہی نہیں چلا مظہؔر
گزرے یوں ماہ و سال چپکے سے

مجھے یقیں ہے کہ تیرا دمہ بگڑ جاتا
جو تیرے سامنے ہم ذکرِ رنگ و بو کرتے

تو چھینک چھینک کے بے حال دیر تک رہتا
"یہ آرزو تھی تجھے گُل کے رو برو کرتے"

خوشا نصیب کہ تو ہے مریضِ ایلرجی
مطب میں آئے گا اب میرے ہاؤ ہو کرتے

فراقِ یار میں آنسو بہانا آساں تھا
جو یاد آتی تو بیٹھے فلو فلو کرتے

پلا دے شربتِ دیدار مت کھِلا نسوار
وگرنہ آؤں گا سڑکوں پہ آخ تھو کرتے

جو چیخ چیخ کے لڑتے تھے اپنی بیوی سے
گزرتی گھر میں ہے ان کی بہو بہو کرتے

سُنی جو آہ تو معشوق ہنس کے یہ بولے
جو درزی ہوتے تو ہم زخمِ دل رفو کرتے

چُرا کے بھاگ گیا وہ تمام جوتے نئے
نمازی رہ گئے سارے وہاں وضو کرتے

بہت آرام سے ہو جاتی ہے زر کی چوری
ہو نہیں سکتی مگر علم و ہنر کی چوری

ہم تو پھرتے ہیں لگائے ہوئے کالی عینک
کیسے پکڑے گا کوئی دیدہء تر کی چوری

گھر کی ہر چیز پہ رکھتی ہے پڑوسن نظریں
آنکھ ہی آنکھ میں کرتی ہے وہ گھر کی چوری

ہسپتالوں سے ہوا ان کا فزوں اور بھی ڈر
نرسری سے جو ہوئی ان کے پسر کی چوری

جس کو تضمین یہاں کہتے ہیں سارے شاعر
در حقیقت ہے وہی مصرعِ تر کی چوری

ہو گئی پیدا جو بے بی یہ تری ٹیسٹ ٹیوب
اب یہ ممکن ہے کہ ہو جائے بشر کی چوری

اب پکڑ سکتے نہیں بھائی یا ابا تیرے
پسِ عینک ہے چھپی میری نظر کی چوری

آپریشن میں ہوئی دھاندلی مظہرؔ ایسے
ڈاکٹر پکڑا گیا کرتے جگر کی چوری

یہ اکثر دیکھتے ہیں دوستو سنسار کے وچ میں
کہ اپنے چھڈ کے نس جاتے ہیں سب منجدھار کے وچ میں

میں لکھنو سے کراچی آ گیا لاہور کے رستے
جو پاجامے کو چھوڑا پھنس گیا شلوار کے وچ میں

ہے پنجابی زبانِ یارِ من اور میں ہوں اردو داں
پسوڑی پے گئی ہے مجھ کو اب اظہار کے وچ میں

نہ مینوں ویکھ ظالم اس قدر خونخوار نظروں سے
ملادے کچھ محبت ، شربتِ دیدار کے وچ میں

نہ سجے ہتھ کو جائیں گے نہ کھبے ہتھ کو جائیں گے
فقط بیٹھے رہیں گے ہم ترے دربار کے وچ میں

چھپا کر ہم الگ رکھتی ہے اب نسوار کی ڈبیا
نہ جانے کیا ملادے ظالماں نسوار کے وچ میں

بڑی مشکل سے سمجھایا کلینک کا انہیں رستہ
مگر پہنچے وہاں پر عین وہ اتوار کے وچ میں

مجیؔد ایسی غزل لکھ لائے ایوانِ ظرافت میں
کہ ہم نے بھی کہا گپ شپ کریں اشعار کے وچ میں

سمجھ آوندی اے گل تو فکر بالکل مت کرو مظہر
ملا دو اردو پنجابی کو اب اشعار کے وچ میں

سنا سنا کے لطیفے بنا لطیفہ میں
مشاعرہ تو چلو پھر بھی میں نے لوٹ لیا

رکھے نہیں ہیں ہاتھ کمر پر بلا وجہ
وہ چل دیے ہیں ہاتھ جما کر بلا وجہ

بولا یہ ڈاکٹر کہ ہے پرہیز وزن سے
مصرع نہ اب اٹھانا سخنور بلا وجہ

جھگڑا کریں گی مل کے بہو ساس اور نند
پھنس جائیں گے لڑائی میں شوہر بلا وجہ

اک نوٹ کی جھلک سے وہ سب کام ہوگئے
ہفتے ہوئے تھے ضائع کہ جن پر بلا وجہ

چکر ہے اس میں کوئی میاں ، ہوشیار باش!
آتے نہیں ہیں بیوی کو چکر بلا وجہ

ہے پیٹ بھی بھرا ہوا بھل ہے پلیٹ بھی
ہم منہ چلاتے رہتے ہیں اکثر بلا وجہ

مطلب کی بات ہوتی نہیں ہے کوئی مگر
کرتے ہیں فون وہ متواتر بلا وجہ

مجمع لگانا ٹھہری جو عادت تو کیا کریں
یہ فرض ہے کہ دیکھیں وہ رُک کر بلا وجہ

تعلقات حسینوں سے عام پیدا کر
دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر

کبھی بھی محنت و جدوجہد کو منہ نہ لگا
سفارشوں کے سہارے مقام پیدا کر

جدید دور کے بے روزگار گلشن میں
ٹیوشنوں سے مئے لالہ فام پیدا کر

جو امتحان میں دِقت کا سامنا ہو کہیں
نقل لگا کے دبستاں میں نام پیدا کر

مجھے یقین ہے تو کامیاب ٹھہرے گا
منسٹروں سے دعا و سلام پیدا کر

یہ نوجوان تو بس ڈگریوں کے طالب ہیں
سند کے ساتھ جہالت کی شام پیدا کر

جو دو قدم بھی سہارا کسی کو دے نہ سکیں
نشاط و عیش کے ایسے غلام پیدا کر

یہ درس دے گیا کرکٹ کا کپ ہمیں مظہر
کتابیں چھوڑ دے کھیلوں سے دام پیدا کر

ظریفانہ ائے ہنسا کر چلے
نظمیں
منتشر افکار کو یک جان کرتے جایئے
دورِ بد نظمی میں مظہرؔ نظم لکھتے جایئے
١٦٠
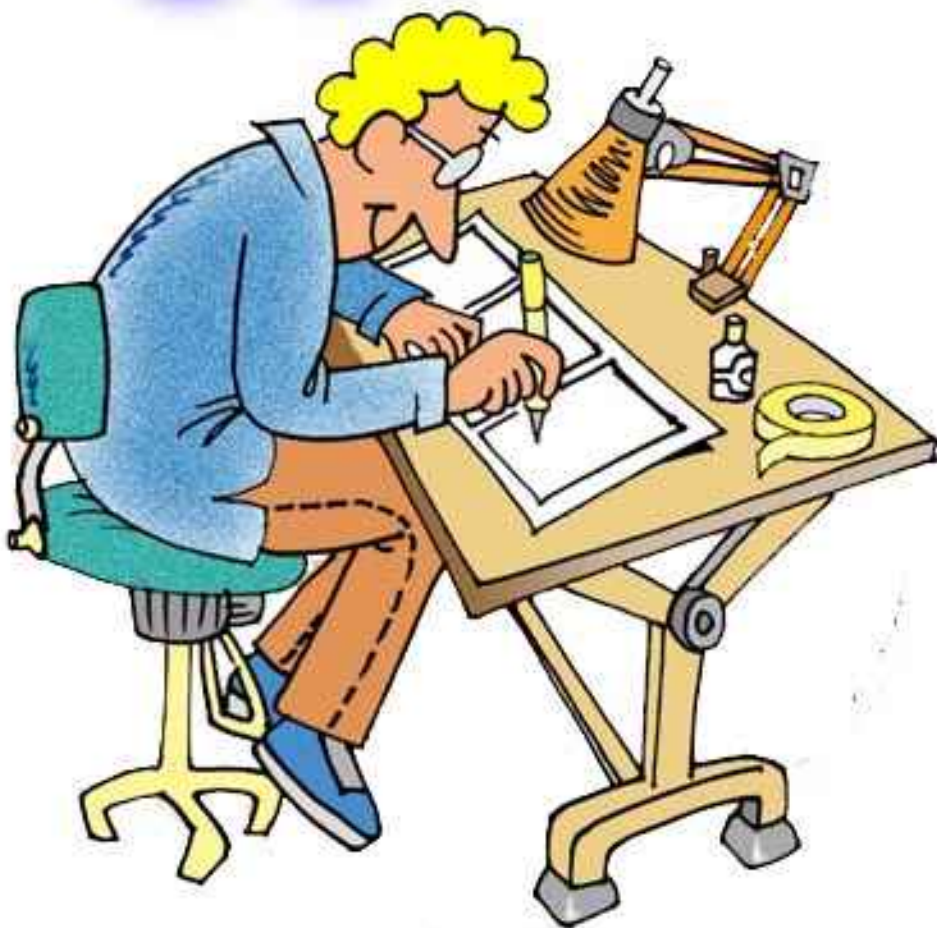
بیوٹی پارلر میں

(بیوٹیشن سے دلہن کی گزارش، علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ)

دورِ خزاں کو اس طرح موسمِ پُر بہار کر
''میں ہوں خذف تو تُو مجھے گوہرِ شاہوار کر''
دیکھیں جو وہ تو دنگ ہوں ، ایسی دلھن بنا مجھے
''ہوش و خرد شکار کر ، قلب و نظر شکار کر''
حُسنِ نظر کے واسطے میک اپ کی تہہ پہ تہہ چڑھا
مجھ کو بھی بے قرار کر ، اُن کو بھی بے قرار کر

زلفوں میں ڈال ایسے بل، شوہر اُلجھ کے گر پڑے
''گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر''
میک اپ کر احتیاط سے، ایسا نہ ہو کہ پھر کہیں
''آپ بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار کر''
غازہ لگا تو اس طرح ففٹی میں بیس کم لگیں
''اِس دمِ نیم سوز کو طائرکِ بہار کر''
یوں ڈینٹ پینٹ کر مجھے، ہرگز نہ ہو خبر انہیں
نمبر پلیٹ کو مری رکھ دے کہیں اتار کر
آساں نہیں سنگھار یہ، کر اس کو دیکھ بھال کے
مجھ کو نہ ایسے چھوڑ دے دو چار ہاتھ مار کر
پلکیں بھی سب ٹکی رہیں، ناخن بھی سب جمے رہیں
سچائی کو چھپائے جا، باطل کو آشکار کر
جب تک کہ واپسی نہ ہو میرے شباب وحسن کی
گاہک نہ کوئی دوسرا میرے سوا شکار کر
یہ کیا کہ مجھ کو چھوڑ کر اُس کو بناتی ہے دلھن
''یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بے کنار کر''
ٹائم پہ بھیج دے مجھے ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں
''کارِجہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر''

ککڑوں کوں

(احمد فراز سے معذرت کے ساتھ)

مرغ کہنے لگا مرغی سے بصد رنج و ملال
''اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی قابوں میں ملیں''

کیا پتا گردشِ ایام کہاں لے جائے
جانے ہم دونوں کہاں، کون سے ''کھابوں'' میں ملیں

غوطہ زن ''قلزمِ یخنی'' میں بھی ہو سکتے ہیں
یہ بھی ہو سکتا ہے کل دونوں کبابوں میں ملیں

قورمہ میرا بنے ، زینتِ بریانی ہو تُو
اے خدا ہم نہ کبھی ایسے عذابوں میں ملیں

عین ممکن ہے کہ ہو فاتحہ خوانی ہم پہ
خاتمہ "ختم" پہ ہو اور ثوابوں میں ملیں

یا کہیں مولوی صاحب کے شکم میں اِک دن
ہم کو ہو حکم کہ اب دونوں حجابوں میں ملیں

اس سے پہلے کہ جدائی کا یہ موسم آئے
جانِ جاں آ ، اِسی دنیا کے خرابوں میں ملیں

وہ ہے پی۔ایچ۔ڈی ریاضی میں تبھی
بدلے اس نے ہم سے گن گن کے لئے

غزل کا اغوا

(اپنی غزل پہ تضمین دیکھ کراوریجنل شاعر کی فریاد)

یہ شور کرتا تھا شاعر غزل کے ایواں میں
چھپی ہے کیسے غزل میری اُن کے دیواں میں
وہ چاہے کرتے کسی بھی حسین پر قبضہ
انہوں نے کیوں کیا میری زمین پر قبضہ
ستم تو یہ ہے قوافی بھی سارے چھین لئے
بیچارا رہ گیا ہے صرف اپنی بین لئے
زمین میری ہے، اِس پر ردیف میرا ہے
کہ جو غزل کا ہے محور، ردیف میرا ہے

نہیں ہے کوئی بھی شعرِ نحیف قابلِ ذکر
غزل میں صرف ہے میرا ردیف قابلِ ذکر
اگرچہ لکھتے ہیں اس میں وہ اپنا افسانہ
مگر چرایا ہے میرا ہی سارا پیمانہ
گرہ لگائی ہے کچھ ایسے میرے مصرعے پر
مرے خیال کو اُلٹا کے رکھ دیا یکسر
کہیں تو نام پہ تضمین کے یہ کام کیا
کہ پورا مصرعے کا مصرعہ نگل لیا میرا
اُجاڑا اس طرح اشعار کا چمن میرا
کہ مجھ سے چھین لیا موضوعِ سخن میرا
"کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے"
کہ کیوں انہیں مرے مصرعے پہ حال آتا ہے
غزل کہی تھی فقط میں نے جانِ جاں کے لئے
لکھی نہ تھی کوئی یارانِ نکتہ داں کے لئے
جو شعر سرقہ ہوئے کو بہ کو تلاش کروں
"میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں"
سناؤں کس کو میں دُکھڑا، کروں میں کیا فریاد
وہ میرے حصے کی بھی کھا گئے ہیں ساری داد
رپٹ یہ درج کراؤں گا جا کے تھانے میں
کہ ڈالو چوٹے شاعر کو جیل خانے میں

بقرعید پہ خواب

تھا قصائی بیل میرا ، تھا یہ انقلاب اُلٹا
جو میں رات سویا اُلٹا تو یہ دیکھا خواب اُلٹا

چھری رکھ کے بیل یک دم ہوا گائے سے یوں گویا
کیا ذبح میں نے شاعر ، یہ ملا عذاب اُلٹا

ہے دل اس کا پارہ پارہ تو جگر بھی اس کا چھلنی
میں کباب کیا بناؤں ، ہوا دل کباب اُلٹا

نہیں اس کے سر میں بھیجہ ، اسے کس نے تجھ کو بھیجا
تھا سوال گرچہ سیدھا پہ ملا جواب اُلٹا

کہا گائے نے یہ ہنس کر تُو مریضِ دل ہے مسٹر
کیا پیش یہ تجھے کہ نہ ہو تُو خراب اُلٹا

یہ ہے منحنی سا شاعر نہ کولیسٹرول اس میں
"تو ہی ذبح کر کے کھا اور تو ہی لے ثواب اُلٹا"

سب شانتی ہے

برس بیس شادی کے اُن کے کڑے ہیں — کوئی دن نہ گزرا، نہ جب وہ لڑے ہیں
اسمبلی کے گویا مخالف دھڑے ہیں — ہمیشہ اُلٹ سمت دونوں کھڑے ہیں
اِدھر یہ اڑی ہیں اُدھر وہ اڑے ہیں — مگر پھر بھی دس بچے اُن کو پڑے ہیں

نہ یہ مانتے ہیں نہ وہ مانتی ہے
مگر لوگ کہتے ہیں، سب شانتی ہے

اگرچہ ہے "لائیف" بہت اِن کی سادہ — نہ بادی غذا اِن کی، ساغر، نہ بادہ
لڑائی میں پڑ جائیں یوں وہ مبادا — وہ باہر ہی رہتے ہیں گھر سے زیادہ
اچانک ہی ہوتا ہے ان میں "فسادہ" — وہ لڑتے نہیں ہیں کبھی بااِرادہ

اِسے یہ، نہ وہ اُس کو گردانتی ہے
مگر لوگ کہتے ہیں سب شانتی ہے

کبھی دیر سے گھر میں آنے پہ جھگڑا — کبھی بینگنوں کے پکانے پہ جھگڑا
کبھی اتنا تھوڑا کمانے پہ جھگڑا — کبھی بے سرے گیت گانے پہ جھگڑا
غزل پر، کبھی ہے فسانے پہ جھگڑا — یونہی بے سبب جی جلانے پہ جھگڑا

وہ "مردان" کا ہے یہ "پانی پتی" ہے
مگر لوگ کہتے ہیں، سب شانتی ہے

یہ پوچھا کسی نے ہے کب سے لڑائی — وہ بولے نہیں کوئی اب سے لڑائی
لڑیں جب سے آنکھیں ہے تب سے لڑائی — ہوئی جب سے شادی ہے سب سے لڑائی
عجم سے لڑائی، عرب سے لڑائی — ہے لوٹے سے چمٹے سے ٹب سے لڑائی

یہ چلاتے ہیں اور وہ ڈانٹتی ہے
مگر لوگ کہتے ہیں سب، شانتی ہے

چلے کیسے اب زندگانی کی لاری — پھنسی ان کے انجن کی ہے ہر گراری
نہ رکھتے ہیں آپس کی کچھ پردہ داری — ہر اک رازداں ہے، یہ ہے رازداری
انہیں کاٹے نااتفاقی کی آری — ہیں دونوں ہی صید اور دونوں شکاری

سرہانے پہ یہ ہیں تو وہ پائنتی ہے
مگر لوگ کہتے ہیں سب شانتی ہے

دُلارے یہ گھر کے تو وہ ہیں دُلاری — یہ ابا کے پیارے وہ اماں کی پیاری
نبھاتے ہیں آپس کی یوں رشتہ داری — مہینے میں ملتے ہیں دو چار باری
نتیجہ تھا یہ بعد رائے شماری — نہ یہ بازی ہارے نہ وہ بازی ہاری

وہ للکارتا ہے یہ پھنکارتی ہے
مگر لوگ کہتے ہیں سب شانتی ہے

فیس بک

جو بھی کرنی ہو پڑوسن سے وہ ہر اک بات ڈال
فیس بک پر اب محلّے بھر کے تُو حالات ڈال

ہو کہیں ختنے ، عقیقے ، عقد یا مہندی کی رسم
بے جھجک اب ساری تصویریں بہ عنوانات ڈال

اس گلوبل گاؤں میں ڈالے گا تجھ پر کون ہاتھ
بیچ جھگڑے میں کسی کے تُو بھی اپنی لات ڈال

داد لینی ہو تو دے ہر ایک کو اچھے "کمنٹس"
اور اس کے بعد اپنی ساری تخلیقات ڈال

اب کلیجی ، پھیپھڑے ، دِل ، بیچنا آسان ہے
آ کے انٹرنیٹ پہ جو چاہے وہ سوغات ڈال

دوستی آسان ہے بے چہرگی کی آڑ میں
بن کے تُو اس کی سہیلی اپنے سب جذبات ڈال

چھینکنے اور کھانسنے تک ہر خبر اب نیٹ پہ ہے
گھر پہ اے اخبار والے اب نہ اخبارات ڈال

کون لے گا تجھ سے مظہر اتنی کڑوی ادویات
ان میں کچھ کُشتے حکیمی ، کچھ مُربّہ جات ڈال

بڑھاپے میں

مزے سے کھول کر دل ، لڑکیوں کو تک بڑھاپے میں
نہیں کوئی کرے گا تجھ پہ شک ، بے شک بڑھاپے میں

جو دل کرتا ہے ''دھک دھک'' لطف آتا ہے جوانی میں
بنا ''سگنل'' یہ اُڑ سکتا ہے کر کے ''بھک'' بڑھاپے میں

کمر جھکنے لگے تو ڈاکٹر صاحب سلامی لیں
اگر ''لک'' ٹھیک ہے سمجھو کہ ہے ''گڈ لک'' بڑھاپے میں

نشانِ ازدواجی زندگی زوجہ سے ہے ''بک بک''
سلامت ہو جو بیوی کرتی ہے ''جھک جھک'' بڑھاپے میں

نہیں اس عمر میں کرتا ہے کوئی عقل کی باتیں
کہ بنتا جاتا ہے ادراک بھی ادرک بڑھاپے میں

کبھی گھٹنوں کے جوڑوں سے کبھی بے مہر مہروں سے
کبھی لاٹھی سے اٹھتی ہے صدا ''ٹک ٹک'' بڑھاپے میں

نہ ہوں گر دانت باقی تو ملے گا خاک آنتوں کو
چبانا ہو اگر مشکل تو کھا پالک بڑھاپے میں

نظارے کو سہارے ہوتے ہیں درکار اب دو دو
کہ عینک کو لگا کر ڈھونڈیں اب عینک بڑھاپے میں

ہے بوڑھے حافظے کا تو خدا ہی حافظ و ناصر
یقیں ہوتا ہے کم ، بڑھتا ہے لیکن شک بڑھاپے میں

قطار اپنی جدا بنتی ہے ، باری جلدی آتی ہے
یہی اِک چیز اچھی لگتی ہے اب تک بڑھاپے میں

طبیعت چڑچڑی اچھی نہیں ہوتی کبھی مظہر
محبت کو بنا لیں جزوِ لاینفک بڑھاپے میں

چلغوزے

دُکھی دِل کی پکار چلغوزے — حسرتوں کا مزار چلغوزے

جیب پر بن کے بار چلغوزے — کر گئے تار تار چلغوزے

چھیل کر ان کو چھل گئے ہم بھی — کر گئے یوں فگار چلغوزے

چھلکے چھیلے نہ ہاتھ آیا کچھ — ہائے بے اعتبار چلغوزے

دل رُبا ، جان کو نثار نہ کر — ہم پہ کردے نثار چلغوزے

زینتِ میوہ ہیں نہ کھا ان کو — ہیں برائے سنگھار چلغوزے

بیگمیں چاروں لے اُڑیں اک اک — گھر میں لایا تھا چار چلغوزے

ہم تو الغوزہ ہی بجاتے رہے — کھا گیا نابکار چلغوزے

میری عسرت کی ہے چغل خوری
کر گئے مجھ کو خوار چلغوزے

توند نامہ

پیچھے پیچھے ہم چلیں اور آگے آگے جائے توند
ہم گلے ملنا جو چاہیں پیٹ سے مل جائے توند
ایک موٹا دوسرے کی اس طرح سہلائے توند

توند سے گو جسم سارا ہوگیا بے ڈول ہے
آگیا ہم کو یقیں لیکن کہ دنیا گول ہے

توند موٹاپے کے رستے کا وہ سنگِ میل ہے
دور سے ہی دیکھ کر جس کی عیاں تفصیل ہے
اس سے بہتر سوجھتی ہرگز نہیں تمثیل ہے
جسمِ انسانی ہے یا اک تھلتھلاتا فیل ہے

جو سمٹ سکتی نہ ہو، ہر سمت پھیلے توند ہے
پیٹ جو ہر ایک حد کو پار کرلے توند ہے

مت بڑھا تو پیٹ اتنا اس کے پھیلاؤ سے ڈر
توند موٹاپے کا ریڈ سگنل ہے تھم تھم کر گذر
چھوڑ دے قد ناپنا، "پیائشِ توند" آج کر
اِس کو کم کرنے کی خاطر دوڑ تو شام و سحر

مہر و ماہ و مشتری کو آج پیچھے چھوڑ دے
توڑ دے ریکارڈ سارے بھاگنے کے توڑ دے

تیری بیماری کا ذمہ دار ہے تیرا کچن
یعنی بریانی ،نہاری، قورمہ، کٹلس، چکن
اور اس پہ تیری ہر اک چیز کھانے کی لگن
ہے علاج فربہی تیرا کہ تو سی لے دہن
فیس لے کر یوں ہوا تھا ڈاکٹر محو سخن
"تُو اگر اپنا نہیں بنتا نہ بن میرا تو بن"

توند سے گر پینٹ پھسلے ڈگمگائے کائنات
باندھ لو "گیلس" تو کم ہو جائیں ایسے حادثات
اب بھی مظہر ہے یقیناً قولِ فیصل کو ثبات
جتنی بڑھتی بیلٹ ہے اتنی ہی گھٹتی ہے حیات
کیا بتائیں آج کل کس چیز کا کیا بھاؤ ہے
زندگی کیا ہے ، فقط اِک توند کا پھیلاؤ ہے

مرغی نامہ

(پچھلے دنوں دنیا کے کئی ممالک بشمول پاکستان میں، مرغیوں میں برڈ فلو کی بیماری پھیلنے کے سبب لاکھوں مرغیاں تلف کرنی پڑیں، اور اس کی وجہ سے مرغیوں کی قیمتوں میں بھی اچانک اتنی کمی واقع ہوگئی کہ غریب عوام بھی بہ آسانی اس سے کچھ عرصے کے لئے لطف اندوز ہوسکے۔ یہ اشعار اسی پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔)
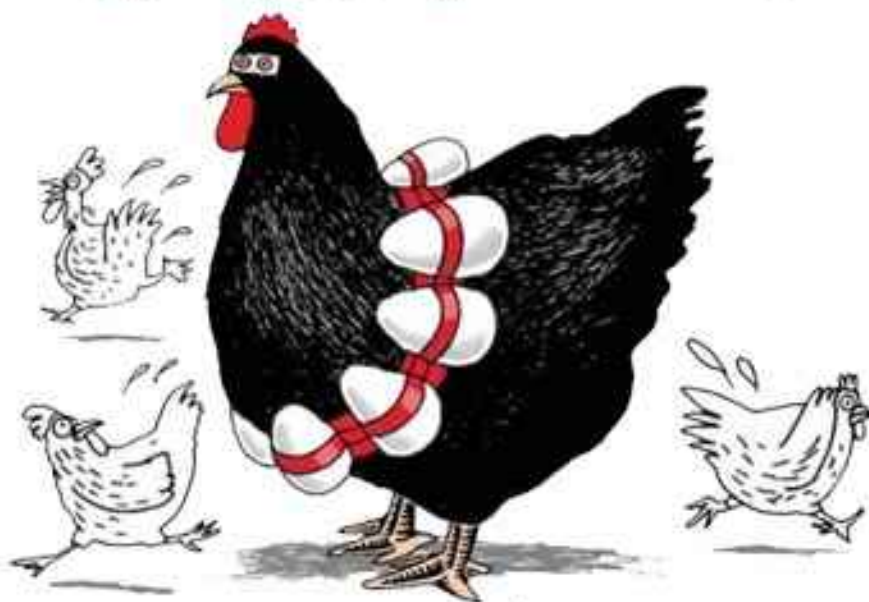
گرانی کر نہ سکی تھی جو رام مرغی کو
ترس گئے تھے ہمارے عوام مرغی کو

لگا سکا تھا، نہ کوئی لگام مرغی کو
کیا ہے "برڈ فلو" نے اب عام مرغی کو

اسی کے دم سے ہیں مطبخ کی رونقیں ساری
مِلا ہے ارفع و اعلیٰ مقام مرغی کو

ہیں ایک ہم کہ جو انڈے بھی چھو نہیں سکتے
ہیں ایک وہ کہ تلیں صبح و شام مرغی کو

پروں نے، کلغی نے اور مل ملا کے پنجوں نے
کلو بنا دیا چھ سو گرام مرغی کو

چکن پلاؤ، چکن سوپ اور چکن برگر
پکائیں جس طرح اب چاہیں خام مرغی کو

چکن کے کپڑے پہن کر وہ خوب اترائیں
ملا نہ ایسا کبھی احتشام مرغی کو

یونہی تو کہتے نہیں ہم کو مِلّتِ بیضا
اُڑا کے انڈے، کریں ہم سلام مرغی کو

لڑے جو خوان پہ آپس میں آج دو مُلّا
سنا ہے کر گئے ہیں وہ حرام مرغی کو

ٹھہر کے آج ذرا تو مزاجِ "شیور" دیکھ
لگا نہ ہاتھ یوں نازک خرام مرغی کو

سناؤں گا یہ غزل آج جا کے ڈربے میں
پسند آئے گا میرا کلام مرغی کو

شکم زدوں کے ہے لب پر یہی دُعا مظہر
سدا رہے یونہی نزلہ زکام مرغی کو

پیوند کاری

تمنا تھی کہ ہم زندہ رہیں روزِ قیامت تک
کئی صدیوں پہ پھیلا تھا اسی ارمان کا نقشہ
تگ و دو کر کے ہر اک بار دیتے موت کو دھوکا
بدل لیتے کبھی کمرے ، کبھی دالان کا نقشہ
نہ آنکھیں اپنی ذاتی تھیں ، نہ گردہ ، دل ، جگر اپنا
کہ سرجن نے بدل ڈالا تھا جسم و جان کا نقشہ
مگر کب بچ سکا ہے موت سے کوئی جو ہم بچتے
اجل آئی تو رکھا رہ گیا سب جان کا نقشہ
فرشتے نامۂ اعمال لے کے پہنچے مشکل سے
کہ گڈمڈ ہو گیا تھا ان سے قبرستان کا نقشہ
شکائت کر کے پھر کہنے لگے یہ ہے عجب مشکل
کہ منظر تو تو ہے بکھرے ہوئے سامان کا نقشہ
بھلا دیکھو تو دھوکا دے رہا ہے ہم فرشتوں کو
لگا کے اعضاء لوگوں کے، ہے بدلا جان کا نقشہ

ہوئی ہے سرجری چہرے کی ، ہر اک نقش بدلا ہے
نہ پہلا سا وہ جبڑا ہے ، نہ وہ دندان کا نقشہ
بنی تھی جو ازل میں شکل تیری وہ کہاں پر ہے
نہ ویسی ناک تیری ہے ، نہ ہے وہ کان کا نقشہ
ہے قوسوں ، دائروں ، اور مستطیلوں میں کوئی گڑبڑ
کمر کے پیچ وخم میں ہے کسی کوہان کا نقشہ
کمالِ دستِ سرجن ہے کہ ہے یہ موت کی وحشت
کہ لگتا اجنبی سا ہے تری مُسکان کا نقشہ
تو انٹرنیشنل ہے ، تیرا ایڈریس گو مقامی ہے
بڑی مشکل سے سمجھا تجھ سے بے ایمان کا نقشہ
سری لنکا سے آنکھیں لیں ، کینیڈا سے جگر بدلا
ہے دل انگلش ، بنا ہے جس پہ انگلستان کا نقشہ
بڑا دل گردہ ہے تیرا ، ہوا جب فیل یہ گردہ
تو پیسے دے کے بدلا تو نے اپنی جان کا نقشہ
لٹائی اپنی دولت ، جان تیری بس رہے باقی
نہ جانے ذہن میں تھا نقش کس سلطان کا نقشہ
مگر تو بچ کے جائے گا کہاں پیوندِ انسانی
بنائیں گے تجھے ہیروشما ، جاپان کا نقشہ
سزا ایسی ملے گی سارے اعضاء کے عوض تجھ کو
کہ تجھ کو یاد آ جائے گا چولستان کا نقشہ
حساب اعضاء کا تجھ سے لیں گے ہم بالکل الگ سارا
خدا بننے چلا تھا خودبخود نقشہ بدل ڈالا

ادبی محبوبہ

جھیل کی گہرائی ہو رُخ پر کہیں
پلکیں بڑھ جائیں کہیں حد سے اگر
گر کھلیں ہوں سُرخ ہونٹوں پر گلاب
گال کی جا پر اگر ہوں سیب دو
لڑیاں موتی کی ہوں دانتوں کے بجائے
مرمریں ہو جسم تو کیسا لگے
ہو صراحی پتلی گردن کی جگہ
پیاس بجھ جائے گی ایسے دید کی
ہو اگر معشوق کی پتلی کمر
جسم دو حصوں میں یوں تقسیم ہو
سوچیے گر حسن شعلہ بار ہو
حُسن چھپ جائے بھیانک آگ میں

آنکھ کہلائے گی وہ ہرگز نہیں
بھاگیں عاشق ڈر کے اُن کو دیکھ کر
بوسہ دیں تو کانٹیں چبھ جائیں جناب
ایسے انساں کو شجر ہی پھر کہو
کیسے پھر کچھ آپ کا محبوب کھائے
سِل ہو پتھر کی تو کوئی کیا کرے
کیا کریں گے آپ اُس محبوب کا
یاد آئی تو صراحی دیکھ لی
پیٹ کا تربوز ہی آئے نظر
ریڑھ کی ہڈی کی جس میں "بیم" ہو
ہر طرف حدت کی بس یلغار ہو
اور عاشق اُس جہنم میں جلیں

پڑھ کے تشبیہات یہ صورت بنے
نقش ابھریں ذہن میں اِک بھوت کے

روٹھی بیوی سے خطاب

(عبدالحمید عدمؔ سے معذرت کے ساتھ)

جو دیکھے تھے سپنے سہانے ترے — کہیں ہو گئے گم فسانے ترے

نہ پہلی سی اب وہ محبت رہی — نہ پہلے سے ہیں دوستانے ترے

"لڑائی کے منظر نگاہوں میں ہیں" — وہ کانوں میں گونجیں ہیں طعنے ترے

گئی مجھ سے لڑ کر مری جان کیوں — بتا حکم میں نے نہ مانے ترے؟

اگر کام سے تھک گئی ہے بتا
دبانے کو آ جاؤں شانے ترے

"بس اک داغِ چمٹا مری کائنات"
جبیں پر رقم ہیں فسانے ترے

ہرے زخم کرنے مرے پاس آ
کہ تازہ ہوں پھر تازیانے ترے

مرا گھر چلے گا یہ کیسے بتا ؟
جو میکے میں ہوں گے ٹھکانے ترے

ترے بعد ہنگامہ کرتے ہیں سب
یہ چھوٹے، بڑے، درمیانے، ترے

عجب مارا ماری ہے گھر میں بپا
ہے رضیہ کو مارا رضا نے ترے

تبسم کی چُسنی کہیں کھو گئی
وہ اب گا رہی ہے ترانے ترے

اُدھیڑا ہے تکیہ لڑائی میں یوں
لگے روئی بچے اُڑانے ترے

تہی چادروں سے ہیں بستر تمام
زمیں پر پڑے ہیں سرہانے ترے

ہے مشکل کہ مل جائیں برتن وہی
جو سیٹ توڑ ڈالے ردا نے ترے

بتا اب کہاں سے یہ سب آئے گا
نہ میرے، نہ ہیں کارخانے ترے

ہے چھوٹا بہت چیختا پیٹتا
بڑا مجھ کو دیتا ہے طعنے ترے

ہیں سب بچے تیری طرح بے سُرے
وہ روئیں تو یاد آئیں گانے ترے

کوئی حکم اب مانتا ہی نہیں
نہ میری کچہری، نہ تھانے ترے

خدارا مجھے بخش دے کچھ سکوں
تجھے ہوں مبارک خزانے ترے

میں کل بھی تجھے لینے آیا تھا گھر
نہ گھسنے دیا تھا چچا نے ترے

مری جان اب رُوٹھنا چھوڑ دے
مجھے آگئے ناز اُٹھانے ترے

کروں گا نہ کوئی ستم جانِ جاں
میں گاتا رہوں گا ترانے ترے

مفت خور

سحر سے شام تک میں اینڈتا بستر میں رہتا ہوں
مجھے مل جائے سب کچھ مفت اس چکر میں رہتا ہوں

ہے ڈر مجھ کو نہ رشوت کا نہ ہے خوفِ غلط کاری
کہ میں تو مفت خورا ہوں ، فریبِ زر میں رہتا ہوں

دہن میرا ہو ، اُن کی جیب ہو پھر غم نہیں کوئی
میں شہ سرخی نہیں بنتا ہوں پس منظر میں رہتا ہوں

تلاشِ رزق میں خواری کرو تم مفت خوری میں
پھر اس کے بعد مل بیٹھیں اسی چکر میں رہتا ہوں

نہیں رکھتا ہوں یونہی میں ہر اک سے دوستی یاری
ردائے خوش مزاجی اوڑھ کر ہر گھر میں رہتا ہوں

نہیں دیوار و در اپنے ، کریں گلکاریاں بچے
ہو بیڑا غرق ، میرا کیا؟ کب اپنے گھر میں رہتا ہوں!

سواری کے لئے میں ڈھونڈتا ہوں نت نئے رستے
تلاشِ اسپ میں ، گاہے تلاشِ خر میں رہتا ہوں

وہ سر کو لاکھ جھٹکیں اب نہیں اُن کو مفر مجھ سے
میں سر کا درد بن کر اب تو اُن کے سر میں رہتا ہوں

چپک جاتا ہوں جب اُن سے ، جُدا وہ کر نہیں سکتے
وہ ایسا کوٹ ہیں کہ جس کے میں استر میں رہتا ہوں

ترقی کی مجھے خواہش نہیں کوئی، یونہی خوش ہوں
میں جس ''کیڈر'' میں آیا تھا، اُسی ''Cadre'' میں رہتا ہوں

دروغ گوئی جو ہوجائے ختم دنیا سے
تو پھر جہاں میں کوئی کاروبار ہی نہ رہے

رمضان نامہ

نہ کوئی آؤ بھگت ہے نہ دعوتِ افطار
ہے شاعروں کے لئے صرف دعوتِ افکار

نہ روزہ ٹوٹا ہمارا نہ کچھ گناہ ہوا
کہ ہم نے خواب میں لے لی تھی سگرٹ اور نسوار

بھرا ہے پیٹ بھی اُس کا، پلیٹ بھی "فُل" ہے
غریبِ شہر کے روزہ زدہ ہیں لیل و نہار

نہ آنکھ کا ، نہ زباں کا ، نہ کان کا روزہ
شکم کو تالا لگایا ہے تا دمِ افطار

ہوا ہے مار کٹائی میں صبح سے مصروف
وہ جس کو نفس سے ہونا تھا برسرِ پیکار

نہال ہوگئے پی پی کے قطرے پولیو کے
ہے ان کے واسطے کیا خوب تحفۂ افطار

دکاں پہ دیکھا پکوڑوں کی ، جنگ کا منظر
گریباں چاک یہ عاشق نہیں ، ہیں روزہ دار

یہ ساہوکارِ غذا دُور سے نظر آئیں
ہیں جن کی میز پہ کھانوں کے ہر طرف انبار

بریک فیل ہوئے ہیں جو آج وقتِ طعام
غذا نگلنے کی پھر ہوگئی ڈبل رفتار

سنی یہ نظم تو سب روزہ دار بول اُٹھے
لگے گی پیاس ، دکھا اب نہ گرمئ گفتار

ہماری عید

عید ملنے کے لئے اتنا نہ جھک عید کے دن
کیا کرے گا جو تجھے پڑ گئی چک عید کے دن

بولیں بیگم کہ ذرا آج بناؤ روٹی
یا مجھے لا دو کہیں سے کوئی کک عید کے دن

لے اُڑے عیدی کی مد میں وہ مری ساری رقم
جیب اپنی ہوئی ہے اتنی سبک عید کے دن

کار بے قابو ہوئی اور تو آیا قابو
سنتری بولا "ذرا ٹھیک سے "ٹک" عید کے دن"

پسلیاں توڑ دیں ظالم نے بغلگیری میں
اُس کو کہہ بھی نہیں سکتا ہوں میں "رُک"! عید کے دن

شیروانی ہمیں درزی سے ملی عید کی شب
ٹوٹ کر اُس کے گرے سارے ہی بٹن عید کے دن

"میسجنگ" کرتے ہیں ای میل پہ، موبائل پہ
کھول کر بیٹھے ہیں اشعار کی بُک عید کے دن

دل کے خوش رکھنے کو مظہر نے غزل یہ لکھی
بے تکی شاعری میں ڈھونڈ نہ تک عید کے دن

پیدا بھی ہو

(اردو ادب میں بے شمار شاعروں نے خاندانی منصوبہ بندی والوں سے ساز باز کر کے بہت سے لاولد جوڑوں کے لئے مصیبت پیدا کر دی ہے، اور شوکت تھانوی اور اسد جعفری نے تو یہ نظم نامے بھی جاری کر دیے ہیں کہ "اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا نہ ہو"۔ بے اولاد جوڑوں کے لئے اسی زمین میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ یہ نظم حاضر خدمت ہے۔ شاید اسے پڑھ کر اسٹرائک پہ گئے ہوئے بچے اپنا احتجاج واپس لے لیں اور بے اولاد جوڑوں کے آنگنوں میں بھی بچوں کی معصوم کلکاریاں گونجنے لگیں۔)

اے مرے نخلِ عروسی کے ثمر پیدا بھی ہو
ہو گئی ہے باسی شادی کی خبر پیدا بھی ہو
کیا مجھے تڑپائے گا تو عمر بھر پیدا بھی ہو
دیر کافی ہو گئی ، لختِ جگر پیدا بھی ہو
آ بھی جا کہ منتظر ہے سارا گھر ، پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو

کب سے چھپتے پھر رہے ہیں خلق کے طعنوں سے ہم
دادا، دادی، نانا، نانی، پھوپھیوں، چاچوں سے ہم
اب تو ڈرتے بھی نہیں اتنا پولس والوں سے ہم
جتنا گھبراتے ہیں مل کر گھر کے مہمانوں سے ہم
پوچھتا ہے ہر کوئی تو ہے کدھر، پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو

ڈاکٹروں کی فیس بڑھتی جارہی ہے آئے دن
دندناتا پھر رہا ہے اُف یہ مہنگائی کا جن
تجھ کو آتی ہو اگر گنتی مری تنخواہ گن
آبھی جا کہ رو رہی ہے تیری ماں اب تیرے بن
''گائنی کالوجسٹ'' کی آہِ سحر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو

اُف سوائے تیرے ہم کو کچھ نہ آتا تھا نظر
دوڑتے تھے ڈاکٹروں کے پیچھے ہم شام و سحر
جو بھی کچھ کہتا اسی کو مان لیتے راہبر
آزمائے ہومیوپیتھ و حکیم و ڈاکٹر
تیری خاطر طے کیے کتنے سفر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو

ڈاکٹروں کے سخت نسخوں سے نہ کچھ لیکن ہوا
گولیوں سے اور ٹیکوں سے نہ کچھ لیکن ہوا
پھکیاں لے لیں حکیموں سے نہ کچھ لیکن ہوا
ہائے پیروں کی بھی پھونکوں سے نہ کچھ لیکن ہوا
اے خدا ان کی دعاؤں میں اثر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو

اب تو بس گھبرا گئے ہیں جعلی ہتھکنڈوں سے ہم
تھک گئے ہیں پیر کے تعویذ اور گنڈوں سے ہم
ہوگئے بیزار ہیں اب سارے مشٹنڈوں سے ہم
گر ہمارے بس میں ہو پیٹیں انہیں ڈنڈوں سے ہم
کچھ بڑھا ہمت ہماری چارہ گر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو

مانتا گر تو نہیں تو کیوں نہ پھر ایسا کریں
ٹیوب میں سب لوگ کہتے ہیں تجھے پیدا کریں
ڈاکٹر سارے مصر ہیں یہ عمل پورا کریں
بس وہیں پر اب تجھے سیدھا کریں الٹا کریں
ٹھوکریں کھانے سے پہلے چل ادھر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو

غم مرگ

رو رہے تھے ایک صاحب قبر پر
آنسوؤں سے تر تھا روئے غم زدہ
کہہ رہے تھے ''اس قدر جلدی میں تم
کیوں سدھارے ہو جہاں سے کج ادا''

اک ادائے مرگ سے ظالم ہمیں
مبتلائے صد مصیبت کر گئے
چل دیئے اپنی نشانی چھوڑ کر
ہائے ہم ہی کیوں نہ رحلت کر گئے

پوچھا "فرقت کس کی دل کو کھا گئی
لب سے کیوں اٹھتی ہے نوحے کی صدا
کس کے مرقد پہ ہو تم محوِ فغاں
کون ہے جس نے تمہیں یہ غم دیا

یاد میں کس کی یہ دل رنجور ہے
ہجر میں روتے ہو کس کے اس قدر
باپ ہے ماں ہے کہ بھائی یا بہن
بیوی مرحومہ ہے یا جانِ پدر"

"کیا سنائیں قصۂ غم آپ کو"
پونچھ کر آنسو وہ یوں گویا ہوئے
سابقہ شوہر مری بیگم کے ہیں
مجھ کو مشکل میں پھنسا کر چل دیئے"

مغرب سے جب ملا، ملا تحفہ زبون کا
تب ڈارون کا نام تھا، اب ہے ڈرون کا

ای کتاب

(محترم نوید ظفر کیانی کے ای۔رسالے "ارمغان ابتسام"
کے لئے بطورِ خاص لکھی گئی۔)

جیسے بغیر چابی کے تالہ نہ کُھل سکے
بجلی بغیر یہ "ای ۔ رسالہ" نہ کُھل سکے
جھنجھٹ نہ پبلشر کا ، پریس کا ، نہ اِنک کا
کرتے ہیں انتظار فقط اس کے لِنک کا
اینڈرائڈ ، آئی۔پیڈ پہ ہے ، لیپ ٹاپ پر
لیکن نہ مل سکے گا کسی کو یہ شاپ پر
بُک شیلف اس کو ڈھونڈ رہا ہے کدھر گیا
نیٹ پر رسالہ نیل سے تا کاشغر گیا
کہتا ہے اس کو کون ادھوری کتاب ہے
کاغذ نہیں ہے پھر بھی یہ پوری کتاب ہے
کوئی پٹخ سکے گا نہ غصے میں ای کتاب
کوئی نہ کہہ سکے گا پھٹی ہے تو سی کتاب

پُڑیاں بنائے گا نہ کوئی ای کتاب کی
زینت نہ بن سکے گی یہ چپلی کباب کی
علم و ادب کی شان بڑھائیں گے اہلِ ذوق
لے کر پکوڑے اس میں نہ کھائیں گے اہلِ ذوق
کوئی نہ اس کتاب کو ایسے ستائے گا
اس پر حساب دھوبی کا لکھا نہ جائے گا
ڈالے گا اس پہ خنجرِ پینسل نہ اب خراش
اُڑ اُڑ کے اب نہ جائے گی گلیوں میں اس کی لاش
کوئی شکن نہ ڈالے گا اس کے لباس پر
بچے نہ گولے ماریں گے صفحات پھاڑ کر
محفوظ ہے لکیروں سے بچوں کی ، یہ کتاب
اس پر گرا سکے گا نہ کوئی کبھی خضاب
کاغذ ہی جب نہیں ہے تو پھاڑے گا اس کو کون
جب جلد ہی نہیں ہے تو جھاڑے گا اِس کو کون
کہتا ہے اب جو پڑھنے کو دیجئے ہمیں کتاب
ہم اس کو بھیج دیتے ہیں بس لنک اِک شتاب
ملتا رہے گا ویب پہ جو چاہیں حوالے کو
چوہے کتر سکیں گے نہ اِس ای۔رسالے کو
ای پبلشنگ میں اس کی ہے سارا ظفر کا ہاتھ
اس پہ لگا نہیں ہے کسی پبلشر کا ہاتھ
مظہر جدید دور کا تحفہ نرالا ہے
ای میل سے ملا یہ ہمیں ای رسالہ ہے

تنبیہ

(دوسری شادی چاہنے والے بیتاب شوہروں کے نام)

پروین شاکر کے کلام پر تضمین

جلایا تُو نے تو تجھ کو بھی میں جلاؤں گی
توے سے دل پہ ترے روٹیاں پکاؤں گی
میں اپنے سارے ہنر تجھ پہ آزماؤں گی
میں سارے راز ترے کھول کر بتاؤں گی
میں ناچ نگنی کا ایسا تجھے نچاؤں گی
کچہری تھانے تجھے رات دن پھراؤں گی
میں اپنے ہاتھ سے "پھینٹی" تجھے چڑھاؤں گی
تو لایا گر نئی دلہن تو پھر بتاؤں گی

بنائے گا تو اگر اس طرح سے گھر دو دو
تجھے پھر اس میں بنانے پڑیں گے در دو دو
اگر ہے شوق تو لے آ ذرا جگر دو دو
پھر اس کے بعد مزے سے تُو کھا ثمر دو دو
یہ کیا کہ ایک ہو تُو، بیویاں ہوں پر دو دو
بگڑ گئیں جو، تو آئے گا پھر نظر دو دو
میں اُس سے مل کے ستم تجھ پہ خوب ڈھاؤں گی
تو لایا گر نئی دلہن تو پھر بتاؤں گی

نکل سکے گا نہ تُو ، ہو گی چار سُو دلدل
سکون بھاگے گا ، پھیلے گی ہر طرف ہل چل
بناؤں گی میں تجھے اس طرح سے پھر پاگل
کہ قیس چھوڑ کے بھاگے گا دیکھنا جنگل
میں تیرے گھر میں سجاؤں گی اس طرح دنگل
نکال دوں گی بدن کے میں تیرے سب کس بل

میں دھوبی پاٹ لگا کر تجھے گراؤں گی
تو لایا گر نئی دلہن تو پھر بتاؤں گی

سہولیات تو دیتا نہیں ہے بنیادی
تُلا ہوا ہے کہ ہو میری خانہ بربادی
زبانِ حال سے سارا ہی گھر ہے فریادی
بڑھانا چاہتا ہے کیوں جہاں کی آبادی
یہ شادی ہے یہ کوئی تپ نہیں ہے میعادی
بخار اترا تو بس کر لی دوسری شادی

میں گھر گرہستی کا تجھ کو سبق پڑھاؤں گی
تو لایا گر نئی دلہن تو پھر بتاؤں گی

مرے "فگر" پہ نہ جا ، تو سمجھ نہ مجھ کو نحیف
غلط ہے سوچ تری ، ہو گئی ہوں میں بھی ضعیف
شریف ہوں مگر اتنی بھی اب نہیں ہوں شریف
بلک کے روئے گا لگ جائے گی جو ضرب خفیف
یہ میرا گھر ہے ، نہ کر اس میں تُو کوئی تحریف
ہُوں تیری فوج کی اب بھی کمانڈر انچیف

ترے ہی بچوں سے درگت تری بناؤں گی
تو لایا گر نئی دلہن تو پھر بتاؤں گی

دانت

کھانے کو روسٹ تھے تو بہت بے قرار دانت
منہ میں مگر تھے سارے نحیف و نزار دانت

تھے جب چنے نہ پاس تو سالم تھے دانت سب
جب مل گئے چنے تو بچے صرف چار دانت

سستی نہیں ہے بھائی کوئی ''آرتھوڈانٹکس''
تارے دکھائیں گے جو لگائیں گے تار دانت

ایسا نہ ہو کہ شادی کے کھانے میں گر پڑیں
دُلہا بوقتِ عقد نہ لے مستعار دانت

وقتِ طعام کوئی شرارت سے لے نہ جائے
بھائی تو دیکھ بھال کے اپنے اُتار دانت

اک وہ کہ قند گھول کے پی جائیں ناز سے
اک ہم چبا کے گنتے کریں اپنے خوار دانت

اے شائقانِ ساز و صدا اب ہمیں سنو
سردی سے اب بجانے لگے ہیں ستار دانت

اس دورِ زر میں ہوتی ہے چاندی اسی کی بھائی
رشوت کے جو بھی رکھتا ہے کچھ تیز دھار دانت

ڈھونڈیں حضور پھر کوئی دانتوں کا مستری
اک دوسرے پہ ہونے لگے ہیں سوار دانت

کہنے لگے یہ دانتوں کے سرجن بلا شبہ
ڈینٹسٹ ہیں شکاری اور ان کے شکار دانت

ڈینٹسٹ آ نہ جائے کہیں ہوشیار باش!
مظہرؔ نہ اب دکھایئے یوں بار بار دانت

"مری رقم کا سراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ"
عجیب منحوس اجنبی تھا مجھے پریشان کر گیا جو

نظامِ صحت بمقابلہ نظامِ عدالت

پیشی بھگتا ئیں فلاں ابنِ فلاں حاضر ہوں
لسٹ پھر ٹیسٹوں کی اِک اُن کو تھما دی جائے

سال ہا سال نہ ہو فیصلہ بیماری کا
اک نئی بنچ ہر اک سال بنا دی جائے

بات کوئی نہ سنیں ، جتنا بھی چلاّئے مریض
آڈر آڈر کہیں خاموشی کرا دی جائے

فیصلہ دیں بھی اگر فیصلہ محفوظ رکھیں
ہو ملیریا تو مچھر کو سزا دی جائے

او۔پی۔ڈی میں ہو جمع روز بیانِ حلفی
میں ہی پیشنٹ ہوں جی، مجھ کو دوا دی جائے

موسم گرما کی دو ماہ کی تعطیل بھی ہو
ہسپتالوں میں ایمرجنسی بھی آدھی جائے

کالے کوٹوں پہ تو آتے ہی نہیں داغ نظر
اب یہی وردی طبیبوں کو پہنا دی جائے

ہسپتالوں میں عدالت کا ہو انصاف اگر
اگلی تاریخ سے پہلے نہ دوا دی جائے

گلدان تو پھینکے ہی تھے اب پھینکے شجر بھی
اے خانماں برباد گئی آج کمر بھی

الیکشن

الیکشن میں یہ بدعت ہو گئی ہے
کہ ملاّ کی حجامت ہو گئی ہے
ہیں خوش آزاد سب جتنے لڑے تھے
گراں سب ہی کی قیمت ہو گئی ہے
سفارت کی کسی کو پیش کش ہے
کہیں پکّی وزارت ہو گئی ہے
لحد سے نانا آئے ووٹ دینے
چلو ان کی بھی شرکت ہو گئی ہے

ہوئے ہیں ووٹ لاکھوں مسترد یاں
شرافت سے سیاست ہو گئی ہے
وہی چھنتے ہیں چھتا تم کو کیسی
تمہاری مفت محنت ہو گئی ہے
ہے کرسی کے لئے گٹھ جوڑ سارا
عیاں سب پر حقیقت ہو گئی ہے
انہیں جتوائے برسوں ہو گئے ہیں
اب اپنی غیر حالت ہو گئی ہے
خرابہ ملک کا کر کے مزے سے
خراب ان کی طبیعت ہو گئی ہے
خفی سا خفیہ ہے کہیں تو
یہ کہتے کہتے لکنت ہو گئی ہے
اذیت دے جمہوریت تو کیا غم
"ستم سہنے کی عادت ہو گئی ہے"
الیکشن کو سلیکشن لکھ لے مظہر
سمجھ لفظوں کی صحت ہو گئی ہے

دیسی عاشق

کہا میں نے مرے دل کی کلی بولی کہ کیا بولے
"فلاور بڈ" کہا اس کو تو غنچے دل کے کھل اٹھے

کہا میں نے کہ میرا دل ہو میری جان ہو تم تو
تو وہ بولی یہ سب باتیں مجھے انگلش میں سمجھا دو

کہا میں نے کہ حاضر ہے محبت کا یہ افسانہ
تو وہ بولی کہ "آئی لو یو" بہت آسان ہے کہنا

میں پاکستانی ہوں لیکن مری کمزور اردو ہے
بہت ''سوری'' مگر میں کیا کروں کہ بور اردو ہے

کہا میں نے کہ میرا گھر تمہاری ہی گلی میں ہے
تو وہ بولی ہے اچھا گھر مری ''اسٹریٹ'' ہی میں ہے

مرے ہی ساتھ ہر دم اب تو اٹھتے بیٹھتے رہنا
جو آفس جاؤ تو مجھ کو بھی ''پک اینڈ ڈراپ'' دے دینا

کہا میں نے کہ اردو بولتا رہتا ہوں میں اکثر
مری باتیں بھلا تم کو سمجھ میں آئیں گی کیونکر

زباں دانی کے ہوں گے مفت میں بیکار کے قصے
تمہیں پھر یاد کروانے پڑیں گے پیار کے ہجے

تمہیں سمجھاؤں گا انگلش میں کیسے حال زار اپنا
مرا طبلہ ستار اپنا تمہارا ہے گٹار اپنا

ہمارے راستے ہرگز نہ ملنے پائیں گے جانم
تمہاری ہے زباں انگلش تو من انگلش نمی دانم

ہل اسٹیشن

لٹایا تھا کبھی پہلے ، لٹا اب دل نہیں سکتا
کہ اب عشاق کا دامن دریدہ سل نہیں سکتا
کوئی محبوب سے خلوت میں ہرگز مل نہیں سکتا
ہے گرمی اس قدر کوئی یہاں پہ chill نہیں سکتا
ہل اسٹیشن ہے یہ کوئی جہاں پہ ہل نہیں سکتا

ہوائیں گرم سانسوں کی کریں ماحول آلودہ
کرے معدے کو یخ بستہ فقط اب سرد فالودہ
نکل آیا ہو چھلکے سے کہ جیسے آم کا گودا
کہیں "بے ہودیاں" اچھلیں کہیں پہ اچھلیں بے ہودہ
ہل اسٹیشن ہے یہ کوئی جہاں پہ ہل نہیں سکتا

تڑپ کر موج جیسے بر سر ساحل لڑھکتی ہے
کہیں پر جیک لڑھکے ہے کہیں پر جل لڑھکتی ہے
یہاں اک دو نہیں ہیں ساری ہی محفل لڑھکتی ہے
جو رستے ڈگمگا جائیں تو پھر منزل لڑھکتی ہے

ہل اسٹیشن ہے یہ کوئی جہاں پر ہل نہیں سکتا

لڑھکتے ہیں کہیں پر Humpty Dumpty بال کی صورت
کہیں پر ہرنیاں ماریں قلانچیں غول کی صورت
کہیں پر مولوی صاحب بنیں لاحول کی صورت
بنی ہے ایسی ہل اسٹیشنی ماحول کی صورت

ہل اسٹیشن ہے یہ کوئی جہاں پر ہل نہیں سکتا

جو گرمی سے مرا جائے وہ اب بھاگا مری جائے
جہاں جاتا تھا گورا اب وہاں کالا مری جائے
کبھی سالی مری جائے کبھی سالا مری جائے
کہ گاڑی تو ہے گاڑی ، سائیکل والا مری جائے

ہل اسٹیشن ہے یہ کوئی جہاں پر ہل نہیں سکتا

نظر آتی نہیں اب تو درختوں کی گھنی شاخیں
سنائی اب نہیں دیتیں کہیں چڑیوں کی چہکاریں
ہوائے سرد اب آتی نہیں ہے کھول کر بانہیں
محبت اور الفت کی کہیں گم ہوگئیں راہیں

ہل اسٹیشن ہے یہ کوئی جہاں پر ہل نہیں سکتا

میٹرو بس

(راولپنڈی، اسلام آباد میں میٹرو بس منصوبے کے دوران سڑکوں کی حالتِ زار، ٹریفک کے اژدحام اور شہرِ گلاب و یاسمن کو شہرِ گرد و غبار میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ کر)

ہاں شکنجے میں ذرا اب کس ہمیں
سانپ جمہوری ہے، آ جا ڈس ہمیں

کچھ نہیں ہے اس میں پیش و پس ہمیں
اِک کلومیٹر ہے، اِک سو دس ہمیں

اب چمن لگتا ہے خار و خس ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

ہر طرف اُڑنے لگا گرد و غبار　　اب کہاں دیکھیں گے ساون کی بہار
گاڑیاں ہیں یوں قطار اندر قطار　　جیسے پریاں دھوپ میں تڑپیں ہزار

کیوں نظر آتا نہیں بکڑکس ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

اُس طرف ہے گر مریضِ جاں بہ لب　　ڈاکٹر کا دوسری جانب مطب
ڈرائیور کہتے ہیں کیسے جائیں اب　　ہم کرایہ لیں گے دگنا اس سبب

شہر کی سڑکیں لگیں سرکس ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

ایک دُلہا رو رہا تھا زار زار　　سامنے اس کے تھی کاروں کی قطار
کھوگئے تھے راستے میں رشتے دار　　ہال میں دلہن تھی محوِ انتظار

کہتی تھی دے دے کوئی ڈھارس ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

مرغ کا رستے میں قیمہ بن گیا　　دال کا بالکل ہی دلیہ بن گیا
سُرمئی جسموں کا سُرمہ بن گیا　　لوگ کہتے ہیں کہ ستا بن گیا

کیا بنا ڈالا ہے ''میٹرو بس'' ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

ٹھپ دکانیں ساری ، کاروبار بند　　پھرتے ہیں عاشق ، تو اُن کے یار بند
ایمبولینسوں میں ہیں سب بیمار بند　　ٹیکسی ، ویگن ، رکشہ ، موٹر کار، بند

کون کر سکتا ہے ٹس سے مس ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

وقت کا ہرگز ہمارے ہو نہ Loss
دیر سے آنے پہ ڈانٹے پھر نہ Boss
گرد سے کم ہو نہ چہرے کا Gloss
چوک سارے اُڑ کے ہم کرلیں Cross

تو بنا دے بگلہ یا سارس ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

کہتے ہیں ملتان بھی جائیں گے وہ
سڑکیں دوبارہ سے کھدوائیں گے وہ
جھولے دے کے سب کو بہلائیں گے وہ
اس طرح خوش حالیاں لائیں گے وہ

سنگ سے بنوائیں گے پارس ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

کہہ رہے ہیں ناخدا اب "بیلٹ" کس
تیز رفتاری سے دوڑے گا فرس
چل پڑے گا کاروانِ بے جرس
اگلا دھوکا دیں گے وہ اگلے برس

چین سے لے جائیں گے فارس ہمیں
تیری بس نے کر دیا بے بس ہمیں

کورونا بھی جو نہیں کر سکا وہ کام کیا
بجا ہے کہنا کہ باجا بجٹ بجا ہی گیا

مشورہ مفت لو

(یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ اگرچہ ہم ہر کام کے لئے متعلقہ شعبے ہی سے رجوع کرتے ہیں مگر جب بھی صحت کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو ہر کس و ناکس کے مشورے پہ عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ گھر کے بزرگ سے لے کر پڑوسی تک اور گاؤں کے سیانے سے لے کر محلے کے پنساری تک سب ہی کے مفید نسخوں سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اور اگر کبھی ان آراء پہ عمل کرنے کے بعد کسی نقصان سے دوچار ہو جائیں تو اسے من جانب اللہ کہہ کر صبر شکر کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ نظم اسی طرح کی ایک پڑوسن کے بیش قیمت مشوروں پہ مبنی ہے۔)

شیخ نتھو ہو یا بی نصیبن کی ماں
جس کو دیکھو وہی ڈاکٹر ہے یہاں
ہر کسی کو وہ دیں نت نئے مشورے
کھول بیٹھے ہیں سب تجربے کی دکاں
کہتے ہیں بس یہی فیس بے شک نہ دو
مشورہ مفت لو مشورہ مفت لو

ہر پڑوسن تمہیں نسخہ لکھوائے گی
پیٹ میں درد ہو سونف لے آئے گی
الٹیوں کے لئے اِک حکیمی دوا
اس کا شوہر جو لایا تھا دے جائے گی
اور کہے گی کہ پھکی بمع دودھ لو
مشورہ مفت لو مشورہ مفت لو

کیا ہوا ہے جو گڈو کو کھانسی ہوئی
ہائے ہائے اسے کیسے سردی لگی
دیکھو ٹھنڈی غذا اس کو دینی نہیں
میں اکیلی نہیں سب ہیں کہتے یہی
پوست کے ڈوڈے لے کر ابھی جوش دو
مشورہ مفت لو مشورہ مفت لو

بچہ کمزور ہے اس کو ہے سوکڑا
پیر صاحب سے تعویذ لاؤ ذرا
دودھ پتی اگر تم پلاؤ اسے
میں سمجھتی ہوں جلدی یہ ہوگا بڑا
شرط یہ ہے مگر دودھ ڈبے کا ہو
مشورہ مفت لو مشورہ مفت لو

ٹیکے بچے کو ہرگز نہ لگوانا تم
ہے یہ معصوم بچہ نہ رلوانا تم
یہ حفاظت کے ٹیکے خطرناک ہیں
بے سبب ہی بخار اب نہ چڑھوانا تم
یہ نہ ہم کو لگے ، نہ ہوا پولیو
مشورہ مفت لو مشورہ مفت لو

زخم کیسے تمہیں ہائے یہ لگ گیا
صاف کرنا نہ پانی سے اس کو ذرا
پیپ پڑ جائے گی درد ہوگا بہت
راکھ بھر لو تو سب ٹھیک ہو جائے گا
آزمودہ ہے نسخہ مری مان لو
مشورہ مفت لو مشورہ مفت لو

ہیں بہاریں بہت کم خزائیں بہت
گرم ہیں ڈاکٹر کی دوائیں بہت
آگ لگتی ہے سینے میں کھا کر انہیں
ہو چکی اب مری جاں جفائیں بہت
کوئی ٹھنڈی دوا تم حکیموں کی لو
مشورہ مفت لو مشورہ مفت لو

مستند ہیں حوالے بہت دیکھنا
ہر دوائی کے پیچھے ہے راز اک نیا
نسخے سب ہیں یہاں آزمائے ہوئے
اب تلک تو نہیں کوئی ان سے مرا
موت برحق ہے اس سے کبھی مت ڈرو
مشورہ مفت لو مشورہ مفت لو

شب کے پچھلے پہر ڈراتی ہیں
اُس کے ابا کی تھانیدار آنکھیں

انٹرنیٹ پر

ساس انٹرنیٹ پر ہے باس انٹرنیٹ پر
آ گئی دُنیا کی ہر بکواس انٹرنیٹ پر

وہ کراچی سے جو منگھو پیر جا سکتے نہ تھے
جا رہے ہیں آج کل ٹیکساس انٹرنیٹ پر

ایک چرواہے سے پوچھا آج کل کرتے ہو کیا
ہنس کے بولا بیچتا ہوں گھاس انٹرنیٹ پر

چیٹ کرتی تھی بہو اپنی سہیلی سے کہ ''چپ
ہے ابھی تو میری اماں ساس انٹرنیٹ پر''

مے کشی ہو، عاشقی ہو، شاعری یا فیس بک
وقت کا ہوتا نہیں احساس انٹرنیٹ پر

کافی ہے اپنے لئے اسکرین اور '' کی بورڈ'' ہی
رکھ دیا ہم نے قلم قرطاس انٹرنیٹ پر

حسرت و بے چارگی کی ایک فوٹو ڈال کر
وہ جگاتے ہیں مرا احساس انٹرنیٹ پر

چار بچوں والی محبوبہ ہے بیوی آج کل
عشق ہم کو تو نہ آیا راس انٹرنیٹ پر

ہے بہت کچھ دوستو بازارِ حرف وصوت میں
آپ پتھر لیں کہ لیں الماس انٹرنیٹ پر

کیوں کتب چھپوا کے مظہر ہو رہا ہے تو خجل
مفت ''ویب'' ہے اب نہ ہوگا ''لاس'' انٹرنیٹ پر

کھاتے پیتے روزہ دار

روزہ رکھ کر بھی ہم تو پیتے ہیں
روزہ ہو تب بھی خوب کھاتے ہیں
وہ یہ بولا کہ مجھ کو حیرت ہے
کیا مسلمان گل کھلاتے ہیں
کیسے ممکن ہے روزہ رکھ کر آپ
خوب پیتے ہیں خوب کھاتے ہیں
ہم یہ بولے کہ اس میں حیرت کیا
آپ کیوں اس پہ تلملاتے ہیں
بھائی روزے میں غصہ پیتے ہیں
اور غریبوں پہ رحم کھاتے ہیں

سویاں

دلدار نے بھیجیں ہیں مزیدار سویاں
خوشیوں کو دوبالا کریں اِس بار سویاں

اِک قحط زدہ عاشقِ صادق کا ہے کہنا
زلفیں نظر آتی ہیں تری یار سویاں

یوں لات نہ مارے کوئی حاتم کی لحد پر
کنجوس نے بھیجیں مرے گھر چار سویاں

سیّاں ہیں چھپے اس میں ہٹاؤ ذرا واؤ
خوش بخت ہیں کیا دیکھئے سرکار سویاں

جل جائیں اگر تھوڑی سی غفلت سے کہیں یہ
رسوا کریں دیوار کے اُس پار سویاں
اِک آگ سی لگ جاتی ہے معدے میں ہمیشہ
گاتی ہیں پلیٹوں میں جو ملہار سویاں
حلوہ شب بارات کا ''رمضاں'' میں ہوا ختم
اب چین سے کھائیں گے لگاتار سویاں
گر گر پڑی جاتی ہیں یہ چمچوں سے پھسل کر
کھانی ہمیں ہو جاتی ہیں دشوار سویاں
تھا سائیکالوجسٹ کی ہر بات میں الجھاؤ
تہہ دار تھیں باتیں تو تھیں تہہ دار سویاں
نیٹ پر سے اُتاری تھی پکانے کی یہ ترکیب
آئیں گی پسند آپ کو اِس بار سویاں
ڈھاتا ہے ستم پر وہ ستم عید کے دن بھی
بوسے کی جگہ دیتا ہے دلدار سویاں
ہے عید پہ مظہر وہی معدے کی دہائی
کرتا ہے فقط ایک ہی تکرار، سویاں

مذہب اور گالیاں

(فیض آبادی دھرنے سے فیض یاب ہونے کے بعد)

اے دھرنے والو آؤ ذرا پیٹو تالیاں
کانوں کو کھول کر سنو شیریں مقالیاں
ہوں مولوی پہ آتی ہیں مجھ کو رذالیاں
لو ابتدا میں آج سنو سالے سالیاں
لے کر خدا کا نام میں دیتا ہوں گالیاں

ہیں یاد مجھ کو صاحبو سب گالیاں اصیل
اور ہے مغلظات کی فہرست بھی طویل
بکتا ہوں پہلے سنتا ہوں میں بعد میں دلیل
غصہ نکالنے کی کروں اور کیا سبیل
جب جوتیاں نہیں ہیں مری ہیل والیاں

میں چاہتا ہوں پھیلے یہ آواز دور تک
اس زخرے کا بجتا رہے ساز دور تک
ہوں منکشف ہر ایک پہ یہ راز دور تک
سب سر دھنیں سنیں جو مرا وعظ" دور تک
خوش ہو کے لوگ ڈالیں یہاں سب دھمالیاں"

الحمد کہ ہوں گالیاں دینے کے فن میں طاق
شائستگی وداع ہو تہذیب الفراق
کرتا ہوں صوفیوں کو میں اپنی طرف سے عاق
قصہ بنا ہے ماضی کا اب تو یہ تو تڑاق
دیتا ہوں گالیاں میں بہت ہی نرالیاں

جو کہہ رہے ہیں مولوی لیڈر ہے بے شعور
ان سے یہ پوچھیں آیا کہ مجمع ہے بے قصور
پی کر شرابِ جہل ہوا ہے نشے میں چور
کرتا ہے واہ واہ کہ جیتے رہیں حضور
اور گالیوں کو سن کے بجاتا ہے تالیاں

سیاست

"وڈوں" کی سیاست ہے نہ چھوٹوں کی سیاست
لوڈو پہ کریں ہم نری گوٹوں کی سیاست

پھانسے بھلا کیسے کسی ہمسائے کا مرغا
بھوکے کی کلیجی کی ہے پوٹوں کی سیاست

وعدوں پہ جو ٹرخاتے ہیں وہ اصل میں صاحب
کرتے ہیں فقط آپ سے ہونٹوں کی سیاست

تھے رفع نجاست کو مگر آج انہی سے
بد اصل کیے جاتے ہیں لوٹوں کی سیاست

وہ آنکھ ادھر ماریں، ادھر جان کو واریں
کرتی ہیں حسینائیں پپوٹوں کی سیاست

ووٹوں کو وہاں تولتے ہیں گنتے نہیں ہیں
بتلاؤ انہیں جو کریں موٹوں کی سیاست

قانون کا جب نون سے ٹکراؤ ہوا تھا
کچھ لوگوں نے کی اسودی کوٹوں کی سیاست

سیّد ہیں مگر کانپتے ہیں خلق خدا سے
کر سکتے نہیں گوڈوں کی گٹوں کی سیاست

اے پاک وطن سب نے کیا ہے تجھے ناپاک
بوٹوں کی سیاست ہو کہ سوٹوں کی سیاست

سرقہ باز شاعر

(دلی میں رہائش پذیر ایک مزاحیہ شاعر (وہ اب مرحوم ہو چکے ہیں اس لئے نام نہیں لکھا جا رہا) سے فیس بک پر رابطہ ہوا جس میں انہوں نے اپنی مزاحیہ شاعری کی کتاب پی ڈی ایف فورمیٹ میں مفت ارسال کرنے کا اعلان کیا۔ ہم نے کتاب خوانی کی غرض سے ان سے وہ کتاب منگوائی اور ساتھ ہی ان کے پیج کا مطالعہ کیا۔ دبئی کے ایک مشاعرے میں وہ ایک غزل سناتے نظر آئے تو وہ سرفراز شاہد صاحب کی تھی۔ تحقیق پر ثابت ہوا کہ چند لفظوں کے رد و بدل سے سرفراز شاہد کی غزل کے چار اشعار اڑا لئے گئے ہیں۔ یہ تمام صورتحال اس نظم میں پیش کردی گئی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ایک اور بقید حیات شاعر احمد علوی میرٹھی فیس بک پر ایک سال میرے دوست رہے اور مرحوم شاعر کو ان کی سرقہ بازی کے سبب مطعون کرتے رہے اور کچھ عرصے بعد ان کی ہندوستان میں شائع شدہ کتب کی پی ڈی ایف کا مطالعہ کیا تو وہاں سے پاکستان کے معروف شاعر خالد عرفان کا کلام بازیاب ہوا۔ یہ تمام باتیں ہندوستان کے کثیر الاشاعت اخبار مشرق میں حرف نیم کش کے عنوان سے جناب عظیم اختر نے بھی اس نظم کے ساتھ تحریر کی ہیں۔)

ایک سرقہ باز شاعر کا ہمیں دیواں ملا
کیا بتائیں لوٹ کا کیا کیا ہمیں ساماں ملا
شاعری کے دل میں ڈوبا خونچکاں پیکاں ملا
شاعرِ دھوکا بیاں کرتا ہوا بھاں بھاں ملا
نظمِ نو کے واسطے ہم کو نیا عنواں ملا
ایک سرقہ باز شاعر کا ہمیں دیواں ملا

کیا بتائیں کیا دلاور کا کیا سینہ فگار
ایک دو مصرعے نہ تھے جو لے لئے ہوں مستعار
بند پورا ہضم کر کے لی نہ ہلکی سی ڈکار
شاعروں کا بھی نہیں دنیا میں اب تو اعتبار
ایک دیواں ہی تو تھا پر وہ بھی اب عریاں ملا
ایک سرقہ باز شاعر کا ہمیں دیواں ملا

مغوی مصرعے چیختے تھے کوئی تو رستہ ملے
پھر رہے تھے اپنے اپنے مالکوں کو ڈھونڈتے
قید میں اُن کو نہ جانے کسقدر نشتر لگے
آہ کرتے تھے بنے تھے واہ کے جو واسطے
شعرِ خنداں بھی ملا تو مائلِ گریاں ملا
ایک سرقہ باز شاعر کا ہمیں دیواں ملا

مرثیہ پڑھتے ہوئے تھی وہ بھی ساعت دیدنی
قیمہ بنتے گوشت کا دیکھا عجب حالت ہوئی
پائے کانپے، چانپ چلانے لگی، گھومی سری
خلد سے دیکھا کہ نکلے ہیں محمد جعفری
کہہ رہے ہیں ہائے مجھ کو کون بے ایماں ملا
ایک سرقہ باز شاعر کا ہمیں دیواں ملا

ہاتھ میں پکڑے ''نمکداں'' غمزدہ دیکھے مجیدؔ
کہہ رہے تھے وائے تجھ پر شاعرِ عصرِ جدید
تو نے کی طنز و ظرافت کی بہت مٹی پلید
اور گنجائش نہیں کچھ اس پہ کہنے کی مزید
جس نے بھی یہ سب سنا انگشت بہ دنداں ملا
ایک سرقہ باز شاعر کا ہمیں دیواں ملا

صرف مُردوں تک اگر رہتی یہ اُن کی ساز باز
سرقہ بازی کا یہ ہو سکتا ہے کھلتا ہی نہ راز
کیجئے کیا ان کو لے ڈوبی، رعونت، حرص و آز
شعر خود کہنے لگے ان کے کہ ہم ہیں سرفراز
سرقہ بازی سے کوئی بتلائے کیا ناداں ملا
ایک سرقہ باز شاعر کا ہمیں دیواں ملا

سوچتا تھا شاعرِ سرقہ محبؔ اچھا ہوا
مرگیا کب کا سخنور اب کسی کو کیا پتہ
بحر کس کی اور کس کا ہے ردیف و قافیہ
کرتا پاجامہ چڑھا کر شاعرِ مرحوم کا
رہزنِ اشعار سب کو شاداں و فرحاں ملا
ایک سرقہ باز شاعر کا ہمیں دیواں ملا

(مصطفیٰ زیدی کی غزل پہ تضمین)

مدت سے رہائش ہے کرائے کے مکاں میں
''بیٹھا ہوں سیاہ بخت و مکدر اِسی گھر میں''

نہ رنگ ، نہ روغن تھا ، در و بام سیاہ تھے
''اترا تھا مرا ماہِ منور اِسی گھر میں''

شاپ بھی نزدیک نہ تھا ہائے صد افسوس
''آتے تھے بڑی دور سے چل کر اِسی گھر میں''

مالک سے جھڑپ ہوتی تو ہر بات پہ اک بات
''رہتی تھی رقیبانہ بھی اکثر اِسی گھر میں''

نقشہ تھا مرے گھر کا بس اک نظمِ معرا
''اشعار در اشعار تھا ہر در اِسی گھر میں''

ہر بار صدا دے کے وہ لے جاتے تھے روپیہ
''چمکا تھا فقیروں کا مقدر اِسی گھر میں''

افراد تھے پچیس ، غسلخانہ تھا بس ایک
لگتے تھے یونہی سینکڑوں چکر اِسی گھر میں

نلکے تھے رواں ایسے کہ تھمتے نہ تھے اک پل
بجتے تھے صبح و شام کنستر اِسی گھر میں

کپڑوں کی گرہیں روکتی تھیں آبِ رواں کو
رکتے نہ تھے ہرگز کبھی ''شاور'' اِسی گھر میں

آجاتے تھے ہر ماہ کرائے کو بڑھانے
کر جاتے تھے مالک ہمیں ششدر اِسی گھر میں

تھا صاحبِ خانہ کو ادب سے بھی لگاؤ
ہر سمت سے آتے تھے سخنور اِسی گھر میں

سجتی جو کبھی بزمِ سخن نیچے کے گھر میں
اشعار سنے جاتے تھے اوپر اِسی گھر میں

اسلام آباد میں الرجی

سُلگا رہے ہیں نخلِ بہاراں مشامِ جاں
جھونکے ہوا کے لائے ہیں امراض سانس کے

کیسا ستم ہے شہرِ گل و یاسمن کے لوگ
جشنِ بہار آج مناتے ہیں کھانس کے

قسمت کی بدنصیبی نہیں ہے تو کیا ہے یہ
آئی بہار اور گئے دن ''رومانس'' کے

پہلو میں دل کو بھی نہیں ملتا کوئی قرار
اعضائے جسم تھک گئے ہیں اب تو ''ڈانس'' کے

ناپائیداری سانس کی دیکھی ہے جب سے یوں
دن زندگی کے اب تو یہ لگتے ہیں ''چانس'' کے

ملتے نہیں مزاج تو حیرت ہو کیوں بھلا
انسان پوٹھوہار کے پودے فرانس کے

مچھر نامہ
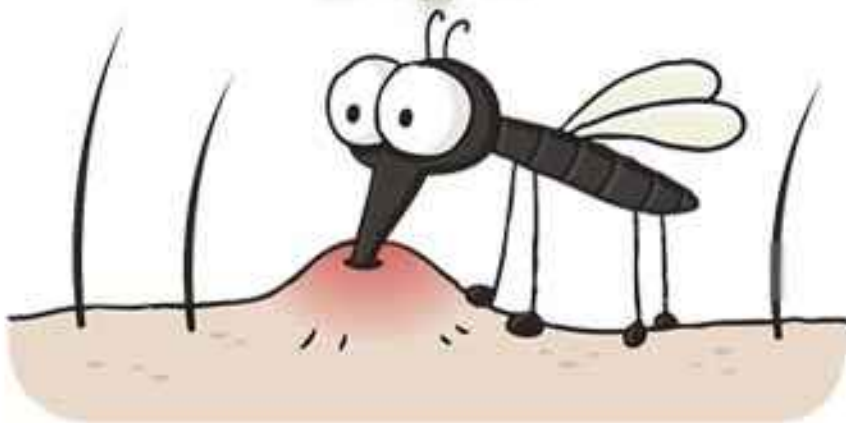
تپ چڑھی ہے سر چکرایا ہے　　قے آئی دل متلایا ہے
سردی سے کانپے جسم بہت　　گرمی میں سرما آیا ہے
ہر کوئی یہ چلّایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

اوڑھو اب کمبل جلدی سے　　ورنہ کانپو گے سردی سے
خلئے جب خون کے ٹوٹیں گے　　ہو جاؤ گے تم ہلدی سے
بولو گے دِل گھبرایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

آئی تھی اِک شب "اینو فیلیس"　　جب کاٹا اُس نے اُٹھی ٹیس
دس پندرہ دن تو کچھ نہ ہوا　　پھر دانت بجے پورے بتیس
ہر انگ نے شور مچایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

سب دنیا جب سو جائے ہے	پھر مچھر سُر بکھرائے ہے
جب کرتا ہے یہ بھِن بھِن بھِن	ہر شخص بہت بھنائے ہے

ہر سو اِس نے دوڑایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

کاٹا ہے کس بے دردی سے	باز آیا دشت نوردی سے
اے میرے خدا تو مجھ کو بچا	مچھر کی دہشت گردی سے

دن رات مجھے تڑپایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

اِک مچھر گال پہ جا بیٹھا	گھنٹوں سے جس کی تاک میں تھا
مارا جو طمانچہ لہرا کر	صد حیف نشانہ چُوک گیا

خود اپنا منہ سہلایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

یہ بازی مشکل بازی ہے	ہر مچھر جرمن نازی ہے
رُخ بدل بدل کر وار کرے	کیا اس کی حیلہ سازی ہے

بجلی بن کر لہرایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

کیا بتلائیں کیا حال بنا	ملتان بھی خانیوال بنا
تالی پر تالی بجتی تھی	یوں مولانا قوال بنا

کیا سُر اور تال ملایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

جب "ڈی۔ ڈی۔ ٹی" ہر سو چھڑکی مچھر صاحب کی جاں نکلی
نمرود کو جس نے مارا تھا اب خود اس کی موت آئی تھی

جو کیا تھا وہ ہی پایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

"کونین ، کونین" کا شور مچا آئی پھر شامتِ "پروٹوزووا"
جو بیماری کا باعث ہیں اُن میں سے نہ اک جرثومہ بچا

یوں سب کا دل دہلایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

"بیکار میں مجھ سے جنگ نہ کر اے مچھر مجھ کو تنگ نہ کر"
جب میں چیخا ، مچھر بولا "تقریر تو شوخ و شنگ نہ کر

اب مچھر ڈینگی لایا ہے"
اِک مچھر نے چکرایا ہے

کیا کہیے کیا فنکاری ہے مچھر پہ تہمت ساری ہے
انساں انساں کا دشمن ہے اک مارا ماری جاری ہے

خود کتنا خون بہایا ہے
اِک مچھر نے چکرایا ہے

یہ کوئی بچہ ہے یا۔۔۔

(یہ نظم اگرچہ بظاہر ایک بہت ہی شرارتی بچے کے متعلق لگتی ہے مگر درحقیقت اس میں ایک ذہنی بیماری ADHD کی تمام علامات بیان کی گئی ہیں۔ اس بیماری میں تیز رفتاری، جلد بازی اور بے توجہی نمایاں ہوتی ہیں۔)

برق سی بھر دی خدا نے گویا جان و تن میں ہے
ہے سکوں سے اس کو چڑ، ہر لحظہ یہ ایکشن میں ہے
یوں رواں ہے جیسے طوفانی گھٹا ساون میں ہے
ماہرِ کرتب ہے ایسا طاق اپنے فن میں ہے
پاؤں برتن میں ہیں الجھے، ہاتھ بھی سالن میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

گویا سرکس سے ہو آیا، ایسے ہیں بچے کے ڈھنگ
گھر کے سارے بوڑھے بچے عورتیں ہیں اس سے تنگ
حشر کی ہیں ساعتیں، گھر بن گیا میدانِ جنگ
کرسیاں اُلٹی پڑی ہیں، سجدہ کرتے ہیں پلنگ
ایسی پھرتی کب بھلا دیکھی کسی ناگن میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

روح رہتی ہے بدن میں اس کے ہر دم بے قرار
صبر سے ہے بیٹھنا مشکل ، کھڑا ہو بار بار
اپنی باری کا نہیں کرتا ہے ہرگز انتظار
بات پوری سُن نہیں سکتا کبھی یہ ''ہونہار''
پوچھنے سے پہلے ہی کہہ دیتا ہے جو من میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

پاؤں میں چکر ہے اس کے ، اس قدر ہیں تیزیاں
ہیں ہلاکت خیز اس کی چار سو چنگیزیاں
مانگے شیطاں بھی اماں وہ ہیں شرارت خیزیاں
باتیں سچی ہیں نہیں ہیں یہ سخن آمیزیاں
قلب کو اس کے سکوں تو ''تک دھنا دھن دھن'' میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

کب یہ دیتا ہے توجہ سنتا ہے کب پوری بات
ایک ہلچل سی مچی ہے مضطرب ہے اس کی ذات
تیز اتنا ہے کہ دے رفتار میں راکٹ کو مات
زندگی کی اس کا ''موٹو'' گھونسا ، مُکا اور لات
راز جس کا آشکارا ہاتھ کی سوجن میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

مرتکز رہتی نہیں اس کی توجہ ایک پل
یہ چلاتا ہے سخن کے کھیت میں باتوں کا ہل
ہے زباں قینچی ، ذہن راکٹ ، مشینی ہر عمل
بات اس کی ہوتی ہے اکثر ہی بے موقع محل

جسم ہے گر شہر میں تو ذہن اس کا بن میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

جس طرح اس کو کہیں ویسا کبھی کرتا نہیں
دیجئے آواز تو لگتا ہے کچھ سنتا نہیں
ضد پہ اڑ جائے اگر اپنی تو پھر ٹلتا نہیں
جھوٹ ہے کہئے اگر بچہ کبھی لڑتا نہیں

ایک دنگل سا بپا ہر گھر میں ہر آنگن میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

کام تعمیری ہیں کم اول ہے یہ تخریب میں
آتی ہے اکثر نظر کچھ کچھ کمی تہذیب میں
لے کے جانا اس کو مشکل ہے کسی تقریب میں
ایک بے ترتیبی شامل ہے ہر اک ترتیب میں

کوئی ہنگامہ سا ہنگامہ بپا جیون میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

زندگی طوفان ہے ہر سمت ہے اِک کھڑبڑی
چین کی لگتا ہے مشکل سے ہی اب آئے گھڑی
زیرِلب کرتے ہیں اکثر لوگ یہ ہی بڑبڑی
کچھ تو ہے ماحول میں اور کچھ ہے اندر گڑبڑی

چاک کیسا زندگی یہ تیرے پیراہن میں ہے
یہ کوئی بچہ ہے یا پسٹن کسی انجن میں ہے

حجام کے پاس

بال سر کا وبال بنتے گئے
ہم کو ہرگز نہ راس آیا سر
نائی کہیے خلیفہ کہیے انہیں
ہوئی حجام کی رعایا سر
بال تھے یا کہ کوئی فوجِ غنیم
ایسے حجام نے گرایا سر
باندھ کر ہم کو اُسترا لایا
ہم نے کرسی سے جب لگایا سر
دیکھے ہتھیار تو کہا دل نے
بس سلامت رہے خدایا سر
سر کہا اور پل پڑا ہم پر
دائیں بائیں بہت گھمایا سر
سرپھرا ہی بنا دیا گویا
ہر طرف اُس نے یوں پھرایا سر
سر اُٹھانے کی کس میں ہمت تھی
ایسے حجام نے جھکایا سر
قینچی یکبارگی چلا ڈالی
ہم نے جب بھی کبھی اُٹھایا سر
سامنے جو خدا کے جھکتا نہ تھا
اُس کا حجام نے جھکایا سر

دفتر

سمجھتے تھے جسے عزت مآب دفتر کا
وہی تو کر گیا خانہ خراب دفتر کا

سمجھ کے باپ کی جاگیر چٹ کیا اس نے
وہ مال کھا گیا سارا جناب دفتر کا

ہر ایک چیز اٹھا کر وہ لے گیا گھر میں
مگر درست ہے سارا حساب دفتر کا

چلاتا اِک ہی بجٹ سے ہے گھر بھی، دفتر بھی
سفید سر تو ہے اس کا، خضاب دفتر کا

ہے ایسے طور سے بچوں کی پرورش جاری
کھلائیں روٹیاں گھر کی ، کباب دفتر کا
رکھے ہیں گھر میں ملازم سبھی تو دفتر کے
قمر وہی ہے ، وہی آفتاب دفتر کا
حساب پیٹ میں اس کے ، حسیب کمپیوٹر
ہے دفتری کے حوالے حساب دفتر کا
ہے باس غصے میں دفتر میں ، گھر میں ہے بیگم
دیا ہے تب ہی تو گھر کو خطاب دفتر کا
نکل نہ پائے گی اس سے کبھی یہ نسل نئی
جو بس گیا ہے نظر میں سراب دفتر کا
رکھی جو ''باس'' نے کمرے میں اپنے سیکرٹری
اٹھ کے آیا وہاں پر شباب دفتر کا
ہے افسری بھی نری اب تو صرف دردِ سری
بدل چکا ہے یہاں سب نصاب دفتر کا
بغور دیکھو تو پورا ہے دفتری مظہرؔ
نظر جو آتا ہے باہر سے ''صاب'' دفتر کا

ٹرک ڈرائیور

(علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ)

اس ٹرک کو صورتِ سیارگاں سمجھا تھا میں
''مہر و ماہ و مشتری کے ہم عناں سمجھا تھا میں''

بیٹھ کر ٹرک میں تو منزل آساں سمجھا تھا میں
''اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں''

سیلف دیتا ہی رہا جاگی نہ گاڑی کی خودی
بیٹری ڈاؤن تھی وہ جس کو رواں سمجھا تھا میں

وقتِ نزع ہائے انجن سے دھواں اٹھتا رہا
''تھی فغاں وہ بھی جسے ضبطِ فغاں سمجھا تھا میں''

گہہ اشارے توڑ دینا ، گاہ ٹکر مارنا
''آب وگل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں''

سرخ سگنل ، تیز رفتاری ، یکایک حادثہ
کار تھی جس کو ٹریفک بتیاں سمجھا تھا میں

''تھی کسی درماندہ رہرو کی صدائے دردناک''
جس کو صد افسوس انجن کی فغاں سمجھا تھا میں

حادثہ کیسے نہ ہوتا ناسمجھ آخر تھا وہ
وہ یہ کیوں سمجھا، اشارے کی زباں سمجھا تھا میں

ڈرائیور ٹرک کا ہوں لیکن لائیسنس کوئی نہیں
ڈرائیونگ کے ٹیسٹ کو کارِ زیاں سمجھا تھا میں

کردیا چالان پولس نے تعاقب کر کے جب
ہوگیا وہ کچھ جسے وہم وگماں سمجھا تھا میں

حادثے کے بعد اب ہوں جیل میں اس کے طفیل
وہ ٹرک جس کو کہ اپنا پاسباں سمجھا تھا میں

سرکاری ہسپتال کے اسپیشلسٹ سے خطاب

(علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ، نظم کا ہر دوسرا مصرعہ اقبال کے کلام سے لیا گیا ہے)

ملاقات بے معاوضہ چاہتا ہوں
''مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں''

توجہ کا طالب ہوں اے ماہرِ دل
''ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں''

مجھے اپنے چھوٹوں سے مت چیک کرائیں
''کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں''

جو اپنے کلینک پہ دیتے ہیں لیکچر
''وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں''

میں لمبی قطاروں کا عادی ہوں، اب تو
''کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں''

مجھے ''آئی۔سی۔یو'' میں داخل کرادیں
''چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں''

غزل آدھی اقبالؔ کی ہے چرائی
''بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں''

بل

برق کا اِک شرارہ لئے آ گیا
بجلی بن کر گرا مجھ پہ بجلی کا بل

میری قامت درازی مصیبت بنی
آ گیا مجھ کو لمبا سا درزی کا بل

اب تیمم پہ بھائی گزارہ کرو
مجھ سے کہتا تھا یہ ہنس کے پانی کا بل

یوں خزاں آگئی درمیانِ بہار
پھول کملائے دیکھا جو مالی کا بل

دودھ لے کر ہوا شرم سے آب آب
آیا خالص مگر دودھ والی کا بل

بلبلاؤں نہ مظہر تو پھر کیا کروں
بھیجتا ہے ہر اِک اپنی مرضی کا بل

نسخہ

ڈاکٹری نسخہ ہے یا تعویذ ہے یہ پیر کا
"نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا"

ڈاکٹر سمجھے یا پھر کیمسٹ ہی سمجھے اِسے
"کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا"

جس سے پوچھو نام لیتا ہے دوائی کا نیا
پڑھنا مشکل ہو گیا ہے کاتبِ تقدیر کا

دل پریشاں، عقل حیراں، کیا دوا دارو کریں
پوچھتے پھرتے ہیں مطلب سب سے اس تحریر کا

نسخہ پڑھنے کی الگ سے فیس لی کیمسٹ نے
بولا، پڑھنا ہے اِسے لانا ہے جوئے شیر کا

جتنا سلجھایا اسے اتنا الجھتا ہی گیا
ہو گیا تھا یہ بھی قضیہ وادیٔ کشمیر کا

تھی دواؤں میں نہیں نسبت بھی کوئی دور کی
ایک مصرع داغؔ کا تھا، ایک مصرع میرؔ کا

ڈاکٹر کا تھا، کہ تھا کیمسٹ کا اس میں کمال
آنکھ میں سوزش تھی نسخہ مل گیا تبخیر کا

ڈاکٹر کہتا تھا خطاطی کا میں ماہر نہیں
بات اتنی ہے کہ میں قائل نہیں تشہیر کا

میرا نسخہ راز ہے ڈسپنسر ہمراز ہے
صرف واقف ہے وہی اجمال کی تفسیر کا

سیاسی لیڈر کا موقف

(علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ)

بنا ہوں جیسے بھی میں تیرا حکمراں پھر کیا
"تری نگاہ ہے فطرت کی راز داں پھر کیا"

کمال ووٹ کا ہرگز نہیں یہ نوٹ کا ہے
نہیں جو بنتا نہ بن میرا ہم زباں پھر کیا

گدھے کو باپ بنانے کے فن سے واقف ہوں
زمین کو بھی میں کہہ دوں گا آسماں پھر کیا

ملے گی مجھ کو وزارت کروں گا میں دورے
پڑیں گے دورے اگر تجھ کو میری جاں پھر کیا

ٹھٹھک کے کوٹھی پہ میری کھڑا ہے کیوں مسٹر
''عطا فلک نے کیا تجھ کو آشیاں پھر کیا''

ڈنر پہ جاؤں گا جب میں اڑاؤں گا چرغے
ملیں گی گھر میں اگر تجھ کو ہنڈیاں پھر کیا

جہاں پہ بات ہو لینے کی آگے آگے ہوں
اگر وہ دیتے ہیں دیں مجھ کو گالیاں پھر کیا

مجھے ہے فخر کہ میرا نشان لوٹا ہے
''میرا جہاز ہے محرومِ بادباں پھر کیا''

اسمبلی بننے سے پہلے وہ توڑ دیتے ہیں
''مرے نصیب میں ہے کاوشِ زیاں پھر کیا''

ہر ایک صوبے کی یکساں شمولیت کے لئے
محب قوم کرے چار شادیاں پھر کیا

قبول ہے مجھے سب کچھ اگر ملے دولت
وہ مار لیں مجھے چاہے دولتیاں پھر کیا

دائمی مریض

مریضِ دل کی بیماری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے
دواؤں کی خریداری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے
جسے دیکھو نیا نسخہ وہ ہم پر آزماتا ہے
طبیبوں کی وہ خونخواری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے
مرض کہنہ اگر ہوجائے تو پھر سب کی چاندی ہے
پرانی تجربہ کاری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے

طبیب و ڈاکٹر عطار و وید و ہومیوپیتھک
وہی سب کی دکاں داری جو پہلے تھی سواب بھی ہے
دوائیں بھی گراں اور مشورہ اس سے گراں زیادہ
وسائل کی تنگوں ساری جو پہلے تھی سواب بھی ہے
دوائیں بڑھتی جاتی ہیں اگرچہ روز نسخے میں
مگر قائم وہ بیماری جو پہلے تھی سواب بھی ہے
وہ کہتے ہیں کہ مرتے دم ہی اس سے جان چھوٹے گی
سواس سے اپنی بیزاری جو پہلے تھی سواب بھی ہے
نہیں اب بانگ دے سکتا ہمارے پیٹ میں مرغا
کہ روٹی دال سے یاری جو پہلے تھی سواب بھی ہے
ہیں قسمت میں فقط اپنے ابالی بے مزہ چیزیں
وہ سبزی اور ترکاری جو پہلے تھی سواب بھی ہے
عمل کرتا ہوں آدھا ڈاکٹر صاحب کے نسخے پر
ہمیشہ کی یہ ہشیاری جو پہلے تھی سواب بھی ہے
میں نسخہ ان سے لکھوا کر دوا پوری نہیں کھاتا
کہ اپنی جان یہ پیاری جو پہلے تھی سواب بھی ہے

اسلام آباد

بٹے ہیں گریڈ اور تنخواہ سے سیکٹر کے خانوں میں
سنائی کچھ نہیں دیتا پھنسی ہے روئی کانوں میں
امیری اور غریبی ہے نمایاں یوں گھرانوں میں
نظر آتی نہیں ہے زندگی اب تو مکانوں میں
فریب گھر میں رہتا ہوں
میں جس سیکٹر میں رہتا ہوں
اگر ڈھونڈو تو مل جائیں گے فرزانہ دوانوں میں
ہیں کچھ ایمان والے بھی یہاں کے بے ایمانوں میں
یہ دارالخیر ہے محدود اب تو آستانوں میں
غریب شہر رہتا ہے ندیدے حکمرانوں میں
زرہ بکتر میں رہتا ہوں
میں دارالشر میں رہتا ہوں

سیکٹر ای

پہاڑوں کی مجھے ہمسائیگی کا شرف ملتا ہے
چناروں اور دیوداروں کا آنچل سر پہ ہلتا ہے
تبسم کا یہاں مصنوعی لیکن پھول کھلتا ہے
نہ کوئی زخم بھرتا ہے نہ کوئی چاک سلتا ہے

میں خرمستی میں رہتا ہوں
میں سیکٹر ای میں رہتا ہوں

کہیں 'ڈی جی' کا گھر ہے اور کہیں ہے 'آئی جی' کا گھر
کہیں پر 'جون' کا گھر ہے کہیں ہے 'ہیری' کا گھر
کہیں 'وی۔آئی۔پی' کو مل گیا ہے اک 'فری' کا گھر
اگر دیکھو تو سائیں سائیں کرتا ہے سبھی کا گھر

میں ویرانی میں رہتا ہوں
میں سیکٹر ای میں رہتا ہوں
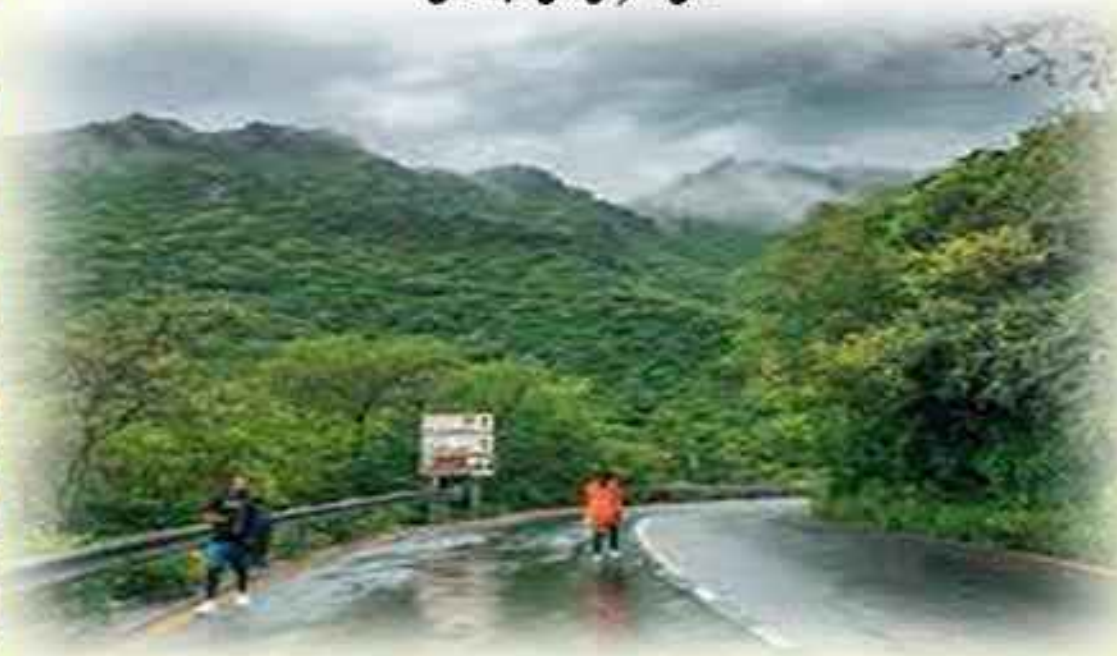
سیکٹر ایف

یہاں پر مکسڈ سی ہے جنتری کھوٹے کھرے سب ہیں
'اپر' اور درمیانی' کلاس' کے یعنی مزے سب ہیں
ہتھیلی پر شمع رکھ کر جو آئے تھے جلے سب ہیں
ہے سب کو شوق اڑنے کا اگرچہ یاں گرے سب ہیں
میں اگلی صف میں رہتا ہوں
میں سیکٹر ایف میں رہتا ہوں

سیکٹر جی

مبارک ہو کہ سیکٹر جی کا ذکرِ خیر آیا ہے
امیروں کے نگر میں دیکھئے اِک غیر آیا ہے
وہ غربت کے سمندر سے سلامت تیر آیا ہے
بہت خوش ہے کہ کیپٹل بغرضِ سیر آیا ہے
چھل قدمی میں رہتا ہوں
میں سیکٹر جی میں رہتا ہوں

مرا درمیانہ طبقہ ہے، کہیں اس کو مِڈل یارو
ہوں خوش پوشاک ظاہر میں مگر بیلینس نل یارو
دیئے جاتا ہوں پابندی سے اپنے سارے بل یارو
ملی ہے مجھ کو ورثے میں شرافت کی وہ پل یارو
لگا جی جی میں رہتا ہوں
میں سیکٹر جی میں رہتا ہوں

سیکٹر ایچ

مدرسے ہسپتال اور ساتھ اس کے ایک قبرستاں
نہیں ہے سیکٹر ایچ میں تمیزِ نوکر و سلطاں
اُداسی چھائی ہے ہر سو چمن اور دشت ہیں ویراں
گلوں میں رنگ بھرنے کا ابھی پورا نہیں ساماں
کہ میں ایکچ میں رہتا ہوں
میں سیکٹر ایچ میں رہتا ہوں

سیکٹر آئی

تعین اِس کا مشکل ہے، نہ 'ہ' ہے اور نہ 'شی' ہے یہ
سلام آبادی کہتے ہیں کہ پنڈی کی گلی ہے یہ
سمجھ میں آ نہیں سکتی وہ نثری شاعری ہے یہ
اَنا ہے اسقدر زیادہ کہ نیزے کی انی ہے یہ
ہوں "نو" پر "ہائی" میں رہتا ہوں
میں سیکٹر آئی میں رہتا ہوں

خیال اپنا اپنا

ڈاکٹر کہتا تھا یارب! ایسا کاروبار دے
میرا بھر جائے کلینک اِس قدر بیمار دے

گر کرم تیرا ہو ، رتبہ اس کلینک کا بڑھے
یہ ہو نرسنگ ہوم اور چینل اسے سرکار دے

خان کہتا تھا یہ "خوچہ ام کو مت آزار دے
گولی کھائے گی نہ بالکل صرف ٹیکہ مار دے"

ڈاکٹر خو گرم گولی نے کیا خانہ خراب
''ماٹرا' جی چاہے ہے تم کو آج گولی مار دے''

راجہ جی آئے کلینک میں یہی کہتے ہوئے
''بھاپا می کی'' کوئی شربت آج ٹھنڈا ٹھار دے

اک منٹ میں ٹھیک ہونا مانگتا گودام سیٹھ
کہتا ہے ''اپن کو اک ٹیکہ لگا کر یار دے''

انٹی بائیوٹک کی پوٹینسی بہت ہائی نہ ہو
لیڈی کہتی تھی کوئی ہلکی دوا اس بار دے

شیخ نتھو مفت نسخہ لے کے دیتے تھے دعا
''کر بھلا تجھ کو سخی سائیں بڑی سرکار دے''

مائی کا اصرار تھا ہو مفت اُس کی بھی دوا
کہہ رہی تھی ''دے دوا، تجھ پر خدا کی مار، دے''

موٹر سائیکل

نہ موٹر کار جیسی ہے نہ ہے یہ سائیکل جیسی
یہ موٹر سائیکل ہے صرف موٹر سائیکل جیسی
بُلند و پَست یکجا کر کے کیا صورت نکالی ہے
مِڈّل طبقے کی یہ گویا مخنث اِک سواری ہے
غرور و کِبر و نخوت سے نہ کوئی واسطہ اِس کا
فقط بیچارگی کا ، عجز کا ہے راستہ اِس کا

جگہ کم ہے مگر دل کی فراخی کا یہ عالم ہے

لدی ہے فیملی پوری سفر کا شوق پیہم ہے

میاں بیوی اور ان کے چار بچے اس طرح لٹکیں

دکھاتے ہوں تماشا جیسے ''جوکر'' کوئی کرتب میں

یہ موٹر سائکل صورت نئی ہے گھڑ سواری کی

ہے جسکی ہارس پاوٗر ایک سو بیں اسپ تازی کی

سفر میں دھول کھاتی ہے، بہت مٹی اُڑاتی ہے

سواروں کا بہت عمدہ یہ میک اپ بھی کراتی ہے

سنواریں زلف کو کیسے نہیں کچھ اختیار اپنا

اُڑاتی ہے یہ بال ایسے لگے شاعر سوار اس کا

سفر کے ساتھ اتنی دُور تک گردِ سفر جائے

کہ موٹر سائکل والے سے آئینہ بھی ڈر جائے

اٹی ہے دھول چہرے پر کہ ویرانی نہیں جاتی

کہ اب تو شکل بھی خود اپنی پہچانی نہیں جاتی

غرض مجنوں کی صورت سوئے دفتر ایسے جاتے ہیں

کہ بچے دیکھ کر ہنستے ہیں اور سیٹی بجاتے ہیں

مگر بچوں کی سیٹی سے بھلا ہو خوف کیوں ہم کو

سپاہی کو اگر دیکھیں تو سٹی گم ہماری ہو

چمک اٹھے پولس والوں کا چہرہ دیکھ کر ہم کو

پھڑک اٹھے رگِ رشوت تو چلائیں رکو، ٹھہرو

پجارو پہ نہیں چلتا ہے بس ، یوں خوار بیٹھے ہیں
پکڑنے کو ہمیں ہر دم مگر تیار بیٹھے ہیں
بہانے سو طرح کے پاس انکے ہیں مفر کب ہے
بنا چالان ہرگز کوئی بھی بخشش نہیں اب ہے
وہ سو کے نوٹ پہ قائد کو دیکھیں تو سلامی دیں
اور اس کے بعد ہی ہم کو نویدِ خوش خرامی دیں
ہر اک چوراہے ہر اک موڑ پہ نذرانہ دیتے ہیں
یہ ماہانہ نہیں بھتہ کہ ہم روزانہ دیتے ہیں
بنایا ہم کو موٹر سائیکل نے دید کے قابل
دیا جرمانہ عیدی کا ، رہے کب عید کے قابل
سُبک رفتار موٹر سائیکل ہے غرغراتی ہے
خراماں گامزن ہو کوئی یہ "ہورن" بجاتی ہے
بڑی مشہور ہیں ہر سمت دہشت گردیاں اس کی
پولس والے بھی کانپیں دیکھ لیں گر پھرتیاں اس کی
کیا ہے جرم موٹر سائیکل پہ کیونکہ مجرم نے
لگی پابندی "ڈبلنگ" پہ کیا انصاف ظالم نے
نہ پکڑا جا سکا ملزم تو موٹر سائیکل مجرم
ہوئی برباد سب نیکی گُنہ بس ہو گیا لازم
عجب منطق یہاں پر ہے مضر ہر چیز اب ٹھہری
لگے گی کل سے قدغن دیکھنا چاقو چھری پر بھی
ڈبل پہ جب سے پابندی لگی ہم ہو گئے تنہا
خدا ہو حامی و ناصر غریبوں کی سواری کا

انگریزی مریض

کہا لندن پلٹ حضرت نے مجھ سے چارہ گر کیا ہے
ہے مینوفیکچر دیسی تو پھر اس میں اثر کیا ہے

بدیسی ہوں فقط شیور کا انڈہ راس آتا ہے
ولایت کے مریضوں کی بتا تجھ کو خبر کیا ہے

پڑھا جس نے نہ ہو انگریزے کیا اس کی وقعت ہے
نہ ہو ڈگری اگر باہر کی تو پھر ڈاکٹر کیا ہے

یہاں تو ساجے گاجے بن گئے ہیں ڈاکٹر سارے
مجھے معلوم ہے یاں کامیابی کا ہنر کیا ہے

کوئی کہتا ہے دل کا عارضہ ہے کوئی گردے کا
یقیں کس کا کروں بتلاؤ مجھ کو چارہ گر کیا ہے

ہمارے پاس ہیں اب بھی وہی تم لاکھ جھٹلاؤ
نہ جو لندن گیا میری نظر میں وہ بشر کیا ہے

دوا کھانسی کی لندن سے میں لے کر ساتھ آیا ہوں
ولایت میں ہی سب کچھ ہے مجھے بتلا ادھر کیا ہے

کہیں پہ ٹائیفائڈ ہے، کہیں ٹی۔ بی کا جوبن ہے
نہ کھانا صاف ، نہ پانی بتلاؤ بے ضرر کیا ہے

مجھے اردو نہیں آتی ہے ، سب سمجھاؤ انگلش میں
بتاؤ ہے کہاں پر لبلبہ؟ پتہ، جگر کیا ہے

علاج اپنا کراؤں گا میں ہینری بھائی سے جا کر
یہاں پر جو دوا دیتے ہو مجھ کو کیا خبر کیا ہے

جدا ہے شہر کے ہر لیب کی رپورٹ اب مظہر
یہ دو رنگی فضائے بے یقینی دیدہ ور کیا ہے

بہشت میں

آیا ہے لینے مولوی چندہ بہشت میں
کیا دیں اسے جواب خدایا بہشت میں

نہ "اکھ مٹکا" ہو نہ اشارہ بہشت میں
عاشق بچارہ کیا کرے یارا بہشت میں

فرمائشوں نے حوروں کی رسوا بہت کیا
سوچا تھا ہم نے ہوگا نہ خرچہ بہشت میں

یہ سوچتے ہیں ہم وہاں دل کا کریں گے کیا
جب کوئی بھی نہ ہو گی تمنا بہشت میں

پھر ڈاکٹر زمیں پہ بھیجے گا کیا مریض
ہو گا نہ ٹھیک گر کوئی بندہ بہشت میں

بچے بھی خوش رہیں گے چلو موج ہو گئی
استاد کا چلے گا نہ ڈنڈا بہشت میں

یارب کہاں پہ جائیں گے اہلِ بہشت پھر
خودکش نے کر دیا جو دھماکہ بہشت میں

دوزخ سے ڈائیریکٹ ہی دیکھا کریں گے پھر
ابلیس کا سیاسی تماشا بہشت میں

ہم روٹیاں پکائیں گے دوزخ کی آگ پر
ہو گا نہ جب کہیں پہ بھی چولہا بہشت میں

مظہر سے کہہ رہا تھا یہ جنت کا ٹھیکیدار
کر بیٹھنا نہ جھگڑا دوبارہ بہشت میں

نہ کھائیں اِتنے بھی اب پیچ وتاب عید کے دن
کھلا دے زوجہ نہ چپلی کباب عید کے دن

کٹھن تھا پہلے تو بکرے کو دام میں لانا
اور اب بنا ہے قصائی عذاب عید کے دن

کباب ، قورمہ ، بریانی ، سیخ اور تِکّے
ہمارے کھانے کا بدلا نصاب عید کے دن

چچا نہ کہہ دے کہیں ہم کو آج جانِ جہاں
لگایا ہم نے ہے سر پہ خضاب عید کے دن

سنگھار کر کے جو بیگم نے چہرہ دکھلایا
لگا کہ لوٹ کے آیا شباب عید کے دن

جواب مانگا تو "لا" لکھ کے اُس نے بھیج دیا
حسینہ کرگئی یوں لاجواب عید کے دن

بنا ہے گھر مرا باڑہ، کہوں تو کس سے کہوں
کیا ہے بیل نے "خانہ خراب" عید کے دن

وہ چاند رات مناتے ہیں جاگ کر ساری
مزے سے ہوتے ہیں پھر محوِ خواب عید کے دن

چبا کے چانپ یہ کہتے تھے مولوی صاحب
ہے بکروں دنبوں کا یومِ حساب عید کے دن

جو گوشت بھیجتے ہیں ساتھ روٹیاں بھی دیں
کہ ہو پھر ان کو بھی دگنا ثواب عید کے دن

جو شعر لکھتے ہوئے ہم کو دیکھا بیگم نے
تو بولیں چھوڑو قلم اور کتاب عید کے دن

سریا

کہیں در میں سریا، کہیں گھر میں سریا
بھرا اب تو گاؤں کے منظر میں سریا
نہ ہریالے کھیت اور نہ سرسبز جنگل
ملوں سے ہے پھیلا جہاں بھر میں سریا
کہیں بھاری بھرکم پلر میٹرو بس کے
زمیں کے بھرا جسمِ لاغر میں سریا
ہیں ہر سو یہاں کلبلاتے پلازے
ہے مسجد میں محراب و منبر میں سریا

ترقی کی سیڑھی میں ہے کنکریٹ اب
نہ ہو پر تعلق کے پیکر میں سریا
اگر کاروبار اُن کا ہے تو بھلے ہو
مگر ہو نہ اک ماشہ رہبر میں سریا
الیکشن سے پہلے جو گردن میں تھا وہ
نکالا الیکشن نے پل بھر میں سریا
ہوئی گم کہیں سوندھی خوشبو زمیں کی
بھرا جب سے اُس بطنِ مادر میں سریا
کہا رو کے عاشق نے سر کیسے پھوڑوں
قسم تیرے سر کی نہیں سر میں سریا
وہی کیمیائی عناصر ہیں لیکن
ہے عاشق میں کیوں موم، شوہر میں سریا
ہوا نرم دل ڈاکٹری شاعری سے
کہاں سے بھلا آئے مظہر میں سریا

فیض آباد دھرنا

(راولپنڈی اسلام آباد کے سنگم پر واقع فیض آباد کے مقام پر مولوی خادم حسین رضوی کی جانب سے دھرنے کے بیسوئیں روز تنگ آ کر قلم برداشتہ۔)

بند سارا شہر کر کے رکھ دیا
پھر رہا ہے شہر میں ملا کھلا

فیض کیا ہم پائیں فیض آباد سے
بیس دن میں بھی نہ یہ رستہ کھلا

ناطقہ ہے بند پبلک کا ادھر
مل رہا ہے پر ادھر کھانا کھلا

ریش کا پردہ بھی کام آیا نہیں
گالیوں سے آپ کا چہرہ کھلا

یہ سیاست ہے کہ ہے مذہب بتاؤ
بو بہت آئے گی گر ڈھکنا کھلا

رضوؔی ہم بھی ہیں مگر نسبت ہے اور
آؤ اس رہ پر ہے یہ رستہ کھلا

داد مت دینا کہ مظہؔر یہ کلام
غالؔب و حسرؔت کا ہے چربہ کھلا

مریض کی فریاد

ہیلتھ کے شعبے میں گھس آئے مداری ہائے ہائے
لو عزیزو آئی اب شامت ہماری ہائے ہائے

یوں لگائی فیس کی ہے ضرب کاری ہائے ہائے
بھول بیٹھا ہوں میں اپنی آہ و زاری ہائے ہائے

مشورے کی فیس کہہ کر ساری پونجی چھین لی
اور اس ڈاکے پہ پبلک چپ ہے ساری ہائے ہائے

جب بھی جاتا ہوں نیا اک ٹیسٹ کرواتے ہیں آپ
آزماتے ہیں دوائیں باری باری ہائے ہائے

صبح سے بیٹھا ہوں وصلِ ڈاکٹر ہوتا نہیں
بے سفارش ہوں میں کیسے آئے باری ہائے ہائے

سیمپل بھی بیچتے ہیں بر سرِ بازار آپ
ختم ہے بس آپ پر ایمانداری ہائے ہائے

پوچھتا ہوں جب کہ کیا تشخیص ہے بتلایئے
کرتے ہیں لفظوں کی مجھ پہ سنگ باری ہائے ہائے

ایک کے بعد اِک نیا انجکشن دیتے ہیں آپ
حل مگر کرتے نہیں مشکل ہماری ہائے ہائے

منفی کلاسیں

(آج کل تین سے چار سال کی عمر میں بچوں کی تعلیم کا آغاز کردیا جاتا ہے اور پہلی جماعت تک پہنچنے کے لئے تین جماعتوں (پلے گروپ نرسری اور کے جی) کے پل صراط کو عبور کرنا پڑتا ہے، میں ان جماعتوں کو منفی جماعتیں کہتا ہوں کہ صفر سے پہلے یہی گنتی کا اصول ہے۔)

داخلے بچوں کے "ٹینشن" ہو رہے ہیں آج کل
بارہ بارہ گھنٹے "سیشن" ہو رہے ہیں آج کل
علم سے مضبوط بندھن ہو رہے ہیں آج کل
نرسری میں "کنوکیشن" ہو رہے ہیں آج کل

داخلے بچوں کے پنگھوڑوں میں ہوتے ہیں یہاں
چُسنیاں پیتے ہوئے بچے چلے آتے ہیں یاں

پیمپر پہنے ہوئے، باندھے ہوئے ہیں رال بند
جکڑے ہیں کپڑوں میں ایسے ہوگئی ہے چال بند
جانے مستقبل خدا، فی الحال تو ہے حال بند
آہ و گریہ نے کئے بچوں کے سب سُر تال بند

زندگی سے دیکھئے کیا ہے ملا محصول میں
کھیلنے کا وقت تھا جن کا وہ ہیں اسکول میں

بولنی آتی نہیں ہے گو زبانِ مادری
ان کو سکھلانے کو ہیں تیار سارے ''اے بی سی''
کہہ رہے ہیں وہ زبانِ حال سے رو کر یہی
ہے کوئی یاں بات جو سمجھے ہماری توتلی

مرزا غالب نے ہمارے واسطے ہی تو کہا
''مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا''

ہاتھ میں پنسل پکڑنے کی نہیں طاقت ذرا
پھر بھی میڈم ہیں بضد لکھیں سبق صبح و مسا
دل ہے انکا کھیل میں پڑھائی کیسے ہو بھلا
نگلی جاتی ہی نہیں کڑوی ہے تعلیمی دوا

مضطرب ہیں ساتھیوں کا دیکھ کر یہ حالِ زار
رو رہے ہیں جھولنوں میں ڈر کے مارے شیر خوار

اک طرف مظلوم بچے اک طرف بے کس عوام
تاجرانِ علم کے آئے ہیں دونوں زیرِ دام
کیا بتائیں آپ کو کیسا ہے تعلیمی نظام
دس کلو بستے میں ہے تعلیم خالی دس گرام

ہے سفر لمبا بہت منزل تمھیں تڑپائے گی
نونہالو! تین سالوں بعد پہلی آئے گی

سرکاری ہسپتال کی لیبارٹری

آج کل ہر اک بنا ہے باپ افلاطون کا
ہو مہینہ جنوری کا وہ بضد ہے جون کا

دیکھئے ماہر ہمارے ہسپتالی لیب کے
آپ قارورہ، دیں وہ دیں گے نتیجہ خون کا

مسٹر آدم تھے پریشاں کیسے یہ ممکن ہوا
ٹیسٹ ان کو جب ملا اک حاملہ خاتون کا

عشق سے شادی تک

عشق میں دل گھبرائے بے شک
شادی بھی رلوائے بے شک

عشق میں اور شادی میں صاحب
پوشیدہ ہے ہائے بے شک

دِل کے اندر لڈو پھوٹیں
اوپر سے شرمائے بے شک

پہلے مستی چڑھتی ہے جی
بعد میں مستی جائے بے شک

پہلے ”جی آیاں نوں“ لب پر
”فیر خصماں نو کھائے“ بے شک

”ویلکم۔ویلکم“ دونوں بولیں
بعد میں ”بائے۔بائے“ بے شک

یہ وہ پیڑ ہے جس کے پھل کو
جو کھائے پچھتائے بے شک

مظہرؔ زیست ہے گورکھ دھندا
الجھے اور الجھائے بے شک

ناشتہ

اِک طرف ہے پانچ تارہ ناشتہ
دوسری جانب تھڑے کا ناشتہ

دس پراٹھے، بیس انڈے، تیس توس
یہ تھا اُن کا ہلکا پھلکا ناشتہ

حلوہ پوری، نان پائے، جس نے کھائے
کر رہا ہے وہ دوبارہ ناشتہ

پہلواں کو دیکھتا ہی رہ گیا
کھا گیا وہ میرا سارا ناشتہ

"ہور لا" بھئی، ہور لا بھئی، ہور لا"
دیکھنا لاہوریوں کا ناشتہ

ہم نے سوچا تھا کہ کھانا دے گا وہ
اس نے ٹالا دے کے سوکھا ناشتہ

دوپہر میں بھی ہے شب میں بھی یہی
اہلِ فارس کا ہے کھانا ناشتہ

پاپڑ

مری بیگم نے اک دیا پاپڑ
تھا مگر وہ بھی ادھ جلا پاپڑ

ذائقہ کرکرا نمک نے کیا
تھا اگرچہ وہ کُرکُرا پاپڑ

پہلے پاپڑ دکھا کے بہلایا
اور پھر خود ہی کھا گیا پاپڑ

وہ صفائی پسند اتنا ہے
کہتا پھرتا ہے دھو کے کھا پاپڑ

ہے اکڑ جتنی اتنا نازک ہے
ایک پل میں ہے ٹوٹتا پاپڑ

ایک حاذق حکیم نے مجھے دی
پیٹ کے درد کی دوا پاپڑ

کڑکڑاتا لباس کلف زدہ
سوٹ تھا ان کا یا کہ تھا پاپڑ

سارا دن پاپڑی وہ کھاتا رہا
رات بھر بولتا رہا پاپڑ

زندگی کیا ہے ایک پاپڑ ہے
آندھی آئی تو اڑ گیا پاپڑ

ڈھونڈتے پھر رہے ہیں لوگ اسے
وہ کہاں بیچ کر گیا پاپڑ

بیچے منجن کوئی ، کوئی چورن
مری قسمت میں آگیا پاپڑ

"لکھ رہا ہے جنوں میں کیا کیا کچھ"
بھائی مظہر نے کھا لیا پاپڑ

ڈاکٹر شاعر

کہہ رہا تھا ہم سے قدرت کا یہ "قانونِ اٹل"
بوؤ گے جو آج کھیتی میں وہی کاٹو گے کل

کیا بتائیں آپ کو منظر مطب کا دوستو
تذکرہ سُن لیجئے کہ ہے یہی موقع محل

ہُو کا عالم تھا مطب میں اور شاعر ڈاکٹر
ہاتھ پر گہہ ہاتھ رکھتا، گاہ رکھتا در بغل

آمدِ اشعار تھی، آتا نہ تھا کوئی مریض
شغلِ بیکاری کا تھا یہ کارآمد ایک حل

آمدن تھی ڈاکٹر شاعر کی مظہر اس طرح
ایک صد روپیہ، دو قطعے، اِک عُمدہ غزل
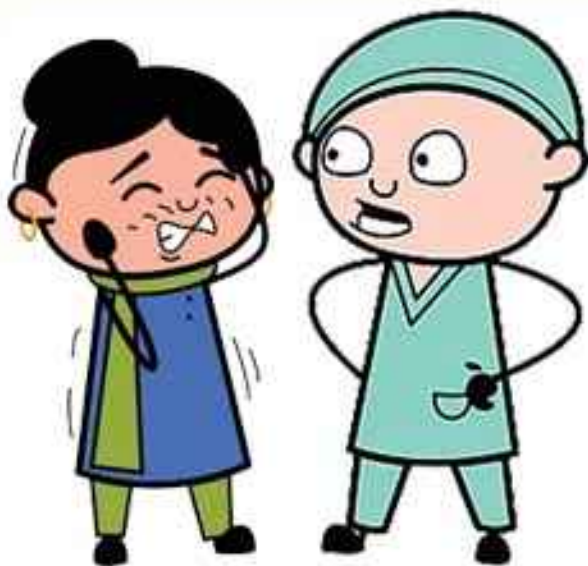
رئیسہ

تشخیص کے سب ٹیسٹ کو دیکھ کے میں نے
ہاں! ٹھیک نظر آتے ہیں اعضائے رئیسہ

سن کر یہ بیاں پاس سے بیوی مری بولی
شوہر کو مرے چھینتی ہے وائے رئیسہ

بیمار ہوں اور میری اِسے فکر نہیں ہے
کرتا ہے مگر صبح و مسا ہائے رئیسہ

اِک ٹیسٹ بھی میرا تو کراتا نہیں کوئی
اور دیکھتا رہتا ہے یہ اعضائے رئیسہ

نواب کی بیٹی ہوں، نہیں کم میں کسی سے
مرعوب نہیں ہوتی ہوں آجائے رئیسہ

جائے گی کہاں بچ کے مرے ہاتھ سے سوکن
چھوڑوں گی نہیں مجھ کو جو مل جائے رئیسہ

ہے کون یہ کل مُنکھی خدا ہی اِسے سمجھے
رہتی ہے کہاں کوئی یہ بتلائے رئیسہ

ننھے کے ابا سے

رونقِ دفتر کیا تو نے مرا خانہ خراب
چند گھنٹہ آتا ہے گھر میں مرے بن کر عذاب

اِس طرح آماجگاہِ شور و شر بن جائے گا
کیا خبر تھی تیرا دفتر میرا گھر بن جائے گا

ایک دو بچوں کی خواہش تھی مجھے بھی جانِ جاں
تو نے درجن بھر کی مجھ سے ٹیم بنوا دی یہاں

ساری تصویریں نہیں میری یہ کچھ تیری بھی ہیں
ساری تقصیریں نہیں میری کہ کچھ تیری بھی ہیں

پردۂ شب میں نہاں اعمال کی تفسیر ہیں
ظلمتوں کی اوٹ سے نکلی ہوئی تنویر ہیں

مجھ سے تنہا چل نہیں سکتا یہ کاروبار تھا
میں نہ تھی بالکل اکیلی تو شریکِ کار تھا

تو یہ کہتا تھا کہ تجھ کو چاہئے ہے اک پسر
تیری خاطر طے کیے میں نے کئی لمبے سفر
کوششوں میں میری نیت گرچہ بالکل نیک تھی
ہر دفعہ لیکن تری قسمت میں دُختر ایک تھی
نو مہینے کا بھی وقفہ تھا تجھے بارِ گراں
رفتہ رفتہ بن گئی میں درجنوں بچوں کی ماں
شرحِ پیدائش تھی اتنی تیز کیا بتلاؤں میں
مجھ سے ممکن ہی نہ تھا گاڑی کو اب رکواؤں میں
کر رہا ہے اب مجھے آگاہ نقصانات سے
اور تب سوجھی نہیں بہبودِ آبادی تجھے
زر کی ہو افراط تو خطرہ نہیں اس میں مگر
کہہ رہا ہے تو کہ ہے خطرہ جو ہو افراطِ سر
یہ بتا مجھ کو کہ تو ہے کیوں پریشاں اس قدر
باعثِ شرمندگی کیوں بن گئے تیرے پسر
آ گئی میں تیرے گھر میں تھا مرا بختِ سیاہ
شکل و صورت میری بگڑی ہو گئی حالت تباہ
تجھ کو اس سے کیا غرض کوئی جیئے کوئی مرے
مجھ کو بد ہیبت کیا، تجھ کو خدا غارت کرے
اتنے بچے کر دیئے پیدا مجھے تو داد دے
لگ پتہ جائے تجھے گر ایک تو پیدا کرے

ڈاکٹری غزل

لاؤں میں جگرا کہاں سے چارہ گر
کھا چکا ہے وائرس سارا جگر

ہو رہا ہے دل یہ کیوں زیر و زبر
کارڈیالوجسٹ لے اس کی خبر

آپریشن جب کبھی کرنے چلو
دل سے پہلے کھینچنا تیرِ نظر

کیا سماعت میں ہے کچھ ان کی خلل
بارہا کہتے ہیں وہ ''بارِ دِگر''

اس تمنا میں ہے پھر امید سے
ہاتھ میں آجائے اس کے اک پسر

چیختی ہے نرس مُردوں کی طرح
کیا کرے ، ہے نام میں موجود نر

اُف یہ خوش فہمی کہ وہ ہیں ڈھونڈتے
ہسپتالوں کی دواؤں میں اثر

گھر بنا رہتا ہے سارا ہسپتال
ہوں زن و شوہر جو دونوں ڈاکٹر

پانچواں فرشتہ

ہیں فرشتے یہ چار جن کے نام
ہم نے بچپن میں اپنی ماں سے سُنے

سب سے افضل ہیں ان میں جبرائیل
لے کے قرآں جو سوئے فرش بڑھے

موسموں کے لئے ہیں میکائیل
حکم جن کا ہواؤں پر بھی چلے

موت کا ہے فرشتہ عزرائیل
کام جس کا ہے روح قبض کرے

اور پھونکیں گے صور اسرافیل
یہ قیامت خدا کرے نہ پڑے

اک فرشتہ ہے پانچواں بھی مگر
کہنے والے یہ مجھ سے کہنے لگے

دیتا پیغام یہ بھی ہے سب کو
وقت کوئی ہو دن کہ رات ڈھلے

اِس کی آواز صورِ اسرافیل
کوئی سُن لے تو کان پھٹنے لگے

محفلوں میں مچائے دھوم بہت
خامشی کی یہ ایسی تیسی کرے

یہ نکیرین کا ہے ہم پلّہ
ہر کسی کے یہ ساتھ ساتھ پھرے

کوئی لیکچر ہو کوئی میٹنگ ہو
بِن بُلائے ہر اک کے ساتھ چلے

نام نامی ہے اِس کا موبائیل
چپ ہی رہیے کہ پھر نہ بجنے لگے

ویگن

کر کے مجھ کو سوار ویگن میں
بھول بیٹھا ہے یار ویگن میں

سب ہیں مجھ پر سوار ویگن میں
میں ہوں سب پر سوار ویگن میں

ایک چیخ و پکار باہر ہے
ایک چیخ و پکار ویگن میں

اتنی قُربت سے خوف آتا ہے
باندھتا ہوں حصار ویگن میں

ایک مُشکل سے پھنس نہیں سکتا
وہ گھساتا ہے چار ویگن میں

جانے کس سمت سے چلی تھی ہوا
کر گئی مُشکبار ویگن میں

ٹک ٹکا ہو سکا نہ جب باہر
چڑھ گیا تھانیدار ویگن میں

سیٹ آگے کی پیش کر کے وہ
چھیڑے اب دل کے تار ویگن میں

اجنبی اجنبی ملے باہم
بن گئے رازدار ویگن میں

لے رہا ہے ٹکٹ بھی اب اُن کا
عاشقِ نامدار ویگن میں

ہے ہر اِسٹاپ پر قیام اِس کا
کیجیے انتظار ویگن میں

ہے مُٹاپا بُری بلا مِسٹر
چڑھیے اب قِسط وار ویگن میں

اے خدا یہ سفر بخیر رہے
ہو تصادم نہ کار ویگن میں

بجٹ کے بعد

پانی لگے گا تم کو بھی کھارا بجٹ کے بعد
گھر میں نہ آنا میرے خدارا بجٹ کے بعد
ہوگا نہیں جو اس کا گزارا بجٹ کے بعد
شادی کرے گا کیسے کنوارا بجٹ کے بعد
پتلون کی جگہ مجھے نیکر تھما دیا
کپڑا سکڑ کے رہ گیا سارا بجٹ کے بعد
اللہ کا شکر ہے کہ ہم آگے بڑھے تو ہیں
کافی بڑھا ہے اپنا خسارا بجٹ کے بعد
پیدا ہوئے نہ کیوں مرے بچے بجٹ سے قبل؟
چلّایا ایک باپ بچارہ بجٹ کے بعد
پہلے بجٹ سے "سیل" لگاتے ہیں جس کی وہ
ہرگز نہیں یہ اُن کو گوارا بجٹ کے بعد
زخمی کیا تھا ہم کو گرانی نے اس سے قبل
مہنگائی نے ہمیں تو ہے مارا بجٹ کے بعد
مہنگائی سے پھر آگ لگی مارکیٹ میں
نکلا تھا اس کا ایک شرارہ بجٹ کے بعد

تھری ان ون

کیجئے کیسے جسم و جان الگ
کر نہیں سکتے ناک کان الگ
لفظ کچھ اس طرح سے بل کھائے
کان اُلٹائیں ناک بن جائے
اور ان سے نہیں الگ ہے گلا
اس لئے کر دیا انہیں یک جا
ہے مقام ان کا اعلیٰ و ارفع
یہ ٹریفک ہے بھائی سہ طرفہ

ہیں جراثیم ایک جیسے یہاں
تینوں اطراف بس یہی ہیں رواں
ہو گلے کا مرض کسی کو اگر
ناک اور کان میں بھی پھیلے شر
"سوزشِ ناک" سے جو ہوں چھینکیں
حلق سے بھی نکلتی ہیں چیخیں
دونوں اپنی جگہ پہ ہوں بے کل
ناک ہو بند ، کان ہو جل تھل
"ٹانسل" میں اگر ہو "انفیکشن"
پھیلے یہ ناک ، کان میں فوراً
ہے بنی اس طرح کی صورتِ حال
تینوں اعضاء کا ایک ہی ہے مآل
ہوں بہم مبتلائے بیماری
تینوں اعضاء میں ہے بہت یاری
بولے اسپشلسٹِ "ای۔این۔ٹی"
ہے سراسر ہمیں خسارا ہی
بل الگ ان کا دے نہیں سکتے
فیس بھی پوری لے نہیں سکتے
ایک نسخہ کرے انہیں اچھا
اِک دوا ہے علاج تینوں کا
ایک میں تین کا اُٹھائیں مزا
سب مریضانِ ناک ، کان ، گلا

آغازِ سالِ نو

عادت یہ اپنی اپنی ہے یہ اپنی اپنی ریت
ہم مُسکرا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو

آغازِ جشنِ عیسوی ہوتا ہے یوں کبھی
محفل جما کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو

دیکھے ہیں ہم نے اہلِ طرب مست مست بھی
جو پی پلا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو

ہوتا ہے پھر فساد، شب سالِ نو میں یوں
کچھ لوگ گا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو

اور جب پولیس دوڑتی ہے اُن کے پیچھے خوب
اس کو بھگا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو

بھاتی نہیں ہیں جن کو فضائیں کھلی کھلی
وہ جیل جا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو

مغرب کے پیروکاروں کے انداز ہیں دِگر
جو مار کھا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو

عمر بھر کے لئے ہے ایک وبال
وٹہ سٹہ بھی ہے عجب جنجال
سب وہاں پر کہیں کہ وہ اچھی
سب یہاں پر کہیں کہ یہ خوش حال
رکھنا چاہیں بھی گر توازن آپ
دونوں جانب موازنہ ہے کمال
اُس نے کیا کھایا ، کیا پیا اُس نے
اِس نے کیسے اڑایا گھر کا مال
اُس نے بنوائے کتنے خوب لباس
اِس نے منگوائے کتنے سوٹ اور شال

اُس نے سیر و سفر کیا کتنا
ہوئی کتنی یہ رہ کے گھر بدحال
اُس کا شوہر اکڑتا کتنا ہے
اِس کے شوہر کو کیوں نہ آیا جلال
اُس کا شوہر ہے کافی سخت مزاج
اِس کے شوہر کی سخت کیوں ہے کھال
ہے وہ فلموں کا خوب دیوانہ
اِس کو فلموں کا کچھ نہیں ہے خیال
اُس کو خلوت نشین لوگ کہیں
اور ڈالے یہ گھر میں بھی دھمال
اُس کا شوہر تو بڑبڑاتا ہے
اِس کے شوہر کو بولنے کی ہے کال
وہ تو گھر میں پکائے گوشت بہت
اور یہ کھائے صرف سبزی دال
اُس کو ہے اعتراض یہ خوش ہے
اور اسے وہم کہ ہے وہ خوش حال
ایک دن کی نہیں کہانی یہ
ہیں یہ افسانہ ہائے سالہاسال
ایک "وٹہ" انہوں نے "سُٹّا" ہے
ایک پتھر دیا ہے ہم نے اُچھال
پھنس گئے ہیں بری طرح مظہر
کیجئے اب بیان کس سے حال

دردِ عرق النسا

(دردِ عرق اُلنساء یا ''شیاٹکا'' ایک عام بیماری ہے جس میں کمر کے مہروں کی درمیانی جگہ کم ہونے کے باعث حرام مغز سے نکلنے والی نسوں پر دباؤ بڑھ جاتا ہے اور اسطرح کمر سے نکلنے والا یہ درد پیروں تک جاتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ آیئے آج اس نام کی وجہ تسمیہ معلوم کرتے ہیں۔)

کر کے معائنہ وہ بڑے انہماک سے
کہنے لگے کہ درد یہ عِرق اُلنساء کا ہے
ہم نے کہا کہ مرد ہیں بالکل اصیل ہم
تشخیص میں نہاں کوئی نکتہ خطا کا ہے
فرمایا جس کے ''نیوروفزیشن'' نے ہم سے یہ
بھائی مرض کے نام میں گھپلا بلا کا ہے
اس کا ''شیاٹکا'' ہے لقب میڈیکل میں پر
کہتے ہیں پیر جی کہ مرض یہ ''ہوا'' کا ہے
پوچھے اگر حکیم سے کوئی مرض کا نام
فرمائیں گے وہ درد یہ عِرق اُلنساء کا ہے
نسبت ہوئی ہے اس کو جو عورت کے نام سے
شائد یہ قِصّہ شدتِ جور و جفا کا ہے
جیسا کہ درد ہوتا ہے بیوی کی مار سے
ویسا ہی درد اصل میں عِرق اُلنساء کا ہے

میٹھی عید

آئے ہیں مہمانِ باتمکین میٹھی عید پہ
لوڈ شیڈنگ اب نہ کر غمگین میٹھی عید پہ

بقعۂ انوار ہو گھر کب ہے یہ خواہش مری
ایک پنکھے ہی سے ہو تسکین میٹھی عید پہ

مجھ کو سحری پر اٹھا کر اُس نے کی بخشش طلب
اِک مہینے تک بجا کر ٹین میٹھی عید پہ

کانپتا تھا میں گرانی کے اثر سے پر مجھے
ڈاکٹر صاحب نے دی "کونین" میٹھی عید پر

گیس عنقا ہوگئی پٹرول بھی مہنگا ہوا
بیٹھیے گھوڑے پہ کس کر زین میٹھی عید پر

جیب خالی ہوگئی ہے دے دلا کے عیدیاں
مجھ سے بڑھ کر کون ہے مسکین میٹھی عید پر

ہو گئی ہیں پھر اکٹھی ساس بیگم اور نند
پانی پت کے "ری۔ ملے" ہیں "سین" میٹھی عید پر

برق کی مانند موٹر سائکل پر ہے سوار
آج کل اقبالؔ کا شاہین میٹھی عید پر

ریڈیو کے واسطے لکھی یہ جب نمکیں غزل
ہوگیا منہ اور بھی نمکین میٹھی عید پر

اے خدا اس ملک کا ہر دن ہو گویا یومِ عید
آؤ مظہرؔ سب کہیں آمین ! ، میٹھی عید پر

جوتا پذیرائی

(۱۵ دسمبر ۲۰۰۸ء کو عراق میں امریکی صدر جارج بُش کی ایک صحافی "منتظر الزیدی" نے پریس کانفرنس کے دوران "جوتا پزیرائی" کی۔ یہ نظم اس صحافی کے جذبات کی آئینہ دار ہے۔)

زینتِ پا، زیبائشِ پا — اس سے سوا پایا جوتا
کیا کیا رُخ دکھلاتا ہے — ایک صحافی کا جوتا
ایک نہتی قوم کے پاس — کچھ بھی نہ تھا، پر تھا جوتا
ایٹم بم سے مہلک تھا — گرچہ تھا سستا جوتا
خوب کھلی قسمت اُس کی — بُش پر خوب چلا جوتا
ایک طرف تھی کثرتِ ظلم — ایک طرف تنہا جوتا
دس نمبری بُش صاحب ہیں — دس نمبر کا تھا جوتا
سودا کچھ مہنگا تو نہیں — تیل کے بدلے کھا جوتا

یاد کرے گا امریکہ
زیدی نے مارا جوتا
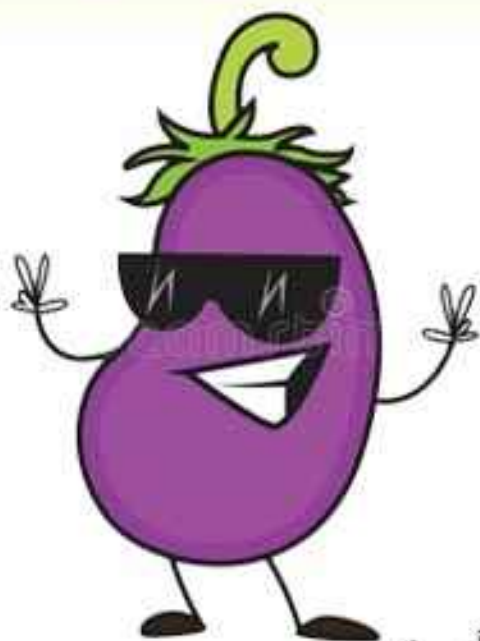
بینگن

وہ کریں گر طعام بینگن کا
جیب سے دوں گا دام بینگن کا

تاج ہر ایک پر نہیں سجتا
دیکھ لو تم مقام بینگن کا

پہلے لوٹوں سے تنگ آئے تھے
کیا کریں اب عوام بینگن کا

گر بھگانا ہو تم نے مہماں کو
کر لو بس اہتمام بینگن کا

درج تھانے میں اس کی بابت ہے
رنگ اس کا تمام بینگن کا

آگ معدے میں ہے لگائی ہوئی
خوب ہے انتقام بینگن کا

بھرتہ ہو یا بگھارا ہوا یا بھنا
ایک ہے اختتام بینگن کا

رشتوں کے کشتے

(ڈبل رشتوں کے حامل افراد کے لئے ایک نئی لغت)
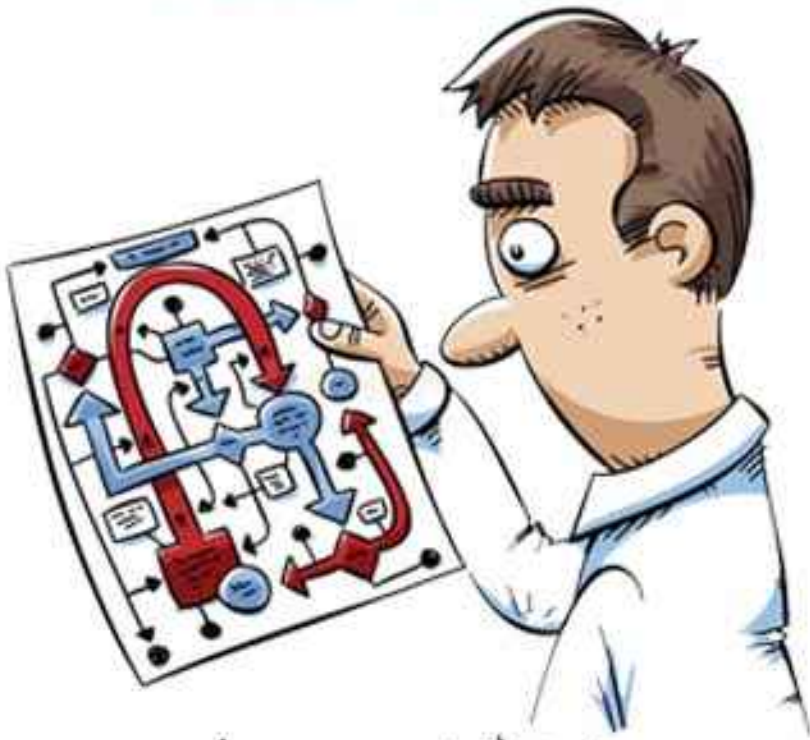
بنی چھوٹی بہن یوں دیورانی
کہ دیور سے ہوا تھا اس کا رشتہ
نئے الفاظ رشتوں میں ڈھلے پھر
جو پہلے تھا 'نہیں'، وہ اب تھا ''کشتہ''

وہ آپس میں سگی بہنیں تھیں پہلے — جٹھانی دیورانی بن گئیں اب
ادھر یکجا چچا خالو ہوئے یوں — ''چخالو'' بن گئے ہیں دولہا صاحب

ہوئے تھے اس طرح کچھ مکس رشتے
وہ بھابھی بھی تھی، باجی بھی دلہن کی
تھی اب حیران و ششدر کیا کرے وہ
کہے کیا اپنی باجی کو وہ "بھاجی؟"

سمجھنا تم نہ ان کو ایرے غیرے — وہ دو بہنیں ہیں یہ ہیں دونوں بھائی
کہ دونوں بھائی اب "ہم زُلف" ٹھہرے — یہ عقدِ باہمی نے گُل کھلائے

ملے رشتوں نے آپس میں گلے یوں
کرشمہ "وٹے سٹے" کا یہ دیکھا
"بھنسالا" بھا گیا میرے قلم کو
وہ بہنوئی بھی تھا سالا بھی میرا

مسرت سے کھلا ہر دل کا غنچہ — ملی اولاد کی پھر اُن کو نعمت
کہ ہم دونوں کا وہ ٹھہرا "بھتیجا" — بھتیجا تھا جو وہ تھا بھانجا بھی

"بھتیجے" کو ادھر اصرار یہ ہے
کہ ہم ہیں اس کے "پھوما" اور "پھومانی"
نئے لفظوں سے یہ رشتے بنائے
لغت یہ ہو گئی مظہرؔ پرانی

سردی کا علاج

(جنوری ۲۰۱۳ء کے موسمِ سرما میں اسلام آباد میں ڈاکٹر طاہر القادری کے دھرنے کے دوران لکھی گئی۔ اور سچ ٹی وی کے مارننگ شو میں پڑھی۔)

جلتا ہے نہ بجلی کا ، نہ اب گیس کا ہیٹر
سردی ہے بہت ، لا دو رضائی تو کہیں سے

سُن کر مری فریاد و فغاں بولے یہ لیڈر
"گرماؤ غریبوں کا لہو سوزِ یقیں سے"

سردی کو جو کم کرنا ہو تو عشق کرو تم
مل جائے گی حدت فقط اک وصلِ حسیں سے

اشیائے ضرورت جو لو بازار سے جا کر
پونچھو گے تم اس ٹھنڈ میں خود عرق جبیں سے

یہ تبصرے ٹی۔وی پہ جو چلتے ہیں سیاسی
دیکھو تو بھڑک اُٹھیں گے جذبات اِنہیں سے

لگ جائے گی پھر دیکھنا اک آگ بدن میں
نعرہ تو لگاؤ ذرا تم قلب حزیں سے

سردی ہے تو کیا؟ گرم سیاست کا ہے موسم
دھرنا جو اگر دو تو اٹھیں شعلے زمیں سے

پٹرول نہ ہو گا تو لہو کھول اُٹھے گا
بچ جاؤ گے سردی سے، یہ کہتے ہیں یقیں سے

بیل بھاگا برسرِ بازار عیدِ بقر پہ
ہو گئے ہم تو ذلیل و خوار عید بقر پہ

جس کو پالا تھا بڑے چاؤ سے ہم نے سال بھر
پڑ گیا بکرا وہی بیمار عید بقر پہ

آ گیا "ڈینٹسٹ" کو وہ لے کے دونداد یکھنے
ہو گیا گاہک بڑا ہشیار بقرہ عید بقر پہ

اب تو مرغی پر بھی اپنی پڑ گئی ڈھیلی گرفت
بکرا کیسے ہاتھ آئے یار عید بقر پہ

کاٹنے والے زیادہ بانٹنے والے تھے کم
ایک بکرا تھا ، قصائی چار ! عیدِ بقر پر

بیگم اور بکری میں ہے اک یہ بھی قدرِ مشترک
دونوں ''میں۔میں'' کی کریں تکرار عیدِ بقر پر

تھی گرانی اس سے پہلے بھی اگرچہ تیز گام
ہوگئی اس کی ڈبل رفتار عیدِ بقر پر

قوم کی یخنی نکالی ہر سیاست دان نے
ہڈیاں ہی رہ گئیں سرکار عیدِ بقر پر

اپنے ہوں یا غیر سب نے تکّے بوٹی کردیا
ہوگیا قیمہ مرا تیار عیدِ بقر پر

عقل موٹی ، علم تھوڑا اور دل ہیں بے ضمیر
طنز کی چھریاں ہوئیں بیکار عیدِ بقر پر

حکمرانوں نے چڑھایا سیخ پر مہنگائی کی
ہم ہوئے اپنے سے بھی بیزار عیدِ بقر پر

بیل، بکرے، گائے، دنبے تھے بہت، لیکن تھا کم
جذبۂ قربانی و ایثار عیدِ بقر پر

بنام امریکہ

(۲۰۱۱ء کے عالمی سیاسی تناظر میں لکھی گئی۔ تاہم یہ مسائل آج پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر گئے ہیں)

"جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں"

وہاں پر اودھم ہی اودھم دیکھتے ہیں

عرب ، شام ، بحرین اور لیبیا میں

ہر اک جا پہ تیرے ستم دیکھتے ہیں

قیامت سے پہلے قیامت کے منظر

بہ فیضانِ "خودکش" صنم دیکھتے ہیں

یہ تیری محبت کے ہیں شاخسانے

جو ہر سوDrone اور بم دیکھتے ہیں

تری دوستی بھی بُری ، دشمنی بھی

کہ دونوں ہی راہوں میں خم دیکھتے ہیں

نہیں بے سبب ڈالروں کی عنائت

ہے کچھ تو ، جو تیرا کرم دیکھتے ہیں

ہے ہاتھوں میں کشکول، پوشاک شاہی

ہمارا وہ جاہ و حشم دیکھتے ہیں

ہیں چیں بر جبیں ، چین سے دوستی پر

وہ کب چین سے دل بہم دیکھتے ہیں

فلک نے بھی ایسے کہاں دیکھے ہوں گے

یہ امریکی شیطاں جو ہم دیکھتے ہیں

کہا ہم نے چھوڑو بھی دامن تو بولے

چھڑالو یہ قرضے کیgum دیکھتے ہیں!

کورونا

رک گئی زندگی کی سب ہلچل　　وائرس لایا جب پیامِ اجل
ایک پل میں نکل گئے کس بل
اے کورونا خدا کے واسطے ٹل

دُکھ گیا ہے بدن بھی سو سو کے　　گل گئے ہاتھ سارے دھو دھو کے
اب تو چلاّ رہا ہے گھر کا نل
اے کورونا خدا کے واسطے ٹل

چھینکنے سے بھی اب تو لگتا ہے ڈر　　ہو نہ جائے کہیں کوئی مرڈر
رُک مرے نزلے، اے زُکام سنبھل
اے کورونا خدا کے واسطے ٹل

ہم بہاروں میں یرغمال ہوئے
بال بڑھ بڑھ کے اب وبال ہوئے
لوگ کہنے لگے ہمیں پاگل
اے کورونا خدا کے واسطے ٹل

اپنے اشکوں سے ہاتھ دھوتے ہیں
ہوئی شادی تھی جن کی روتے ہیں
جو ڈبل تھے وہ ہو گئے سنگل
اے کورونا خدا کے واسطے ٹل

پیٹ آگے نکلتا جاتا ہے
ویٹ دیکھو تو بڑھتا جاتا ہے
اب تو کھا کھا کے ہوگئے ہیں ڈبل
اے کورونا خدا کے واسطے ٹل

وہ بھی ہیں جن کے گھر میں فاقے ہیں
مال سب ان کا لُوٹ کھاتے ہیں
اور بناتے ہیں اپنے اپنے محل
اے کورونا خدا کے واسطے ٹل

تھا کبھی دل کرینہ ، کترینہ
اب تو یہ ہو گیا قرنطینہ
بس تو بیچارگی سے ہاتھ کو مَل
اے کورونا خدا کے واسطے ٹل

روزے دار کورونائی عاشق

کہہ رہا تھا ایک عاشق میں ہوں روزہ دار آج
''روح افزا'' چھوڑ ، پلوا شربتِ دیدار آج

تو پکوڑے تل ، بنا چٹنی ، مگر میری نہیں
جان میری مت جلا ، میں ہوں بہت بیمار آج

اس ''کورونا'' کا ہے رونا، بند کب سے گھر میں ہوں
بھیج دے للہ میرے گھر پہ اپنی کار آج

اب پولس بھی تھک چکی ہے، اس لئے مشکل نہیں
''لاک۔ڈاؤن'' نرم ہے، آؤں گا میں سرکار آج

تو بھی ''پازیٹو'' نکل آئے جو میں پہنچوں وہاں
ہو ''کوارنٹین'' بسم اللہ کوئے یار آج

ماسک چہرے پر تو ہوں گے، عشق پر ہوگا نہ ''ماسک''
عاشقِ صادق ہوں میں کرتا ہوں یوں اصرار آج

ہجر میں جینے سے ہے بہتر کہیں یہ مرگِ وصل
فیصلہ کر منتظر ہوں آر ہوں یا پار آج

کورونائی عید

نہ ”چھپیاں“ ، نہ بغلگیریاں، نہ پیر پہ پیر
انوکھی عید یہ آئی معانقے کے بغیر

قریب آئے نہ کوئی مصافحہ نہ سلام
جو کرنا چاہے تو کرلے وہ چھ فٹوں سے کلام

نہ جمگھٹا کوئی ایسا کہ صف الٹ جائے
نہ ڈر یہ اب کہ کہیں جیب ہی نہ کٹ جائے

نہ پہلوانوں کو اب سوجھتی ہے کچھ مستی
نہ کڑکڑاتی ہے ہڈی ، نہ ٹوٹے اب پسلی

''گلووز'' پہنیں ، پسینے سے اپنے ہاتھ بھریں
وہ عطر کی جگہ اب ''سینی ٹائیزر'' ہی ملیں

ملے جو پتہ کہیں پر تو دل دہل جائے
جو چھینک آئے تو سب کی ہی جاں نکل جائے

ہیں مخمصے میں اب عاشق ہو کیسے جان فدا
حسین چہرے تو سارے ہوئے ہیں ماسک زدہ

نہ گہما گہمی ہے اب اور نہ رونقِ بازار
کرونا کیسا کیا تو نے عید کا تہوار

جو عیدی مانگتے ہیں ان کو کوئی سمجھائے
چمٹ کے نوٹ پہ یہ وائرس نہ آجائے

ڈر لگتا ہے

چھینک سے چھینک کے آزار سے ڈر لگتا ہے
بات کرتے ہوئے اب یار سے ڈر لگتا ہے
ساقیا ے نہ پلا گرم سی یخنی دے دے
حلق کی سوزشِ بسیار سے ڈر لگتا ہے
حکم دیتا ہے جو بے تیغ و زرہ لڑنے کی
عدلیہ کے سپہ سالار سے ڈر لگتا ہے
لونگ ، ادرک ہو سنا مکی ، کہ لیموں قہوہ
مجھ کو ہر نسخۂ پنسار سے ڈر لگتا ہے

""سینی ٹائیز"" کروں چابی کو کبھی کار کو میں
گھر کے ہر اک درودیوار سے ڈر لگتا ہے
سازشیں ڈھونڈتا ہے چین کی ، امریکا کی
ایسے ہر ایک سمجھ دار سے ڈر لگتا ہے
آکسیجن کی ہوا ہی میں بڑھا دے مقدار
اے خدا اس کے بیوپار سے ڈر لگتا ہے
روز اموات کی تشہیر نہیں سہہ سکتا
تری تقریر کی تکرار سے ڈر لگتا ہے
اتنا گھیر اس کا ہے چھٹے نہ کرونا اس پر
شیخ کے جبہ و دستار سے ڈر لگتا ہے
رات دن کرتا جو رہتا ہے ""کرونا گردی""
ایسے گوگل کے پرستار سے ڈر لگتا ہے
سر جھکائے ہو جہاں حکم کی تعمیل فقط
دورِ جمہور کے دربار سے ڈر لگتا ہے
کاش جنگل میں رہوں چھینکوں مزے سے مظہر
شہر کے کوچہ و بازار سے ڈر لگتا ہے

سلامی

سنائی دیتی ہے ہر سو خوشی کی اب گھنٹی
مبارک آپ کو شادی و سی ڈی سیونٹی
یہ زندگی کا سفر یوں ہو باعث توقیر
کہ ساتھ ساتھ رہیں آپ کے سدا تقدیر
سنا ہے ہم نے کہ حرکت میں خوب برکت ہے
یہ بائیک اس لئے دولہا کے پیش خدمت ہے

نئے اشارے ہیں چالو بریک اس کے ہیں

بہ ظاہر آج ارادے تو نیک اس کے ہیں

لگا ہے اس میں جو چھوٹا سا ایک سائکینر

پیام اس کا ہے غصہ نہ کیجئے یکسر

خموش رہ کے جو گزرے سفر وہ اچھا ہے

جو شر سے بچ کے رہے ہے بشر وہ اچھا ہے

بتا رہا ہے جو اس میں ہے نصب آئینہ

سفر تمام ذرا دیکھ بھال کر کرنا

ہو کنٹرول میں اسپیڈ ، ایکسیڈینٹ نہ ہو

کچھ اس طرح سے سفر آج اختیار کرو

سفر سڑک پہ ہو یا ہو یہ زندگی کا سفر

سکوں سے طے کریں اس کو تو سب سے ہے بہتر

ہو خوش گوار فضا دل بھی خوش اثر ہو جائے

بھرے بغیر جو چالان طے سفر ہو جائے

سفر کبھی بھی کوئی پُر خطر نہ آپ کریں

خدا کرے کہ سفر میں suffer نہ آپ کریں

سفر کے واسطے تحفہ عوامی حاضر ہے

قبول کیجئے بھائی سلامی حاضر ہے

ظریفانہ ائے ہنسا کر چلے
قطعات
ٹی ٹونٹی کے اِس دور میں قطعہ گر
بات کرتا ہے بس مختصر مختصر
۳۱۱

شاعرِ نو آموز

ہے لرزہ براندام زمیں قصرِ غزل کی
شاعر ہے کہ اوزان لئے ہانپ رہا ہے
حیران و پریشاں ہیں ردیف اور قوافی
''کس شعر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے''

تفصیلی معائنہ

ڈاکٹر صاحب بھی مظہرِ واقفِ اسرار ہیں
راستے پہچان لیتے ہیں وہ سنگِ میل سے
دل کی دھڑکن کے بہانے جیب پہ رکھتے ہیں ہاتھ
کہتے ہیں اب دیکھنا ہے قلب کو تفصیل سے

کچھ اور نہیں

کہا یہ ماہرِ امراضِ چشم نے مجھ سے
فروغِ دیدہ وری کی دوا کچھ اور نہیں
تجھے تو چاہئے پہنے رہے سدا عینک
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

کوئی کرے کوئی بھرے

ایک مردہ کہہ رہا تھا یہ کسی سے قبر میں
کیا زمانہ آگیا کوئی کرے کوئی بھرے
دکھ سہے ہم نے، مزے سے عیش وہ کرتا رہا
رات دن پی اس نے سگرٹ، کینسر سے ہم مرے

کلر بلائینڈ

پوچھا کسی نے ماہرِ امراض،چشم سے
رنگوں میں گر تمیز نہ ممکن ہو کیا کریں
کہنے لگے کہ اس میں تردد کی کیا ہے بات
توڑیں اشارے خیر سے اور ڈرائیور بنیں

اعتراض

یہ کہہ رہے تھے مطب میں طبیب نکتہ چیں
ہمیں دکھاتا ہے آنکھیں مریض،چشم حسیں
زبان دیکھیں اگر تو زباں چلاتا ہے
جو فیس مانگو تو ہوتا ہے خوب چیں بہ جبیں

شرافت

ہر اک چیز سے اعتبار اٹھ گیا ہے
زمانے نے ایسی بنائی ہے درگت
شرافت سے بھی اب تو ہم کانپتے ہیں
کہ شامل ہے اس میں بھی شر اور آفت

بہ طرز انگریزی

سوچتے سمجھتے ہیں ہم بہ طرز انگریزی
سیڑھیوں پہ چڑھتے ہیں بس یونی ترقی کی
''ڈیڈ'' اپنے ابا کو جب کہا تو وہ بولے
بے خبر ہمیں تم کیوں مارتے ہو جیتے جی

نئی اصطلاح

نت نئی یارو بنی ہیں اصطلاحیں آج کل
ان کو کیا کہیے بھلا کیسے معانی دیجیے
پوچھا جب میں نے تواضع کے لیے کہنے لگے
چائے رہنے دیجیے کچھ چائے پانی دیجیے

تحریر لایعنی

کہا اک افسرِ اعلیٰ نے یہ دورانِ نگرانی
سبب رسوائی کا بن جائے گی تحریرِ لایعنی
ابھی سامان منگوا کر اسے مٹوائیے صاحب
نہ جانے کس نے لکھا ہے "عدالت ہائے دیوانی"

گلکاری

رہ گیا دنگ جو پہنچا میں کراچی مظہر
ہر در و بام پہ وہ نقش تھے گلکاری کے
پوچھا جب ماہرِ فن کون ہے ہنس کر بولے
یہ کرشمے ہیں فقط پان کی پچکاری کے

کلچر

ناچیں جو ہیجڑے تو نہیں فکر آپ کو
عورت نہ آئے ٹی وی پہ موباف کے بغیر
دیکھا جو فوک شو تو یہ ہم کو ہوا یقیں
کلچر تو ہے یہاں پہ مگر کاف کے بغیر

فوک موسیقی

میسر ہیں کچن میں ان کو سب آلاتِ موسیقی
کبھی مٹکا بجاتے ہیں کبھی چمٹا بجاتے ہیں
سہولت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی انہیں مظہر
کہ جسم اور روح دونوں کی غذا اک ساتھ کھاتے ہیں

تطہیرِ اسلام

ہائے کیا کافر جوانی ٹوٹ کر آئی ہوئی
ہم نے مصرع جب پڑھا کافی سنا دشام میں
مولوی صاحب بضد مسلم کو ہم کافر پڑھیں
واہ کیا تطہیر جاری ہے صفِ اسلام میں

جمہوری ملک

فلسفہ پڑھ لے اگر کوئی تو افلاطون ہے
معتبران کے لئے ہر صاحب پتلون ہے
جان جمہوری ہے لیکن آمرانہ خون ہے
مولوی اسلام ہے پولس یہاں قانون ہے

غلط تشخیص

دیکھ کر اِتنی خون کی اُلٹی
ہم نے ٹی۔بی زدہ انہیں جانا
پان کو وہ چبا کے کہنے لگے
تم نے بھائی غلط ہے پہچانا

پری

ہمت بندھائی اس نے بڑھے اپنے حوصلے
تعریفِ حسن کرنے ہم اس کے قریں چلے
اچھائی کا مگر وہ زمانہ کہاں رہا
ہم نے کہا ''پری'' تو وہ بولی ''پرے۔پرے''

آسان نسخہ

نہ فرج کی تجھے ضرورت ہے
نہ تجھے گھر میں چاہئے کولر
مرے عاشق تو سستا چھوٹ گیا
گرم موسم میں ٹھنڈی آہیں بھر

خوش قسمت

ماہرِ دنداں سے بولے ماہرِ امراضِ قلب
ایک فی صد سے بھی کم ہوں گے مرے سارے مریض
سوچتا ہوں کس قدر ہیں آپ خوش قسمت جناب
ایک منہ میں ہیں پڑے بتیس بیچارے مریض

آشوبِ چشم

آبدیدہ خوں چکیدہ تھا فراقِ یار میں
ڈھل گئی تھی آنسوؤں میں ایک عاشق کی صدا
عشقِ پُر آشوب میں تھا مبتلا لیکن اسے
ڈاکٹر صاحب نے لکھ کر دے دی آنکھوں کی دوا

لے سانس ذرا دیکھ کے

امراضِ وبائی سے ہے دل تنگ و پریشان
آفت ہے عجب جسم پہ، مشکل میں پڑی جان
لے سانس ذرا دیکھ کے ہوجائے نہ ٹی۔بی
''ہاں کھانس، پہ آہستہ کہ نازک ہیں بہت کان''

چمٹا

بدلتے جا رہے ہیں دن بہ دن اندازِ الفت کے
با آسانی ہمارے پیار سے نمٹا نہیں جاتا
جو اظہارِ محبت کے لئے مطبخ میں جاتے ہیں
اٹھاتے ہیں وہ چمٹا اور پھر چمٹا نہیں جاتا

کمرشل

بنا کر زندگی کی ہر اک شے کو تجارت
سمجھتا تھا کہ مشکل مری حل ہو گئی ہے
نمودِ ظاہری کا مگر ہے بوجھ اتنا
''کمرشل'' ہوتے ہوتے کمر، شل ہو گئی ہے

دولت

لفظ بہت سے ایسے دیکھے
جیسا مطلب ویسی صورت
دولت ہے کیا غور کرو گر
ایک سے دو کرنے کی ہے لت

چھما چھم

پیسے کمانے کا دھندہ نرالا چھما چھم
پانی بھرے دودھ میں دودھ والا چھما چھم
ندیا کنارے اب تو پنہارن آتی نہیں ہے
اب روز گڑوی بھرے یہ جیالا چھما چھم

ریڈیالوجسٹ

میں نے کہا یہ ریڈیالوجسٹ ہیں وزیر سے
شعبہ بنایا ان کا ہے ہم نے زرِ کثیر سے
وہ بولے ہسپتال میں ہے ریڈیو کا کام کیا
شعبہءِ نشریات میں جائیں جناب پیر سے

بجلی

اپنی قسمت میں کہاں بجلی کے درشن کیجئے
روشنی سے بقعۂ انوار خرمن کیجئے
بل تھما کر ہم کو بجلی کا یہ بولی واپڈا
اب جمالِ یار ہی سے گھر کو روشن کیجئے

سرکاری مکان

نہ رشوت کی رقم ہو اور سفارش بھی نہ ہو جن کی
رہائش کیسے رکھیں گے وہ سرکاری مکانوں میں
مکاں کے واسطے درخواست ہم نے دی تو وہ بولے
''تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں''

ووٹر

وہ الیکشن جیت کر کہنے لگے
رستہ ناپو جاؤ اپنے گھر میاں
یہ تو مولا کا کرم تھا بے شبہ
زیادہ ٹرٹر مت کرو ووٹر میاں

الیکشن کے بعد

اپنے وعدے بھول جائیں گے تمام
خاتمہ ہوگا ہر اک احساس کا
الحذر اب لیڈرانِ قوم سے
ناس ماریں گے عوام الناس کا

قربانی میں حصے

روزِ قرباں بھی ہیں سارے یاس کے
گوشت میں حصے ہیں خاص الخاص کے
ران لے کر بھاگتے ہیں حکمران
چھیچھڑے باقی عوام الناس کے

ممتا

ڈبے کا دودھ آپ نے ایجاد کر دیا
اب شیر خوار ماں کے بنا پال دیجئے
ہر چیز ناپ تول کے ڈالی ہے آپ نے
ممتا بھی تھوڑی اس میں ذرا ڈال دیجئے

ڈبے کا دودھ

ماں نے یہ جب کہا کہ نہ بخشوں گی دودھ میں
بچہ یہ بولا مجھ سے کرو یوں نہ گڑبڑی
ڈبے کا دودھ مجھ کو پلایا تمام عمر
دیتی ہو مجھ کو آج یہ کس بات کی تڑی

خشک دودھ

بچے کو ماں سے دور کیا خشک دودھ نے
برپا کیا عذاب نیا خشک دودھ نے
تحفہ یہ پرفریب ملا اہلِ غرب سے
ماؤں کا دودھ خشک کیا، خشک دودھ نے

بسر تمام کند

رکھتا ہے گہری نظر ، اُس کو نہ احمق سمجھو
علم کے دشت میں گاڑے گا وہ جھنڈا لے کر
جب سُنا اُس نے کہ انڈے ہیں گرانی کا شکار
آگیا میرا پسر ٹمیٹ میں انڈہ لے کر

نرس

چارہ گر کے حسین ہاتھوں سے
درد بھی زخم میں ذرا نہ ہوا
جلوہ حُسن نے شفاء دے دی
''درد منت کشِ دوا نہ ہوا''

زرِ مبالغہ

’’پاور سپر‘‘ ہو یا کوئی اپنی طرح ہو بے سپر
ہرگز نہیں کسی سے کم اپنا کوئی بھی سلسلہ
کہتے ہیں جب وہ بڑھ گیا اُن کا زرِمبادلہ
بڑھتا ہے پھر بیان میں اپنا زرِمبالغہ

آنکھیں نہ مارنا

عاشق سے کہہ رہے تھے یہ آنکھوں کے ڈاکٹر
دستورِ عشق رہ گیا باتیں بگھارنا
ہو حالِ دل کے واسطے بس نامہ و پیام
آشوبِ چشم پھیلا ہے، آنکھیں نہ مارنا!

گنجینہ

سنوار لیتے ہیں ہاتھوں سے زُلفِ بے پرواہ
یہ چند بال تو منت پذیرِ شانہ نہیں
یہ کیسی گنج ہے دیتے ہیں جس کا سب طعنہ
اگرچہ بالوں کا سر پہ کوئی خزانہ نہیں

سودا

آنکھوں کی چمک اُڑ گئی مہنگائی کے ہاتھوں
رعنائی نظر آتی نہیں شمس و قمر میں
سودائی بنایا مجھے اِس دور نے ایسے
اب تھیلے میں سودا نہیں، یہ سودا ہے سر میں

ای سی جی

محبت کا کیسے یقیں میں دلاؤں
چھپا باب اُلفت نظر سے ہے دلبر
میں بھجواتا تجھ کو ''گراف'' اپنا قلبی
محبت نظر آتی گر ''ای۔سی۔جی'' پر

اسپیچ تھیریپی

چلائے بچہ جو ہم سے زباں تو ہم ڈانٹیں
کہ اچھا لگتا نہیں اُس کا گڑبڑی کرنا
زباں چلانے کی دیتے ہیں تربیت وہ یہاں
اور اِس کو کہتے ہیں اسپیچ تھیریپی کرنا

ہوشیار

مطبخ میں جاؤ تو رہو بیلن سے ہوشیار
جانا پڑے جو بینک تو ہو گن سے ہوشیار
ہر چیز کا شمار ہے لازم یہاں پہ اب
گردہ اُڑا نہ لے کہیں، سرجن سے ہوشیار

ساس آتی ہے

ایک بیوی ہی پہلے کیا کم تھی
اب تو اُس کی بھی "باس" آتی ہے
ساتھ اِس کے ہے خاندان تمام
سانس رکتا ہے ساس آتی ہے

آپریشن تھیٹر میں

"میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں"
مریضِ سرجری کے لب پہ تھے یہ افسانے
یہ ڈاکٹر ہیں کہ ڈاکو تمیز مشکل ہے
"نقاب پوش پھریں ہیں پہن کے دستانے"

کمر بستہ

کروں کیا منکشف اب آپ پر یہ رازِ سربستہ
کلاس اوّل میں اِک من کا اُٹھاتا تھا پسر بستہ
جھکی اس کی کمر، بھاری تھا اس کا اسقدر بستہ
مرا بچہ ہوا تعلیم پر ایسے کمربستہ

فکر و فاقہ

میں کیسے سمجھوں مضامینِ دانش و بینش
نہ میکدہ ، نہ صراحی ، نہ ہے کوئی ساقی
مرے نصیب میں ہے روز و شب محض فاقہ
تمہیں ہو یار مُبارک یہ فکرِ آفاقی

اثر ہونے تک

ایک گنجے کو سنا ہم نے یہاں کہتے ہوئے
میں نہ مرجاؤں دوائی کا اثر ہونے تک
چار برسوں میں اُگے چار مرے سر پر بال
"کون جیتا ہے مری زُلف کے سر ہونے تک"

ڈریسنگ روم میں

ڈریسر نے کہا کہ کام مشکل ہے ڈریسنگ کا
ہے یہ ایسی جگہ کہ چشمِ تر بھی رو نہیں سکتی
مٹانا داغِ دل دشوار ہے اے عاشقِ صادق
کہ زخمِ دل کی مرہم اور پٹی ہو نہیں سکتی

ٹیکہ

دردِ دل ، دردِ جگر کیسے رفع ہوتا ہے
مجھ کو معلوم ہے تو اپنا ہٹا لے ٹیکہ
اے حسیں نرس نہ کر چھلنی مرے بازو کو
مری خاطر ذرا ماتھے پہ سجا لے ٹیکہ

گلکاری

رہ گیا دنگ جو پہنچا میں کراچی مظہرؔ
ہر در و بام پہ وہ نقش تھے گلکاری کے
پوچھا جب ماہرِ فن کون ہے ہنس کر بولے
یہ کرشمے ہیں فقط پان کی پچکاری کے

فوک موسیقی

میسر ہیں کچن میں ان کو سب آلاتِ موسیقی
کبھی مٹکا بجاتے ہیں کبھی چمٹا بجاتے ہیں
سہولت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی انہیں مظہرؔ
کہ روح و جسم دونوں کی غذا اِک ساتھ کھاتے ہیں

ہار

سوچ کر یہ آپ آزردہ نہ ہوں
آپ کا دل کیوں میں گرماتا نہیں
آپ آئے ہیں یہاں پر جیت کر
اس لئے میں ہار پہناتا نہیں

بے بس

دیکھئے تو یہ کاروبارِ ہوس
بس کی اک سیٹ پہ ہیں بیٹھے دس
چشم و لب بھی ہلا نہیں سکتے
بس میں بیٹھے ہیں اور ہیں بے بس

زردہ

ہے لت پڑی ہوئی کہ کروں ایک کو میں دو
دولت کا شوق ہے میں کماتا ہوں اس لئے
میٹھے کا کوئی شوق نہیں ہے مجھے جناب
زردہ میں زر ہے دس دفعہ، کھاتا ہوں اس لئے

بجنے لگے

کان بجنے لگے بڑھاپے میں
پہلے بجتے تھے دانت سردی سے
جب سے ہم نے خریدا موبائل
ہم تو پورے کے پورے بجنے لگے

آئی سی یو

ہم جاں بہ لب ہیں لیکن آتا نہیں ہے کوئی
عرصہ گزر گیا ہے اور تب سے ہم یہیں ہیں
مظہرؔ کہاں ہیں سارے اربابِ آئی۔سی۔یو
کہتے ہیں "آئی سی یو" اور دیکھتے نہیں ہیں

کلامِ بلوغت نظام

صدی اکیسویں کا راستہ آسان و سادہ ہے
نثارِ مادّیت کچھ ہیں، کچھ کو حُبِّ مادہ ہے
جوانوں کو ہیں انٹرنیٹ کے دو فائدے مظہرؔ
بلاغت بھی ہے اِس میں اور بلوغت بھی زیادہ ہے

لیڈر

ہوتی ہے الیکشن سے پہلے یہ غزل خوانی
اُمید کی جولانی ، وعدوں کی فراوانی
سب بھول وہ جاتا ہے مل جاتی ہے جب کرسی
"پھر اپنے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی"

مرگِ مفادات

اشراف کو کچھ ملتا شرافت سے نہیں ہے
ہوتی نہیں دولت سے کبھی ان کی مُلاقات
ہو فائدہ کوئی یہ خیالات عبث ہیں
"ہے جُرمِ شرافت کی سزا مرگِ مفادات"

الاٹ بلاٹ

زمیں کو کرتے ہیں حاصل زمیں پہ کر کے فساد
پلاٹ لوگوں کے ہتھیانے کے ہیں وہ استاد
منافع بخش ہے یہ کاروبار پراپرٹی
"کریں ہیں اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد"

بی اے

ہے فون کانوں میں، ہاتھوں میں ہے قلم ہردم
بنایا کام نے مجھ کو مریضِ بے خوابی
کہا سمیٹ کے فائل، یہ مجھ سے "پی۔اے" نے
"عطا ہوئی ہے مجھے روز و شب کی بیتابی"

بلڈ پریشر

ذائقہ قائم نمک سے ہے ہر اک خوراک کا
کہہ رہے تھے ایک دِن مجھ سے طبیبِ محترم
ہو بلڈ پریشر تو دِل کے واسطے یہ زہر ہے
''فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دِل یا شکم''

روزہ خوار

ایک روزہ خور سے کہنے لگا اک روزہ خوار
کھیتیاں سب جسم و جاں کی اب تو ویراں ہوگئیں
دل ہوا کتنا مسلماں کچھ نہیں اس کی خبر
قُل ھو اللہ پڑھ کے سب آنتیں مسلماں ہوگئیں

حج مبرور

حاجی صاحب کو حج مبارک ہو
تہنیت وہ قبول فرمائیں
"ٹنڈ" اُن کی ہے مثلِ آئینہ
دل بھی چمکا ہے کچھ یہ بتلائیں

الٹرا ساؤنڈ

آواز کی لہروں سے تصویر کا بن جانا
کرتی ہیں ہمیں ششدر تشخیص کی یہ چیزیں
"ڈسکو" کو اگر دیکھیں ہم "الٹراسونک" سے
ابھریں گے ڈریکولا تصویر کے پردے میں

دِل و جگر

کہتا تھا یہ مریض کہ کچھ فائدہ نہیں
کب سے دکھا رہا ہوں ہر اک ڈاکٹر کو میں
''انجائنا'' بھی ہے مجھے، یرقان بھی مجھے
''حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں''

اے بی سی

کہا معائنہ کرکے حکیمِ حاذق نے
یہ ٹیسٹ خوف و خطر کے سوا کچھ اور نہیں
کسی کو ''اے'' ہے، کسی کو ہے ''بی''، کسی کو ''سی''
''حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں''

جگر اور لختِ جگر

وسوسے اُٹھتے ہیں دل میں اِس قدر
ہول آتا ہے مجھے یہ سوچ کر
ہُوں جگر کے عارضے میں مبتلا
کیسے بیٹے کو کہوں لختِ جگر؟

پیر پھونک

تعویذ ، ٹونے ، ٹوٹکے آتے نہیں سمجھ
ہم سے تو یہ علاج کرایا نہ جائے گا
اے پیر تیری پھونک پہ ہے خندہ زن اجل
''پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا''

ایمان و اوھام

ہوس کی جادوگری ہر طرف فضا میں ہے
یقیں کسی کو بھی لگتا نہیں خدا میں ہے
وصول کرتے ہیں پیسے وہ اپنی پھونکوں کے
کسے خبر تھی کہ دولت چھپی ہوا میں ہے

شاعر

ہزاروں صنعتیں ان میں لگائیں
جو لکھ کے لایا ہے اشعار شاعر
نہیں ہے پاس اس کے پھوٹی کوڑی
مگر پھر بھی ہے صنعت کار شاعر

مُتشاعر

بس مرا چلتا نہیں جب حسرتِ ناکام پر
چھٹی پھر کرتا ہوں میں، جاتا نہیں ہوں کام پر
بنسری کی کُوک کو کوئل کی دُم سے باندھ کر
نثر لکھتا ہوں میں اُس دَم شاعری کے نام پر

خوا + لات

صبح کا ناشتہ اک کڑوی کسیلی چائے
سارا دن ڈانٹ ڈپٹ بیوی سے سنتے جائیں
قید محدود کہیں پر ہے، کہیں لا محدود
گھر کے حالات، حوالات سے ملتے جائیں

کراچی میں ٹریفک جام

جو پہنچے ہم کراچی تو عجب رنگینیاں دیکھیں
بلندی آسماں جیسی زمیں سی پستیاں دیکھیں
بتائیں شہر کے کیا کوچہ و بازار کے منظر
ٹریفک جام اتنا تھا فقط چورنگیاں دیکھیں

کیا کرے کوئی

نہ کرے یوں خدا کرے کوئی
اب نہ خود پر جفا کرے کوئی
بیویاں چار کرنا آساں ہے
چار ساسوں کا کیا کرے کوئی

Bull· Bill

بجلی نصف ہی دن آتی ہے
بل پر کُل کا کُل آتا ہے
نرخ بڑھے بجلی کے جب سے
Bill نہیں آتا Bull آتا ہے

دعا

اک ایم۔اے پاس، فارغ نوجواں، کل
دعا کرتا تھا یہ افطاری کھا کر
جنہیں تو نے دیے ہیں تیس روزے
الٰہی اُن کو روزی بھی عطا کر

قربانی کا بکرا

بڑھاؤ ٹیکس ، مہنگائی کرو بے فکر ہو کر تم
کہ اربابِ سیاست کا سدا سے یہ وتیرہ ہے
کرے کیا عیدِ قرباں پر بھلا قربان وہ مظہرؔ
کہ سرکاری ملازم خود ہی قربانی کا بکرا ہے

نعمت غیر مترقبہ

بیوی مجھ پر چیختی ہے تم تو کچھ سنتے نہیں
میں ہوں بہرا یا فقط بیوی کا یہ الزام ہے
ڈاکٹر سن کر یہ بولے کیجئے شکرِ خدا
آپ پر اللہ کا یہ تو بڑا انعام ہے

جدید شناسائی

آپ کا چہرہ شناسا ہے بہت کیا بات ہے
لگ رہا ہے مجھ کو ہم اِک کمپنی کے "برینڈ" ہیں
دھوتی پھڑکاتے ہوئے بولا یہ مجھ سے خاکروب
خوب پہچانا کہ ہم تو فیس بک کے "فرینڈ" ہیں

نٹ کھیلیاں

لکھی ای۔میل اک زوجہ نے یوں مصروف شوہر کو
بچھا کے راہ میں آنکھیں پئے دیدار بیٹھی ہوں
یہ انٹرنیٹ نہیں ہے اصل میں یہ ہے مری سوکن
تجھے "نٹ کھیلیاں" سوجھی ہیں، میں بیزار بیٹھی ہوں

شکوۂ اقبالؔ

حضرتِ اقبالؔ نے شکوہ کیا یوں عرش سے
نوجوانو! لو تمہیں چھوڑا تمہارے حال پر
میری خواہش تھی کہ تم ڈالو ستاروں پر کمند
اور ادھر بیٹھے ہو تم تاروں پہ کنڈے ڈال کر

در حقیقت

حقیقت کی حقیقت کھولنا دشوار ہے کافی
ملمع کاریوں کا آج کل مظہر زمانہ ہے
بوقتِ عقد جو دلہن کو مرسیڈیز پر لایا
سویرے سائکل پر جانبِ دفتر روانہ ہے

چائے + نوشی

چھوڑیے یہ چائے نوشی ، ہے بہت نقصان دہ
یہ حقیقت ہے اٹل ، آراء کچھ اس پہ دو نہیں
بولے اس پر عاشقِ صادق نہیں ہرگز نہیں
چائے کو تو چھوڑ سکتا ہوں میں ، نوشی کو نہیں

شادی کے بعد

بتائیں کیا کہ شادی کی خوشی بس دو گھڑی کی تھی
کہ بعدِ عقد ساری خوش نمائی کا نقاب اترا
وہ دونوں اجنبی اِک بار پھر سے اجنبی ٹھہرے
دلہن کا منہ دھلا ، اور دولہا بھائی کا خضاب اترا

آٹا---ٹاٹا

کہا عاشق سے محبوبہ نے جانم
نہیں درکار تارے آسماں کے
اگر مجھ سے محبت ہے تو پیارے
فقط لا دو کلو آٹا دُکاں سے

ف-خر ِ قوم

نہ اعتبارِ تعلق نہ پاسِ عزو خلوص
نہیں وہ یار کسی کے فقط روپے کے ہیں
کہا کسی نے کہ بے شک ہمارے یہ لیڈر
ہیں فخرِ قوم مگر سب بغیر ف کے ہیں

حیرت ہے!

ہے طعام و نوش پر قدغن فقط
روزے رکھتے ہیں سبھی اہلِ یقیں
کھا کے رشوت اور چغلی سارا دن
ٹوٹتا ان کا مگر روزہ نہیں

آستین کا سانپ

دامان تر نہ ہو ، سو کیا ہے یہ اہتمام
دامن کو چاک کر دیا خوف و ہراس میں
پلنے لگیں نہ سانپ کہیں آستین میں
اس ڈر سے آستین نہیں اب لباس میں

عید مبارک

عید کا موقع تھا، ہر سو غُل مبارک باد کا
اسقدر تھی بھیڑ ہم گرتے سنبھلتے رہ گئے
کی صفائی جیب کی اتنی صفائی سے کہ ہم
عید ملتے رہ گئے اور ہاتھ مَلتے رہ گئے

الٹ پلٹ

ساس اور داماد کا ، رشتہ ہے تین اور پانچ کا
حرف گِن لیں آپ تو معلوم یہ ہو جائے گا
ایک خوبی اور ہے دونوں میں یکساں دیکھئے
اُلٹا سیدھا کیجئے اِن پہ نہ کچھ فرق آئے گا

روزہ دار

قمر ستاروں سے یہ کہہ رہا تھا عید کی شب
ہلال و بدر کئی مجھ پہ رنگ آئے ہیں
نہیں ہے اِن کو غرض آب و تاب سے میری
یہ روزہ دار تو روزوں سے تنگ آئے ہیں

سرجن قصاب

اب کہاں پہلے کے وہ رسم و رواج
ہو گیا رخصت آداب ہے
پیشگی لی جس نے ہم سے فیس آج
وہ کوئی سرجن نہیں قصاب ہے

شوہر آشوب

شادی سے پہلے تھا وہ اک عالم میں انتخاب
تھے مسئلے نہ گھر کے نہ کچھ روزگار کے
بیگم کی خواہشوں نے کیا نیم جاں اسے
''آثار اب ہیں چہرے پہ اجڑے دیار کے''

ابن الوقت

ہیں ابنِ وقت سارے ہی اس دیس میں میاں
کیا چھوٹا کیا بڑا ہے کوئی درمیانہ کیا
اوقات کیا ہے تیری یہ کرسی سے اُٹھ کے دیکھ
''کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا''

عید ملن

بے خطر اس کو کریں اور سرِ عام کریں
جرم یہ وہ ہے جو آتا نہیں تعزیری میں
عید ملنے کی فقط ہم نے تو کوشش کی تھی
پسلیاں توڑ دیں ظالم نے بغل گیری میں

بجٹ کے بعد

مزدور ایک بولا یہ رو کر بجٹ کے بعد
مہنگائی اتنی ہو گئی ، کیا کھایئے جناب
سُن کر یہ بات کہنے لگے محترم وزیر
میٹرو بنا دی اس میں ہوا کھایئے جناب

دلدار کے سینگ

باغ میں بیٹھے ہوئے جوڑے خدا خیر کرے
بے خودی میں جو بڑھاتے ہو محبت کی یہ پینگ
عشق کی دھند میں دیتا ہے دکھائی کم کم
عقد کے بعد نظر آتے ہیں دلدار کے سینگ

شکایت ہوگی

ایک فہرست ہے لہراتی ہوئی طول طویل
کس کو چھوڑیں کسے لیں فیصلہ کس طور کریں
''ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی
آپ ہی اپنی دواؤں پہ ذرا غور کریں''

یکم اپریل

ایمان چلا جائے تو عزت نہیں رہتی
غیرت کو بھی پھر تو کوئی حیرت نہیں رہتی
جو قوم شب و روز بنے فول مزے سے
اس کو یکم اپریل کی حاجت نہیں رہتی

منظر، پس منظر

کینٹین میں احاطے میں زینوں کے آس پاس
پھرتے ہیں لڑکے زہرہ جبینوں کے آس پاس
رونق بڑھاتے ہیں پسِ منظر کے حسن سے
سیلفی بناتے ہیں وہ حسینوں کے آس پاس

تصویر و تشہیر

اب غزل کو بمع تصویر لگاؤ نیٹ پر
خواب کا وقت نہیں لمحۂ تعبیری ہے
لائقی کی جگہ اب ''لائیکی'' چلتی ہے یہاں
بھائی یہ دور تو تصویری و تشہیری ہے

بڑھاپے میں

وہ بیت گئے دن جب آزاد دل و جاں تھے
اب دل کی خبر مظہرؔ تم شام و سحر رکھنا
ہے دردِ محبت سے اب دردِ کمر بڑھ کر
سامانِ سفر میں بس اک ''پین کلر'' رکھنا

پتہ نہیں

مسئلے گنجلک ہوئے ایسے
ڈور الجھی ہے اور سرا ہی نہیں
کر رہے ہیں خطاب قوم سے سب
ہے کدھر قوم ، کچھ پتہ ہی نہیں!

مسئلہ

ناقدِ فن نے کہا ساری غزل کو سُن کر
گو سخن تیرا ہواؤں میں بکھر جائے گا
وزن اور بحر میں ہوگی نہ کمی بیشی پر
''مسئلہ شعر کا ہے شعر ''کتھوں'' آئے گا''

امریکی انتخابات

تین دن ہوگئے امریکی الیکشن کو ہوئے
کون جیتا ہے ابھی تک ہے مگر نامعلوم
پھرتیاں آپ ہماری ذرا دیکھیں کہ ہمیں
قبل ووٹنگ کے ہی ہوتا ہے نتیجہ معلوم

منیر نیازی سے بصد معذرت

جو شادیوں کا خمار اترا تو اس نے دیکھا
جو مارا سر پر کسی نے ڈونگا تو اس نے دیکھا
پھر ایک بیگم کا سامنا تھا مزید اس کو
"جو ایک بیگم سے بچ کے نکلا تو اس نے دیکھا"

ایک محفل مشاعرہ میں

سجانے بزمِ سخن ناظمین آئیں گے
مشاعرے کے لئے اہلِ فن بلائیں گے
جنابِ صدرِ گرامی بھی آ ہی جائیں گے
وہ سامعین اُٹھا کر کہاں سے لائیں گے

ایک بے تحاشا موٹے آدمی کو دیکھ کر

مٹاپے کے لئے تھوڑی سی سرجری کم ہے
گھٹانے کے لئے اس حجم کو صدی کم ہے
جو غور کیجئے لگتا ہے اس طرح مظہر
کہ اس میں توند زیادہ ہے آدمی کم ہے

آخر کار

ہاتھ اپنے ملے گا آخر کار
دل جلے گا ، جلے گا آخر کار
''موت کا ایک دن معین ہے''
عقد کب تک ٹلے گا آخر کار

رویتِ ہلال

ہے چاند کی رویت بھی پریشانی کا ساماں
کب عید منائے گا یہ سوچے ہے مسلماں
اک طرفہ قیامت ہے کہ سب ہیں متذبذب
کب ہوگا رہا پوچھتا ہے سب سے یہ شیطاں

اسمارٹ جنریشن

پہلے سا رکھ رکھاؤ بھلا اب کہاں پہ ہے
رنگت تھی سرخ جس کی وہ اب ہے سفید خون
اسمارٹ فون لے کے وہ اسمارٹ ہوگئی
اب کیسے اس کا باپ اٹھائے گا ٹیلی فون

بے وقت کی راگنی

وقت تم پر نہ یوں کڑا ہوتا
سوجھا ان کا نہ تھوبڑا ہوتا
ان کو مظہرؔ اگر منا لیتے
سر پہ ہرگز نہ گومڑا ہوتا

اعتراض" اعتراض"

بعد از شادی نہ کام آیا مرا کوئی ریاض
کر دیا بیگم نے بیڑا غرق جب الٹی بیاض
کیا ردیف و قافیہ کیا فاعلاتن فاعلات
تھا لبوں پر اعتراض، اعتراض، اعتراض

کڑھائی

زخم گہرا ہے بہت دیکھ کے سرجن بولا
ٹانکے لگوانے پڑیں گے تمہیں اب تو جانی
فیس سن کر کہا زخمی نے ارے توبہ ہے
ٹانکے لگوانے ہیں کڑہائی نہیں کروانی

انکل نہ بنا

رتبۂ اعلیٰ کو اب اِتنا بھی اسفل نہ بنا!
پیر کو بدھ نہ بنا، ہفتہ کو منگل نہ بنا!
جانِ جاں پاؤں پکڑتا ہوں ترے عرض تو سن!
جو بھی کہہ دے مجھے منظور ہے، انکل نہ بنا!!

بطرزِ اکبرؔ الہٰ آبادی

پہنے نقاب آئیں نظر چند بیبیاں
ممکن نہ تھا کہ چہروں کو ان کے کوئی پڑھے
پوچھا جدید دور میں یہ رنگِ مذہبی
بولیں ارے یہ ماسک الرجی کے ہیں چڑھے

اُف یہ فیس

درد کے ماہر نے کیسے درد کو زائل کیا
آ بتاؤں راز تجھ کو کھول اپنے کان سن
درد نے زحمت دوائی کی اٹھائی ہی نہیں
فیس نے ہی رکھ دئے تھے کر کے جسم و جان سن

دردِ سر اور چیلنج

مجھے ہو کیا کہ تو کتنا بڑا ہے ماہرِ درد
ہے ڈگری تیری کوئی غیر ملکی یا دیسی
تو میرا درد کرے دُور تب تجھے مانوں
وہ دردِ سر کہ جو دیتی ہے رات دن بیوی

اینیستھیٹسٹ

مکمل سرجری تو ہو گئی ہے
کہا سرجن نے چائے نوش کر کے
اینیستھیٹسٹ کو پر مت جگانا
ابھی سویا ہے تک بے ہوش کر کے

خوش ذائقہ سخن

قہقہے سے ہے بہتر نہ کوئی دوا
راز ہم پر ہنسی ہی ہنسی میں کھلا
لائے شاعر یہاں نائیٹرس کی جگہ
چکھئے طنز و ظرافت کا اب ذائقہ

شفا انٹرنیشنل ہسپتال شعبہ بے ہوشی و درد کے زیر اہتمام کانفرنس میں پڑھے گئے

مس اور مس کال

کرسمس پر کیا میسج یہ مس نے
بہت کرتی ہوں مس جانم خبر لو
تمہیں مس کال کرنا بھی ہے مشکل
موبائل کو مرے ری چارج کر دو

بہرہ

کہا اماں نے بیٹے سے نہ چلا کر دعا مانگو
خدا دل کی دعا سن سکتا ہے بہرہ نہیں ہے وہ
تو بیٹا بولا بائیک کی دعا میں مانگتا ہوں یوں
سنائی کافی کم دیتا ہے میرے دادا ابا کو

نقلی کار

تحفہ اچھا ہے کرمس کا یہ ڈائمنڈ نیکلیس
دوست بولا پر تمہاری بیوی تو مانگے تھی کار
ہنس کے شوہر نے کہا کہتے ہو تم بالکل بجا
لاؤں میں لیکن کہاں سے یہ بتاؤ نقلی کار

علاج بالمزاح

ہے ظرافت کیمیائے بے بہا غم کے لئے
دل کا شیشہ اس سے چمکے گا اگر پالش کریں
طنز کا تڑکا ضروری ہے ظرافت میں حضور
لیکن اتنا بھی نہ ہو کہ اس سے دل مالش کریں

عمدہ ظرافت

طنز کی چٹنی بنا ہوتے نہیں ہیں شعر ہضم
اور ظرافت کی کمی سے ذائقہ ہوتا ہے کم
کہتے ہیں اہل ادب عمدہ ظرافت ہے وہی
ہنستے ہنستے پڑھتے جس کو آنکھ کچھ ہو جائے نم

لطیفہ مارکہ ظرافت

مسخرہ پن کیش کر اور عیش کر
جس طرح کے چاہے ویسے شعر کہہ
ان کو سن کر پیٹ میں ہوتا ہے درد
مت لطیفے پڑھ کے ایسے شعر کہہ

بحر اور بحریہ

شاعرِ نظمِ معریٰ کچھ تو کر پاسِ ادب
دھوم ہے تیری سخن آرائی کی ہر شہر میں
لہر میں جیسے سمندر کی ہے اک موسیقیت
بحریہ میں تو کم از کم شعر کہہ دے بحر میں

بری و بحری

خود تو بھاری بھرکم ہیں وزن میں نہیں مصرعے
بحر سے ہیں بے بہرہ پھر بھی شعر کہتے ہیں
اب زبان میں دیکھیں کیسا آگیا بحران
کہتے ہیں زمیں والے "بحریہ" میں رہتے ہیں

بیف کا ذائقہ

ایک دن ہوٹل کے بیرے کو بلا کر یہ کہا
کیا سبب ہے بیف میں وہ ذائقہ ملتا نہیں
ہنس کے وہ بولا کہ چھاپوں نے کیا خانہ خراب
کیجئے کیا اب ہمیں کوئی گدھا ملتا نہیں

بکرا اور گدھا

کہا خر نے یہ بکرے سے تمہیں کیوں ہے پریشانی
تمہارا سال میں آتا ہے بس اک یومِ قربانی
کمر ٹھونکو ہماری ہاں ہمیں دادِ شجاعت دو
ہماری تو بنائی جا رہی ہے روز بریانی

گھمسان کی "رن"

چھلنی ہے سماعت مری لفظوں کی چبھن سے
جھگڑا ہے یہاں روح کا، ایماں کا، بدن سے
یہ معرکہ بھی دیکھا گیا ٹیلی وژن سے
گھسان کا رن پڑ گیا گھمسان کی ''رن'' سے

عورت مارچ

سب خواتین گھر میں بیٹھی ہیں
مارچ میں مارچ کر رہی ہیں ''وہ''
روشنی میں حقوقِ نسواں کی
چاند کو ٹارچ کر رہی ہیں وہ

کرونا قید

پولیس والے پکڑتے جب تھے
تو ہم پہ ہنستا تھا سارا ٹاؤن
کورونا کی قید نے بتایا
وہ "لاک اپ" تھا یہ "لاک ڈاؤن"

مصروف ڈاکٹر

رش تھا اتنا جو بھی ان کے جی میں آیا لکھ دیا
جس کو خسرہ ہوگیا اس کو خسارہ لکھ دیا
تھی تپ ہجراں سے عاشق کی طبیعت مضمحل
ڈاکٹر صاحب نے اس کو بھی کرونا لکھ دیا

کرونا کی دوسری لہر

ماسک سے اب تو چھپا لے ذرا گلگوں عارض
اب بھی کترائے گا تو تیرا خدا ہی حافظ
یہی بہتر ہے کہ تو خود پہ لگا لے قدغن
اس سے پہلے ہو دفعہ اک سو چوالس نافذ

بلڈ پریشر

ہے نمک سے ذائقہ قائم ہر اِک خوراک کا
کہہ رہے تھے ایک دن مجھ سے طبیب محترم
ہو فشارِ خوں تو دل کے واسطے یہ زہر ہے
"فیصلہ تیرا، ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شِکم"

چھکے
It's a
SIX
غزلیں نظمیں کتاب میں پڑھیے
چوکے چھکے مشاعرے کے لیے

بعید از کار

رگڑ کے بولے یہ مظہر چراغ کے جن سے
رہوں میں ٹھاٹ سے ایسا بنا دے مجھ کو گھر
سنی یہ بات تو تھرا کے جن یہ کہنے لگا
حضور آپ کا ہر حکم ہے سر آنکھوں پر
مگر یہ سوچئے ہوتا جو کام یہ آساں
تو کیا میں خود یونہی رہتا چراغ کے اندر

نئے پاکستان میں عیدِ قربان

یوں انصاف کی عادت ڈالی جائے گی
ہر اک کی اب چوری سامنے آئے گی
ٹیکس کا ''کٹا'' سب کا کھولا جائے گا
جو کھاتے تھے ان کو دولت کھائے گی
عید بقر پہ ''ایف۔بی۔آر'' کا ''میسج'' ہے
''بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی''

کیا کہنے

ایک نقاد کہتے تھے یہ
کوئی مشکل کا بتلائے حل
اب مزاح بن گیا ہے مذاق
کشتِ شعری میں چلتے ہیں ہل
اک غزل کو لطیفہ بنائے
اک لطیفے پہ کہہ دے غزل

شرعی مار پیٹ

یہ بولا مولوی زوجہ کہا نہ مانے اگر
لگانی چاہئے ہلکی سی مار بیوی کو
''جو اتنی سی بھی نہ ہمت ہو؟'' پوچھا شوہر نے
تو کیسے کیجئے پھر شرمسار بیوی کو؟
جواب آیا کہ ایمان تُو بچا ایسے
کہ کچھ نہ کر سکے تو آنکھ مار بیوی کو

فیس بک چیقلش
اِس گلوبل گاؤں میں ڈالے گا تجھ پر کون ہاتھ
بیچ جھگڑے میں کسی کے تو بھی اپنی لات ڈال

شوکت جمال کو فی البدیہہ جواب

فیس بک پر جب شوکت جمال نے اپنا قطعہ پوسٹ کیا:

شب وعدۂ وصل کا ماجرا
ترنم کی ملکہ سے ہم نے سنا
کہ وہ نہر کے پل پہ بیٹھی رہی
مگر جانے ماہی کہاں رہ گیا

ہمارا جواب فی البدیہہ تھا ۔

ماہی پانی میں تھی پل پر ماہی بے تاب تھا
دیکھیے تو شاعری میں بھائی شوکت کا کمال
مچھلیاں پھنستی نہیں ہیں اب تو ان کے جال میں
دور سے ہی بس دکھاتے رہتے ہیں اپنا جمال

قادر فیج

فیس بک کی وساطت سے معروف مزاح گو شاعر جناب عرفان قادر نے جب یہ خوشخبری سنائی کہ ان کے برادر خورد جناب ڈاکٹر عمران قادر نے ایک نیا فیج وائرس دریافت کرلیا ہے اور نومولود وائرس کا نام قادر فیج رکھا گیا ہے۔ تب اس قطعہ کی ولادت ہوئی ۔

فائدے کیا کچھ نہیں ہیں فیس بک کے پیج کے
کھل گئے سب تہنیت کا یہ نوشتہ بھیج کے
وائرس بچہ کیا ایجاد چھوٹے بھائی نے
بن گئے ہیں آپ تایا آج قادر فیج کے

ڈاکٹر اسد نقوی کے شعر کے جواب میں

چونا رہا نہ چھالیہ نہ وہ بلا کے لوگ
بس رفتگاں کی یاد ہے اس پاندان میں

ہمارا جواب تھا ۔

پاندانوں میں پان ملتے نہیں
اب تو انگارے سب چباتے ہیں
دور آیا ہے آج کل ایسا
چونا کھاتے نہیں لگاتے ہیں

افتخار حیدر سے چشمک

فیس بک پر مشہور شاعر جناب افتخار حیدر کی غزل کا ایک شعر نظر سے گزرا ۔

ہم تربتِ بوسیدہ سے مردار نکالیں
اوروں کی زمینوں سے جو اشعار نکالیں

اِس ضمن میں ہمارا جواب تھا ۔

تضمین بھی صورت ہے غزل کہنے کی صاحب
ڈریئے نہ قدم رکھنے سے اوروں کی زمیں پر
ہو گر شجرِ فکر و تخیل تروتازہ
اشعار نئے ہوتے ہیں غزلوں کی زمیں پر
ہر شعر طرح دار ہو گرچہ ہو طرح پر
ہل چاہے چلاتے رہیں غیروں کی زمیں پر

سلطان حسام سے چھیڑ چھاڑ

سلطان حسام نے فیس بک پہ اپنی غزل اپ لوڈ کی ۔ساتھ ہی موصوف نے اپنی ایک تصویر لگائی جس میں وہ ایک چھپر کے نیچے ایک چارپائی پر بمع بندوق محو استراحت ہیں اور پس منظر میں ایک بھینس جگالی فرمارہی ہے ان کا ایک شعر دیکھ کر رگ ظرافت یوں پھڑکی ۔

میں اکثر شہر سے تنگ آ کر اک مے خانے کو جاتا ہوں
اک کالی چادر باندھتا ہوں پھر نہر نہانے جاتا ہوں

سلطان حسام صاحب کا جواب

بھینس جب دیکھتا ہوں آپ کے مے خانے میں
پھر تردد مجھے ہوتا ہے وہاں جانے میں
سی آئے کہ نہ آئے چلو لسی تو ملے
پنوں لالچ میں چلا آتا ہے ویرانے میں

سلمان گیلانی سے نوک جھونک

فیس بک پر گیلانی صاحب نے پوسٹ لگائی کہ امسال پی ٹی وی نے عید مشاعرے پر پابندی لگادی ہے پچھلے سال جواد پر پٹھانوں نے پابندی لگوادی تھی ۔ہم نے اس پر فی البدیہہ لکھا:

اور اڑائیں مذاق لوگوں کا
ہوگی اب کاروبار میں مندی
پہلے جواد پہ لگی تھی فقط
اب ہے ٹی وی کی سب پہ پابندی

پروفیسر نعیم خان

ہمارے سرجری کے پروفیسر جناب نعیم خان نے اپنی پوتی کے ساتھ اپنی تصویر لگائی۔ہم نے اس پر فی البدیہہ لکھا:

بچوں کے بچوں سے پیار حقیقت میں
سودی ہے یہ کاروبار حقیقت میں
اپنے بچوں سے بڑھ کر چاہیں ان کو
آپ ہیں اچھے ساہوکار حقیقت میں

ڈاکٹر باقر رضا کے لیے فیس بک پر طویل غیر حاضری پر

کہاں روپوش ہیں صاحب نہیں آئی خبر کب سے
غزل یا نظم قطعہ لے کے ہی کچھ دیر آجاتے
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں پوسٹ کوئی آپ کی دیکھے
بناتے جن کی پیروڈی کچھ ایسے شعر آجاتے

ابوذر کی تصویر پر ایک بصورت ٹھینگا پر شعر

انجمن میں کون اب پڑھے لکھنے لکھانے کے
عادی بنے ہیں سارے ہی ٹھینگا دکھانے کے

فیس بک پر ایک سنجیدہ شاعر کے مزاح لکھنے پر

روح رہتی ہے یوں تروتازہ
زخم میں کچھ مہک ضروری ہے
پھیکا کھانا نہیں میاں اچھا
تھوڑا تھوڑا نمک ضروری ہے

شاعر نوآموز شاہد کے لئے (پہلا مشاعرہ پڑھنے پر)

زوجہ چپ ہوں گی یہ رہیں گے شاد
سب کہیں گے انہیں ہو کچھ ارشاد
نہ ملے کھانا پر ملے گی داد
تعزیت دوں کہ دوں مبارک باد

ظریفانہ الے ہنسا کر چلے
شخصیات
لفظوں کی مدد سے مظہرؔ نے کچھ کھینچی شوخ لکیریں ہیں
اشعار کی صورت میں صاحب حاضر قلمی تصویریں ہیں
۳۹۰

ڈاکٹر ذوالفقار علی

(تین نثری کتب مزاح، "چٹکیاں"، "اٹکھیلیاں" اور
"چھیڑ چھاڑ" کے مصنف کی تخلیقی سرگرمیوں پر منظوم خراج عقیدت)

ڈالتے سنجیدگی میں ہیں دراڑ
پیدا پر کرتے نہیں کوئی بگاڑ
جس میں ہوجائے شائد کچھ کمی
کھولتے ہیں یوں ظرافت کے کواڑ
کام نستعلیق ہے ان کا تمام
نثر کب ان کی ہے لفظوں کی جگاڑ
ہے رواں تحریر ندیا کی طرح
وہ کھڑے کرتے نہیں اس میں پہاڑ
پھول ہونٹوں پر کھلیں مسکان کے
غمزدہ یادوں کی دل سے گرد جھاڑ
زندگی کے خوبصورت رنگ اوڑھ
جامہء سنجیدگی کو آج پھاڑ
لائے سامانِ ظرافت ، ذوالفقار
"چٹکیاں"، "اٹکھیلیاں" اور "چھیڑ چھاڑ"

گلِ نوخیز اختر

اک تناور شجر مزاح کے ہیں
اب نہ کہیے انہیں گلِ نوخیز

اخترانِ ادب بھی ششدر ہیں
روشنی اس قدر ہے ان سے تیز

صاف منظر دکھائی دیتے ہیں
کسی تصویر میں نہیں ہے haze

پھوٹتی ہے ہنسی سے اور ہنسی
چلبلا پن ہے باعثِ مہمیز

بزلہ سنجی و نکتہ آرائی
ہیں ہنسانے کے ان کے لاکھوں ways

ہے حقیقت میں ان کی ہر تخلیق
قہقہوں کی حسین دستاویز

فن میں پوشیدہ اس قدر Fun ہے
چہرہ مظہرؔ ہنسی سے ہے لبریز

ہاساخاصا

(ڈاکٹر عزیز فیصل کی کتاب پر منظوم تبصرہ)

شاعری کی جو پڑی آپ پہ افتاد عزیزؔ
ہوگئے آپ بھی پھر صاحب اولاد عزیزؔ

فیس بک ایسے ظرافت سے کری ہے آباد
لوگ کہتے ہیں ذرا اور ہو ارشاد عزیزؔ

اک ''بشیراں'' کی بدولت یہ ملی ہے دولت
اس کو پڑھ پڑھ کے ہی ہوجاتے ہیں سب شاد عزیزؔ

اب غزل کرتے ہیں وہ مصرع تر سے شاداب
شعر کی فصل میں فیصل کو ہے یہ کھاد عزیزؔ

ڈاکٹر ہو یا دوا دونوں سدا رہتے نہیں
عمدہ اشعار کی کوئی نہیں میعاد عزیزؔ

''قول فیصل'' جو لکھا ہم نے تو سب سمجھے بھی
ہو نہ ہو اس کے بھی ہیں صاحب ایجاد عزیزؔ

فیملی پر جو ہے بندش وہ کتابوں پہ نہیں
لکھتے رہیے کہ بڑھے اور یہ تعداد عزیزؔ

شاعری شوق ہے اور پیشہ ہے درس و تدریس
آپ تو دونوں ہی کاموں میں ہیں استاد عزیزؔ

یہ زیادتی ہے

(مزاحیہ شاعر محمد عارف کی کتاب پر منظوم تبصرہ)
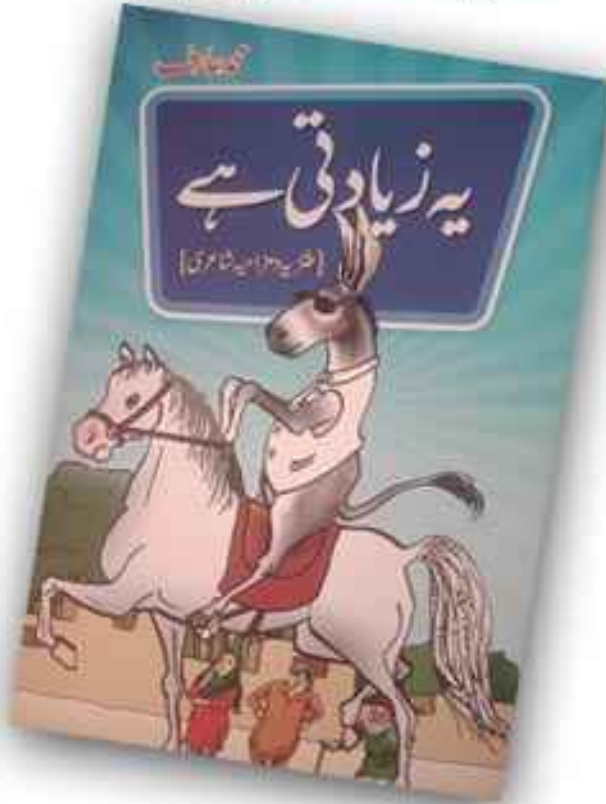
بظاہر اس کے چہرے پہ ہے اک سنجیدگی طاری
سنے جو اس کو ، ہوجائے اسے ہنسنے کی بیماری

بدن ہے چست اس کا اور مصرعے چست تر اس کے
ہے مضموں آفرینی وہ کہ لاتا ہے نئے نکتے

کوئی موتی ہے اس کا شعر اور کوئی تو ہیرا ہے
سرور و انبساط و مسکراہٹ کا ذخیرہ ہے

زباں اس کی ہے نستعلیق اور لہجہ ہے دیہاتی
ابھارے سب کے وہ جذبات پر خود ہو نہ جذباتی

اگرچہ اپنی غزلوں میں فقط چھ شعر لکھتا ہے
مگر قطعات جب لکھتا ہے" ڈھیروں ڈھیر" لکھتا ہے

یہ عادی واہ کا اتنا ہے کہ" واہ" ہے حیات اس کی
نہیں ہے شاعری میں واہیاتی کوئی بات اس کی

اگرچہ مجموعے کا وزن میں آئے نہ نام اس کا
یہی تو زیادتی ہے نام میں اس کے پڑے سکتہ

پڑھی جاتی ہے ، الماری میں ہرگز ٹک نہیں سکتی
کتاب ایسی ہے جو ردّی میں بالکل بک نہیں سکتی

پڑھے جو اک دفعہ اس کو سدا لیتا رہے چسکے
دیباچے میں خود اقورو دے رہے ہیں داد کس کس کے

کٹہرے میں ادب کے کہہ رہا ہے آج ہر منصف
بجا ہے گر اسے کہئے مزاح و طنز کا عارف

سرفراز شاہد کے لئے
(تمغۂ حسن کارکردگی ملنے پر)

تمغۂ حُسن کارکردگی کو
آج اپنے پہ ناز ہوتا ہے
جیت یہ سرفراز ہی کی نہیں
اب مزاج سرفراز ہوتا ہے

سرفراز شاہد کی ایک پوسٹ پر فی البدیہہ

رہے اول ہمیشہ ہی جہاں پر شعر بازی کی
ظرافت آپ ہے شاہد خود ان کی سرفرازی کی

خالد عرفان کے نام
(اکادمی ادبیات اسلام آباد کے مشاعرے میں بے پناہ داد لینے پر)

کوششیں آپ بھی کر لیجے جتنی چاہے
پر چلیں گے نہ کبھی چین کے جاپان کے فین
داد کے جھونکوں سے گرمی یہاں کم ہوتی ہے
اب تو کام آتے ہیں بس خالدِ عرفان کے فین

خالد عرفان کے لئے دو اشعار

ظرافت میں ذہانت اور شرافت جمع کر دیجئے
ریاضی کا "اماونٹ" خالدِ عرفان نکلے گا

اور

عرفانِ ظرافت کا جسے منبع سمجھئے
وہ خالدِ عرفان ہے اس دور میں موجود

عقیل عباس جعفری کے لئے
(جو فیس بک پر بہت معلوماتِ افزا پوسٹیں اور منفرد اشعار لگاتے ہیں)

موتی ادب کے چننے میں ہیں منفرد عقیل
غواص ایسے بحرِ سخن میں ہیں کم بہت

شاعرِ ظریف خالد محمود کے نام

دیکھیں تو ذرا آپ بھی اس نام کی برکت
آئے ہیں ظرافت میں اب اک خالدِ محمود

جناب عنایت علی خان کی رحلت پر

مسکان اس کے ہونٹوں پہ، سینے میں درد تھا
رنج و ملال سامنے سب اس کے گرد تھا
کاٹا غلام سوچ کو شمشیرِ طنز سے
''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا''

مزاح نگار اقرار حسین شیخ کی ریٹائرمنٹ پر

لائبریری میں شیخ صاحب خود
دفتر آئیں یا چاہے گھر پہ رہیں
فرق ہو گا پسِ ریٹائرمنٹ
وہ کتابیں لکھیں گے آپ پڑھیں

افتخار حیدر کے نام

زود گو شاعر افتخار حیدر کے مصرعے پر گرہ

گرچہ لکھتے رہتے ہیں دن رات بے خوف و خطر
داد حاصل کرتے رہتے ہیں یونہی شام و سحر
ذہن کی رفتار سو ہے اور قلم کی دس سے کم
"ہائے وہ اشعار جو ہم لکھ نہ پائے عمر بھر"

تبصرے
لائے انسپیکشن کی خاطر بھائی مظہر شاعری
دیکھئے کہتے ہیں کیا اِن کو سخن کے مستری

تبصروں سے اقتباس

ہوئے ڈاکٹری میں رسوا

پیش لفظ

ڈاکٹری ایک ہمہ وقتی پیشہ ہے۔ شاعری بھی بذاتِ خود ایک ہمہ وقتی مصروفیت ہے۔ نسخہ نویسی کے ساتھ شعر گوئی کا شغل نبھانا بہت دشوار ہے۔ اس کے باجود ڈاکٹر مظہر نے نظم، غزل اور قطعہ کی ہیت میں جو کچھ لکھا ہے ان کی مصروفیات کے تناظر میں بہت عمدہ ہے۔ انہوں نے جا بجا اپنے اشعار کو مزاح کا انجکشن بھی لگایا ہے۔ مریضوں کی گفتگو کے حوالے سے انہوں نیا ردو میں پنجابی اور پوٹھواری کا دلچسپ پیوند بھی لگایا ہے۔ ان کا مجموعہ طب وشعر و ظرافت کا خوبصورت مرقع ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ شاعری کو کماحقہٗ وقت دے سکیں اور خوب سے خوب تر کی طرف اپنا سفر جاری رکھیں۔

پروفیسر انور مسعود
اسلام آباد، ۱۲؍جون ۱۹۹۷ء

مسیحائی اور سخن آرائی

ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی طنز و مزاح کی اقلیم میں نو وارد ضرور ہیں لیکن نو آموز ہرگز نہیں۔ اُن کا پہلا مجموعہ ءکلام ''ہوئے ڈاکٹری میں رسوا'' ایسی شگفتہ نظموں اور غزلوں پر مشتمل ہے جن میں مسیحائی کے پیشے پر طنز و مزاح کا تیشہ چلایا گیا ہے۔ ان کے کلام میں طنز غالب ہے لیکن ناخوشگوار نہیں۔ کہیں کہیں پیروڈی اور تضمین کا جوہر بھی پوری توانائی سے ابھرتا نظر آتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب مسیحائی کے ساتھ ساتھ سخن آرائی بھی باقاعدگی سے کرتے رہے تو وہ دن دور نہیں جب وہ اہم مزاح گو شعرا کی صف میں کھڑے نظر آئیں گے۔ ''ہوئے ڈاکٹری میں رسوا'' ہمارے فکاہی ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔

سرفراز شاہد
۱۹؍اگست ۱۹۹۷ ۲۷۰ جی نائن فور اسلام آباد

مزاحیہ شاعری کا ایم ۔بی۔ بی۔ایس ایڈیشن

میں نے اپنی زیرِطبع کتاب ''منظوم قہقہے'' میں نئے اور پرانے دوسو بیس مزاح گو شعراء کا کلام پیش کیا ہے۔ ان میں ڈاکٹر مظہر عباس رضوی بھی ہیں جن کا کلام نہ صرف شگفتگی کا مظہر ہے بلکہ مزاحیہ شاعری کا ایم۔بی۔ بی۔ایس ایڈیشن ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے پیشہ ورانہ تجربات کو مزاحیہ رنگ میں پیش کر کے قارئین تک پہنچانے کی انتہائی کامیاب سعی کی ہے۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ اگر ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی کا یہ شوق اسی طرح برقرار رہا تو جلد ہی وہ مزاحیہ شاعری کے آسمان کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ثابت ہوں گے۔

ڈاکٹر انعام الحق جاوید

مئی ۱۹۹۸ء سربراہ شعبہ اردو اور پاکستانی زبانیں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ایک نئی آواز

مظہر عباس کی شاعری میں اگرچہ بعض سیاسی اور سماجی مسائل کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر ان کا موضوعِ سخن ہسپتال اور اس کے متعلقات ہی ہیں۔ اردو کے مزاحیہ ادب کے اعتبار سے یہ ایک نئی چیز ہے۔ مظہر عباس نے اس محدود دائرے میں رہ کر بھی جس شگفتگی اور بے ساختگی کے ساتھ اپنے پیشے کے مضحک پہلوؤں کو ابھارا ہے وہ ان کی جودتِ طبع کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کے طنز کی مثال ان کڑوی کسیلی گولیوں کی مانند ہے جس پر اندازِ بیان کی شوخی کو شکر کی مانند لپیٹ کر پیش کیا گیا ہے اور جس طرح کڑوی گولیوں کا کھانا ایک بیمار کی صحت کے لئے ضروری ہے اسی طرح ان کی طنزیہ نظمیں بھی معاشرتی بیماریوں کا ایک ممکنہ علاج تجویز کرتی ہیں۔ اُن کی بیشتر نظموں میں بظاہر تو ہمارے لئے ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کیا گیا ہے لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس ہنسی کی تہہ میں ہمیں غور و فکر پر آمادہ کرنے کا سنجیدہ مقصد بھی کارفرما ہے۔ یہ کتاب ان کی پہلی کاوش ہے اور ادب کے میدان میں انہیں نووارد ہی کہا جاسکتا ہے لیکن انہوں نے جس اعتماد کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھا ہے اسے

دیکھ کر یہ کہنا مشکل نہیں کہ وہ بہت جلد اردو کے مزاحیہ ادب میں اپنا ایک منفرد مقام پیدا کرلیں گے۔

پروفیسر حسن سجاد (صدر شعبہ اردو)
فیڈرل گورنمنٹ کالج ایف ٹن فور۔ اسلام آباد

عہد یوسفی کی آواز

ابن انشاء نے کہا تھا ''ہم عہدِ یوسفی میں زندہ ہیں'' یہ واقعی عہدِ یوسفی ہے اور طنز و مزاح کا عہدِ زرّیں بھی، اِس دور میں مزاح لکھنے والوں کی تعداد کئی صدیوں پر بھاری ہے۔ نئے نئے لکھنے والے اپنی شگفتہ تحریروں سے قارئین کو چونکا رہے ہیں۔ ڈاکٹر مظہر عباس کا شمار بھی اچھے مزاح نگاروں میں ہونے لگا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

ضیاء الحق قاسمی

مترنم نقوش کا شگفتہ اظہار

ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی کی کتاب ''ہوئے ڈاکٹری میں رسوا'' کا مطالعہ مجھے ایک خوشگوار حیرت سے دوچار کر گیا۔ اس سے پہلے میں ڈاکٹر مظہر کی صرف ڈاکٹرانہ صلاحیتوں کی معترف تھی لیکن دورانِ مطالعہ مجھ پر اس کے اندر چھپے ہوئے ایک متبسم شاعر کے وہ پہلو بھی نظر آئے جو اب تک مجھ سے پوشیدہ تھے۔ مظہر عباس بظاہر ایک سنجیدہ ڈاکٹر نظر آتا ہے جو روزانہ کے ہسپتال کے معمول سرانجام دیتا دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے اندر کا چھپا ہوا حساس شاعر کا دل فرصت کے لمحوں میں جب صفحۂ قرطاس پہ مترنم نقش ابھارتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ ڈاکٹر محض ایک ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ ایک حساس فنکار بھی ہے جو معاشرے کے لئے دل میں درد رکھتا ہے۔ وہ مریضوں کا علاج اپنے خوبصورت مزاحیہ اشعار سے کر کے اس فلسفے کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے کہ ''ہنسی علاجِ غم ہے۔''

ڈاکٹر آصفہ مرتضیٰ

سربراہ شعبۂ اطفال
فیڈرل گورنمنٹ سروسز ہسپتال اسلام آباد

نظیر اکبرآبادی کا حوالہ

ہمارے نظامِ صحت، جس میں ایک طرف ڈاکٹروں کے لئے ایم بی بی ایس سے لے کر پوسٹ گریجویشن تک، تعلیم کم اور تحقیس زیادہ ہے جبکہ دوسری طرف مریضوں کے لئے پیدا ہونے سے لے کر مرجانے تک سہولتیں کم اور رکاوٹیں زیادہ ہیں، یہ نظمیں اس نظام پر ایک بھرپور طنز ہیں اور اس طنز میں کاٹ اس لئے زیادہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو اپنی تعلیم اور ملازمت کے سلسلے میں مختلف جگہوں کی خاک (محاورتاً بھی اور حقیقتاً بھی) چھاننا پڑی۔ یوں ان کے تجربات میں حقیقی تنوع اور ان کے تبصروں میں سچ کی توانائی ہے۔ کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے جہاں مظہر عباس رضوی کی حسِ مزاح کا بہرحال قائل ہونا پڑتا ہے، وہاں ''آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے''، ''چکوال جاتے جاتے اک سال ہوگیا ہے'' اور ''ایمرجنسی شعبۂ اطفال'' جیسی نظمیں نظیر اکبرآبادی جیسے استادانِ فن کی زباندانی کی یاد دلاتی ہیں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

ڈاکٹر زعیم الحق
''صارفین اور صحت''۔ شمارہ ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۰ء

اسپیشلائزڈ شاعری

زیرِ تبصرہ کتاب اس حوالے سے منفرد قرار دی جاسکتی ہے کہ اس میں صاحبِ کتاب نے طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں ایک نئی جہت متعارف کرانے کی سعی کی ہے۔ یعنی بہ الفاظِ دیگر موضوعاتی شاعری کے اعتبار سے یہ ایک اسپیشلائزڈ شاعری ہے جس میں موضوعِ سخن طب، طبی سائنس، ملک میں موجود طبی نظام اور اس پیشے سے وابستہ افراد کی مجبوریوں کو بنایا گیا ہے۔

شہاب ظفر
ماہنامہ دستک کراچی اکتوبر ۱۹۹۹ء

نئی آواز

حساس دلوں پر جب احساس کی چبھن نشتر زنی کرتی ہے تو ڈاکٹر مظہر عباس جیسے صاحبِ دل ''ہوئے ڈاکٹری میں رسوا'' جیسا کلام تخلیق کرتے ہیں۔ یہ مجموعہ فکاہیہ ادب میں ایک نئی آواز ہے، جس میں بے پناہ توانائی ہے اور جو تنگئی داماں کو نئی جہتوں سے آشنا کرتی ہے۔ اس مجموعے میں ہمارے مخصوص معاشرتی پس منظر میں علاج اور معالج کے گھمبیر مسائل پر انتہائی مخلصانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

پروفیسر ظفر محمود شیخ

متنوع شخصیت، متنوع شاعری

یہ شعری مجموعہ ایک مسیحا نفس ڈاکٹر کا ہے جو عالمِ شباب میں شعروشاعری کے ایسے دلدادہ ہوئے کہ اس کتاب سے پہلے ایک شعری تصنیف ''ہوئے ڈاکٹری میں رسوا'' منظر عام پر لائے اور موضوعِ سخن شعبۂ طب کو بنایا، جو شگفتہ بیانی، بزلہ سنجی اور معاملہ فہمی ڈاکٹر مظہر عباس کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں ہے وہی ان کی نثری تحریر میں بھی نمایاں ہے۔ موضوعاتی تنوع کے ساتھ ساتھ فنی رموز و نکات کے لحاظ سے بھی یہ شعری مجموعہ ادبی حلقوں میں مقبول ہونے کے محاسن رکھتا ہے۔

پروفیسر آفاق صدیقی

طنز و مزاح کی امید

طنز و مزاح لکھنا مشکل ترین کام ہے اس کے لئے طبیعت کی موزونیت اور اک ذرا سی ترچھی نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس میں یہ دونوں صلاحیتیں بہ درجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مظہر عباس میں شعر گوئی اور بالخصوص طنز و مزاح کے حوالے سے بہت سی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

ڈاکٹر طاہر مسعود

تبصروں سے اقتباس

دوا بیچتے ہیں

پیش لفظ

''دوا بیچتے ہیں''، اِس سے بہتر نام اور کیا ہو سکتا تھا، ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی کے ''ایک ایسے'' شعری مجموعے کا جو ''ایسے'' کلام پر مبنی ہے جو ''ایسے'' ہی نہیں کہا جا سکتا بلکہ ''ویسے'' بھی نہیں کہا جا سکتا اور ''ایسے ویسے شاعر سے تو بالکل بھی نہیں کہا جا سکتا، اِس کے لکھنے کے لئے پہلے بندے کا ڈاکٹر ہونا ضروری ہے اور پھر سید۔ ڈاکٹر اِس لئے کے اسے نشتر چلانا آتا ہے اور سید اس لئے کہ اس کا باطن صاف ہوتا ہے چنانچہ یہ شاعری جہاں مظہر عباس کی باطنی پاکیزگی کی مظہر ہے وہیں ظاہری نشترزنی کی بھی آئینہ دار ہے۔

مظہر عباس رضوی دبے پاؤں مزاح میں داخل ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا قد شد و مد کے ساتھ سرو آسا ہو گیا۔ اگر اسے طنز کا خاموش مجاہد کہہ لیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ پہلی کتاب میں اُس نے زیادہ تر اپنے پیشے کے حوالے سے ہی نظمیں کہی تھیں مگر اب تو یہ خود پیشہ ور شاعر نظر آنے لگا ہے۔ مزاحیہ مشاعرے پڑھنے والے شعراء شُکر کریں کہ ڈاکٹر مظہر عباس کے پاس وقت نہیں ہوتا اور وہ مشاعروں میں جانے سے یہ کہہ کر معذرت کر لیتا ہے کہ یہی وقت وہ اپنے پرائیویٹ مطب میں بچوں کا ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے بچوں کے علاج معالجے پر صرف کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ اچھے اچھے شعراء کے چھکے چھوٹ جاتے اور اس وقت مظہر عباس نہ صرف مشاعرے لوٹ رہا ہوتا بلکہ مشاعرہ گاہوں میں دندناتا پھر رہا ہوتا۔

ڈاکٹر انعام الحق جاوید

ایک ہیومر تھراپسٹ

مظہر عباس رضوی پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں اور مشغلے کے اعتبار سے ہیومر تھراپسٹ۔ یعنی اپنے متبسم اشعار سے ڈپریشن زدہ لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹیں بکھیرتے ہیں۔ ان کے ہاں

شگفتگی، سادگی، اور رعنائی کے ساتھ ساتھ فکر کی گہرائی بھی ملتی ہے اور یہی عمدہ مزاحیہ شاعری کی پہچان ہے۔ ڈاکٹر رضوی نے اپنے مشاہدات کو شگفتہ اشعار کے پیکر میں ڈھال کر ایک خوبصورت کتاب کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ امید ہے کہ مزاحیہ اور فکری شاعری کا یہ مجموعہ قارئین کے لئے ایک صحت افزاء نسخہ ثابت ہوگا۔

سرفراز شاھد

تبصروں سے اقتباس

گڑبڑ گھوٹالہ

''مزاح الیون'' کا نیا کھلاڑی

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کا شمار بھی ایسے ہی تخلیق کاروں میں ہوتا ہے، جو بڑی سہولت سے، بڑی آسانی سے اور بڑی روانی سے تخلیق کے زینے کی زینت بنتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کی پہلی کتاب پر میں چونک گیا تھا۔ پھر اُن کی دوسری کتاب آنے پر میرا یہ شک مکمل طور پہ یقین میں بدل گیا تھا کہ آپ ''مزاح الیون'' میں ''سلیکٹ'' ہونے ہی والے ہیں، کیونکہ اس کتاب میں انہوں نے ظرافت کی پچ پر جو چوکے اور چھکے مارے تھے وہ صاف غمازی کر رہے تھے کہ یہ آسانی سے ''کیچ آؤٹ'' ہونے والے نہیں۔

ہر چند کہ اس دور کو بجا طور پر طنز و مزاح کا زریں دور کہا جاتا ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی دور میں کئی مزاح نگار قلم ہاتھ میں پکڑتے ہی ''ایل بی ڈبلیو'' ہو گئے، لیکن ڈاکٹر مظہر عباس رضوی ہیں کہ ''ہیٹ ٹرک'' مکمل کیے بیٹھے ہیں اور اس سے بھی آگے کی سوچ رہے ہیں۔ ڈاکٹر مظہر عباس کی موجودہ کتاب پڑھنے والے کے ہونٹوں کو ہی نہیں اس کی سوچ کو بھی ہنسنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ انہوں نے مختلف معاشرتی مسائل کو بڑے فنکارانہ انداز کے

ساتھ اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پیشے کے اعتبار سے مسیحا اور معالج ہیں مگر مشغلے کے لحاظ سے مزاحیہ شاعر ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہی ان کی اول و آخر شناخت ہوگی۔

ڈاکٹر انعام الحق جاوید
کیم اکتوبر ۲۰۰۸ء

''اوکھا'' اور ''انوکھا'' شاعر

ڈاکٹر رضوی کے دو مجموعہ ہائے کلام منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔ یہ ان کی تیسری کتاب ہے، جس میں شامل بیشتر اشعار میں ظرافت اور ذکاوت کی چمک دمک دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے اسپتال سے باہر نکل کر دوسرے ''مقاماتِ آہ فغاں'' کا بھی بغور مشاہدہ کیا ہے اور اپنے مشاہدات کو ''شوگر کوٹڈ'' گولیوں کے پیکر میں ڈھال کر قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ چنانچہ مزاح گوئی میں انہوں نے ایسا انداز اپنایا ہے جو ''اوکھا'' بھی ہے اور انوکھا بھی۔

سرفراز شاھد
۲۰ را کتوبر ۲۰۰۸ء

خوشگوار شاعری

گڑبڑ گھٹالہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، مزاحیہ شاعری اس کتاب کا موضوع ہے اور سنجیدگی سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اس کے شاعر ڈاکٹر مظہر عباس نے واقعی مزاحیہ شاعری کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور پہلی دفعہ نہیں، گڑبڑ گھٹالہ ان کا تیسرا شعری مجموعہ ہے۔ گڑبڑ گھٹالہ میں ڈاکٹر صاحب نے مطب کی دنیا سے باہر نکل کر دیکھا ہے اور کڑوی کسیلی گولیوں اور ٹنکچر آئیوڈین کی بُو سے ادھر کی دنیا کی ذرا مختلف قسم کی کڑواہٹ اور اعصاب شکن بو کے ماحول پر اپنے ہنستے مسکراتے بلکہ کھلکھلاتے گدگداتے شعروں کی میٹھی اور مہکتی ایسی پچکاریاں چھوڑی ہیں جنہوں نے ماحول کو خوشگوار بنا دیا ہے۔

انجم خلیق

تبصروں سے اقتباس

ہنسپتالی شاعری

پیش لفظ

ڈاکٹر مظہر عباس گذشتہ ایک دہائی سے بڑی خوبصورت اور شگفتہ مزاحیہ شاعری تخلیق کر رہے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب "ہوئے ڈاکٹری میں رسوا" ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی تھی۔ دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ پہلی چار کتابوں میں گڑ بڑ گھٹالہ کے علاوہ باقی تینوں کتابوں کا موضوع ڈاکٹر، مریض، ہسپتال، ادویات وغیرہ ہیں اور ان موضوعات سے وابستہ معاشرتی حقائق اور انسانی رویوں کا تذکرہ ہے۔ اس مجموعے کا تو عنوان ہی ہنسپتالی شاعری گویا ہنسی اور ہسپتال کا ایک گہرا اور دلچسپ رشتہ۔ شاعری کے اس خوبصورت مجموعے کو میں نے ایک سائنسدان کی حیثیت سے بغور پڑھا۔ سائنس کی بنیاد پہ تجربے کا ایک اہم عنصر چیزوں کو تنقیدی نظر سے کھنگالنا ہوتا ہے۔ مجھے قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ ہسپتال ایک کامل اور بھرپور دنیا ہے جس میں معاشرتی اور ثقافتی پہلو ہیں، انسانی رویے ہیں ڈاکٹر مظہر عباس نے اپنی خوبصورت شاعری میں مزاح کے حوالے سے بہت سارے مسائل کی صرف نشان دہی ہی نہیں کی بلکہ اکثر مسائل کے حل بھی پیش کر دیے ہیں۔ میری رائے میں مزاح کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ ہلکے پھلکے انداز میں ایک انتہائی سنجیدہ پیغام قارئین تک پہنچا دیا جائے۔ یہ اُردو مزاحیہ شاعری کی خوش نصیبی ہے اور ایک خوش آئند حقیقت کہ اللہ تعالی نے اس منفرد اور وکھری ٹائپ کے ڈاکٹر کو ایک حساس دل، تخلیقی صلاحیتوں سے بھرپور دماغ اور مشاہدے کی صلاحیتیں عطا کیں۔ صرف یہی کہنا کافی ہے کہ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"

ڈاکٹر انور نسیم (ستارہ امتیاز)

مشیر سائنس COMSTECH کامسٹیک اسلام آباد

تبصروں سے اقتباس

سخن ظریفی

دیباچہ

ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی، ڈاکٹر بھی ہیں اور ایک ممتاز مزاحیہ شاعر بھی۔ مگر مجھے تو وہ ایک فزیشن سے زیادہ ایک سرجن دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ میں قلم نہیں بلکہ نشتر ہے، جس سے وہ بیمار معاشرے کی خرابیوں کو دور کرنے اور اس کو صحت مند بنانا چاہتے ہیں۔ ہر چند انسان کا امتیازی وصف جو اس کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے، ہنسنا ہنسانا ہے مگر جب وہ خود پر ہنسنے کا ہنر سیکھ جاتا ہے تو طنزیہ ادب معرضِ وجود میں آتا ہے۔ محض طنز کوئی پسندیدہ چیز نہیں بلکہ وہ تو ایک طرح کی گالی ہے، جب تک اس کو مزاح سے آمیز نہ کیا جائے وہ گوارا نہیں ہوتا۔ مظہر عباس اس نکتے کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ اُن کی منظومات اس کڑی شرط پر پوری اترتی ہیں۔ یہ نظمیں بیانیہ شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہیں، اس لئے ان میں پڑھنے اور سننے والے کو کہانی جیسی دلچسپی محسوس ہوتی ہے۔ اُن کے تخلیق کردہ کردار اُن کے اپنے ہیں اور اُن کی تخلیقی صلاحیتوں کے آئینہ دار، ڈاکٹر مظہر عباس نے جس طرح اپنے ڈاکٹری کے پیشے اور اس کے متعلقات کو جزو شعر بنایا ہے، اس کی نظیر اس سے پہلے کہیں اور نظر نہیں آتی۔ اُن کا تازہ شعری مجموعہ "سخن ظریفی" مجھے یقین ہے اُن کے دوسرے کلام کی طرح ذوق شوق سے پڑھا جائے گا۔

ڈاکٹر توصیف تبسم
۶/مئی ۲۰۱۵ اسلام آباد

مزاح اسپیشلسٹ

سخن ظریفی اُن کا تازہ ترین مجموعہ کلام ہے۔ پچھلی چاروں کتابوں میں ان کی شاعری زیادہ تر ہسپتال، ڈاکٹر اور نرسوں کے گرد گھومتی نظر آتی ہے لیکن زیرِ نظر مجموعہ کلام میں اُن کی شاعری کا کینوس وسیع ہوگیا ہے اور بحیثیت چارہ گر انہیں پوری قوم ہی مختلف عوارض میں مبتلا نظر آتی

ہے ۔چنانچہ اب اُن کے موضوعات میں خاصا تنوع پایا جاتا ہے۔
میٹرو بس، سیاستدان، عیدی، روٹی کپڑا اور مکان، فیس بک ، بنام امریکہ، بینگن، رمضان نامہ، بیگم کی یاد میں، الیکشن، مچھر نامہ، جوتا پزیرائی جیسے مضامین بھی ان کی ضربِ ظرافت سے نہیں بچ سکے۔ڈاکٹر رضوی معاشرتی امراض کے ہیومرتھراپسٹ ہیں جوظرافت کی گولیوں یا مکسچروں سے پاکستانی قوم کے عوارض کا تیر بہ ہدف علاج کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔اسی لئے تو اُن کی شاعری دردمندی اور شگفتگی کا ایک حسین امتزاج ہے۔
یہ کتاب ایک زعفران زار ہے،جس میں ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کا بیشتر کلام محفوظ ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے کلام میں بناوٹ نہیں سجاوٹ ہے۔وہ کسی کی دل آزاری نہیں کرتے لیکن جہاں جہاں طنز ناگزیر ہو وہاں اینیستھیزیا کے استعمال کے بغیر ہی ہلکی پھلکی سرجری بھی کردیتے ہیں لیکن دورانِ آپریشن بھی انہیں مریض کے درد کا احساس رہتا ہے۔وہ صاحب درد بھی ہیں اور ہمدرد بھی۔اُن کی مسکراہٹ میں آنسو اور آنسوؤں میں مسکراہٹ پائی جاتی ہے اور یہی عمدہ مزاحیہ شاعری کی پہچان ہے۔

سرفراز شاھد
۳۰/مارچ ۲۰۱۵ء

ڈاکٹر مظہر رضوی کے ظرافتی انجیکشن

برادرم ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی کی شاعری اپنے معاشرے کے دکھوں کا ایسا پکوان ہے،جس پر انہوں نے مزاح کا تڑکا لگا کر مزہ دوبالا کردیا ہے۔ڈاکٹر صاحب اپنے اطراف نظر آنے والی معاشرتی بیماریوں کا تجزیہ کرکے اپنے مخصوص الفاظ کی سرجری اور انجیکشن سے اس کا علاج کرکے شفایاب کرنے میں سرگرمِ عمل ہیں۔ان کے خیالات دلچسپ، اندازِ بیان تیکھا اور دل میں اتر جانے والا ہے۔اُن کی شاعری اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ جس تیزی سے مزاح تخلیق کرتے ہیں، اتنی ہی ذمہ داری سے اس کے معیار پر توجہ بھی دیتے ہیں۔حالاتِ حاضرہ پر ان کی گرفت

مضبوط ہے۔ ان کے پیش کردہ مضامین میں رنگارنگی پائی جاتی ہے۔ میں نے انہیں کبھی کوئی مشاعرہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا لیکن ان کی شاعری پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جہاں جاتے ہوں گے وہاں مشاعرہ لوٹ لیتے ہوں گے۔ امید ہے ان کا تازہ مجموعۂ شاعری ''سخن ظریفی'' بیمارانِ ظرافت کے لئے شفاء یابی کا باعث ہوگا۔

خالد عرفان
۲۷ر مارچ ۲۰۱۳ء نیویارک۔ امریکہ

سخن ظریفی سے ستم ظریفی تک

ڈاکٹر صاحب سے میری اب تک کی ملاقاتیں بس اتنی ہیں کہ ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گِنی جا سکیں۔ ایک دو مزاحیہ مشاعروں میں ہمیں ایک ساتھ سفر کرنے کا اتفاق بھی ہوا، اور جہاں مشاعرے لُوٹنے میں وہ ''ڈاکو'' ثابت ہوئے، مشاعروں سے پہلے اور بعد میں وہ ایک نہایت ہی نستعلیق اور شریف آدمی ثابت ہوئے۔ اُن کی ڈاکٹری اور اُن کی مزاحیہ شاعری نے کسی لمحے بھی ان کی شخصیت پر پگڑی کے شملے یا مرغے کی کلغی کی طرح اپنی عظمت کا پھریرا نہیں لہرایا۔ مزاح اُن کی شاعری میں تو ہے، چہرے پر نہیں، دیکھو تو لگتا ہی نہیں کہ یہ مزاح لکھتے ہوں گے، تاہم جب اُن کے ساتھ کچھ وقت گزارا جائے تو اُن کی شخصیت کے اندر کا مزاح آپ کو بڑے غیر محسوس طریقے سے اپنے گھیرے میں لینے لگتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب غزل اور نظم دونوں میں اپنا اظہار پورے تخلیقی وفور کے ساتھ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی مزاحیہ شاعری تو ایسی ہے کہ اسے محض ہنسنے ہنسانے کی چیز ہرگز نہیں کہا جا سکتا، یہ پہلے آپ کو ہنساتی ہے، پھر بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہے، اور پھر ہمارے سیاسی، معاشرتی اور معاشی المیوں کی سنگینی اور حکمران طبقے کی بے حسی بلکہ لوٹ مار پر رُلاتی بھی ہے۔

نسیم سحر
۲۴ر مئی ۲۰۱۵ء راولپنڈی

مریضوں کا وکیل استغاثہ

اردو میں شاعر ڈاکٹروں یا ڈاکٹر شاعروں کی ایک طویل فہرست ہے۔ جس کی کم از کم مجھے نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم۔ البتہ میرے علم کے مطابق پہلے مزاح گو ڈاکٹر، کراچی کے مرحوم انعام احسن حریف تھے جو ۱۹۶۰ء کے عشرے میں پاکستان میں ہونے والے مشاعروں کی ایک ناگزیر ضرورت تھے۔ گزشتہ دِنوں اسلام آباد کے ماہرِ امراضِ اطفال ڈاکٹر مظہر عباس کی کتاب "ہنسپتالی شاعری" پڑھی تو بغل میں بیاض دبائے اور گلے میں اسٹیتھو اسکوپ سجائے کئی ڈاکٹر شاعروں کی ایک کہکشاں ذہن میں جگمگانے لگی۔ یہ مظہر عباس کی چوتھی کتاب ہے جس میں انہوں نے علاج معالجے کے ہر شعبے پہ ظریفانہ نظر ڈالی ہے اور اسے طنز و تمسخر کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ بڑے دل گردے کی بات ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو مریضوں کے نقطۂ نظر سے ڈاکٹروں کے خلاف منظوم استغاثہ بنا دیا ہے۔

ڈاکٹر ایس - ایم -معین قریشی

وسیع کینوس کی شاعری

ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی گزشتہ تقریباً بیس سالوں سے مزاحیہ شاعری کر رہے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری کا کینوس وسیع تر ہوتا چلا گیا ہے اور اب اس میں اتنے رنگ پائے جاتے ہیں جتنے کہ زندگی کے رنگ۔ ان کی شاعری میں ایک حساس انسان بھی موجود ہے اور شگفتہ مزاج شخص بھی، وہ انسانی حماقتوں پر خندہ زن بھی ہیں اور معاشرے کی بے ضابطگیوں پر نوحہ کناں بھی۔ ادب، سائنس، مذہبی تہوار، فیس بک، انٹرنیٹ، حالاتِ حاضرہ، سیاست، الیکشن، سماجی مسائل، ازدواجی زندگی غرض ہر پہلو اُن کے قلم کی زد میں آیا۔ ہے۔ ان کا تصورِ شعر بڑا واضح ہے۔

مظہر یہی تو شعر و سخن کی کلید ہے
اشعار ہوں مزاحیہ لیکن اثر کے ساتھ

ڈاکٹر عمران ظفر

شگفتگی کی طبّی لغت

ہم اگر ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی مزاحیہ سائنسی شاعری دیکھیں تو اردو کے جدید ترین زبان ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا میڈیکل کی اصطلاحات کو تضمین، رعایت لفظی اور دیگر شعری محاسن کے علاوہ اکابر کے مصرعوں میں بھی نہ صرف سمونا بلکہ نئے قافیے ردیفیں ایجاد کرنا فاضل شاعر کی ہر دو علمی میدانوں میں دستگاہ کا پتا دیتا ہے۔ ان کی اس شاعری سے نہ صرف مزاح کا میدان وسیع ہوا ہے بلکہ میڈیکل کے شعبے کو اپنی زبان میں عام آدمی بھی نہایت دلچسپی سے جان سکتا ہے ۔ہسپتالی شاعری میں مزاح پیدا کرنے کے لئے شاعر نے اردو اور انگریزی کے مابین لسانی پُل تعمیر کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ جسے اردو کی آئندہ وسعت کے لئے مثبت طور پہ بہ آسانی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اسلام نشتر

پابند بحور مزاح

خالص مزاحیہ شاعری میں ڈاکٹر مظہر عباس ایک خوبصورت اضافہ ہیں۔ ۱۹۹۹ء سے اب تک ان کی متعدد کتابیں آچکی ہیں، جن میں ہوئے ڈاکٹری میں رسوا، دوا بیچتے ہیں، گڑبڑگھٹالہ شامل ہیں۔ "نعمتیں کیا کیا" نیشنل بک فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ ہے۔ تازہ ترین کتاب ہسپتالی شاعری شائقین ادب وطنز و مزاح کے لئے ایک خوبصورت تحفہ ہے۔ فی زمانہ نفسیات سے گریز اور لسانی عروض و پابندیوں سے فرار کا جو رویہ نکل چلا ہے اس کے ہوتے ہوئے ڈاکٹر مظہر رضوی نے پابندِ بحور رہتے ہوئے اپنا مافی الضمیر بیان کیا ہے، اور بہ حسن وخوبی اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ وہ اسی طرح لکھتے رہیں اور معاشرے کو گدگداتے رہیں۔

محمد یعقوب آسی

گہرا شاعر

مظہر عباس صاحب کو اگر درویش شاعر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا انہوں نے اپنی شاعری کو دُکان داری نہیں بنایا نہ ہی تعریف و توصیف کے تعاقب میں رہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی شاعری کو چار دیواری میں رکھا حالانکہ ان کے اشعار پڑھ کر جب ہم دیگر نامور مزاح نگار شعرا کے کلام سے ان کا موازنہ کریں تو شعری اور موضوعاتی اعتبار سے ڈاکٹر مظہر عباس کا کلام کئی قدم آگے ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس کو زبان پر دسترس ہے اور انہیں بات کہنے کا سلیقہ ہے اور یہ سلیقہ ان کے اشعار میں نمایاں ہے ان کی شاعری ہر لحاظ سے منفرد مزاحیہ شاعری ہے جو پڑھنے والے کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیرنے کے ساتھ ساتھ اسے بہت کچھ سوچنے پر بھی مجبور کرتی ہے۔

افشاں عباسی

طبیب شاعر

ڈاکٹر مظہر عباس کا شمار ان طبیب شعراء میں ہوتا ہے جو پیشے اور قلم کی بدولت انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں اور مریضوں اور ادب شناس حلقوں کو ہر طرح سے خوش رکھنے میں مصروف ہیں۔

نسیم انجم

مجرب شاعری کا مرقع

معیاری طنزیہ اور مزاحیہ ادب تخلیق کرنا آسان کام نہیں بلکہ کارِ مشکل اور دشوار ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس کی شگفتہ مزاجی کی طرح ان کی شاعری میں بھی پھکڑ پن ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا بلکہ ان کی شاعری غمزدہ چہروں پر مسکراہٹ بکھیرنے کا مجرب عمل اور زود اثر نسخۂ علاج ہے۔

ڈاکٹر اختر ہاشمی

شاعری میں سوچتا جاگتا شاعر

میں ایک عرصے سے ڈاکٹر مظہر عباس کی زود نویسی کی صلاحیت کا نہ صرف یہ کہ معترف ہوں

بلکہ اُن کو رشک کی نگاہوں سے بھی دیکھتا ہوں ۔ یہ بھی قدرت کی عطا فرمودہ ایسی صلاحیت ہے ، جو یقینی طور پر ہر ایک کو میسر نہیں۔ زیرِ نظر کتاب مجموعی طور پر ان کا آٹھواں مجموعۂ کلام ہے۔ مجھے بعض دفعہ یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ڈاکٹر مظہر شاعری میں سوچتے، شاعری میں بولتے اور شاعری میں سوتے جاگتے ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ اپنے مریضوں کو نسخہ لکھتے وقت بھی وہ ردیف وقوافی کی حدود و قیود کا لحاظ رکھتے ہوں!!!۔ اُن کے ہاں الفاظ کا چناؤ کسی حد تک ثقیل کے زُمرے میں آتا ہے، اور کئی دفعہ ان سے اس بات کا برملا اظہار بھی کر چکا ہوں، اور جس سے ڈاکٹر صاحب نے ہمیشہ اختلاف ہی کیا ہے، مگر میں ان کی مزاحیہ شاعری کے اس "عیب" کو ان کی اردو ادب سے قریبی وابستگی ، الفاظ اور تراکیب کے درست استعمال اور زبان و بیان پر کماحقہ عبور پر محمول کرتا ہوں۔ میں ڈاکٹر صاحب کی اُن غزلوں اور نظموں کا بے چینی سے منتظر ہوں جو انہوں نے ابھی نہیں لکھی ہیں۔

شہاب ظفرؔ

مزاح و ظرافت وشگفتہ بیانی کی شاعری

مظہر عباس نے مزاح اور ظرافت کو مخلوط اور اپنی شگفتہ بیانی سے مربوط کرنے کا ہنر آزمایا ہے۔ اُن کی نظموں اور غزلوں میں اپنے گرد و پیش کی فرحت بخش فضا اور قطعات میں صحت بخش غذا کا تذکرہ کہ زیرِ سطح آلودہ فضا اور ناقص غذا کا ذکر ہے۔ ایک چارہ گر اپنے مریضوں سے ہمدردی رکھتا ہے اور مریض کی تشخیص اور نسخہ نویسی کے ساتھ پرہیز پر زور دیتا ہے۔ یہاں تک تو بات صحیح ہے لیکن مریضوں کے لئے مزاحیہ شاعری کو بھی لازمۂ علاج قرار دینا نئی اختراع ہے۔ شاعری میں مزاحیہ اور ظریفانہ رنگ بھرنا اور پژمردہ دلوں میں زندگی کی امنگ پیدا کرنا انسانیت کی خدمت اور علاجِ غمِ دل کے مترادف ہے۔ ڈاکٹر مظہر رضوی دوہری خدمت انجام دینا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا کلینک کھول کر بیٹھے ہوئے ہیں جہاں بھانت بھانت کے مریض آتے ہیں۔ وہ ایک طرف ایلوپیتھی طریقۂ علاج اور دوسری طرف اپنی ظریفانہ شاعری سے جملہ امراض رفع

کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

حسن عسکری کاظمی

نبض شناس شاعر

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی اس پر آشوب دور میں مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکتا ہے ہر جانب سے مسائل میں گھرے انسانوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھیرتا ہے بظاہر بہت سادہ انداز میں لیکن یہ سادہ انداز ادب کے سمندر کی کتنی زیریں لہریں اور کتنی جہتیں اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اس کا اندازہ ان کا قاری یا سامع ہی کر سکتا ہے وہ بظاہر افراد معاشرہ کی کسی کمزوری کو نشانہ بناتا ہے مگر ایسے کہ کئی سوال قاری کے ذہن میں چھوڑتا چلا جاتا ہے، معاشرتی زوال کے بارے میں انسان کے منافقانہ رویوں کے بارے میں سادہ لوح انسانوں کی حماقتوں کے بارے میں ایک پورا سماجی منظر اس کے ہاں موجود ہوتا ہے۔ اُس کے کلام کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ وہ زبان اور محاورے کو مدنظر رکھ کر نہیں چلتا بلکہ محاورے اور زبان کے دائیرے سے نکل کر خود اپنی لفظیات تشکیل کرتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کی تشکیلات بدمزگی پیدا نہیں کرتی بلکہ ایک لطف کی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں اس کے اشعار کو انفرادی سطح کے بجائے اجتمائی سطح پر رکھ کر دیکھا جائے تو آپ یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے کہ وہ صرف انسانی بیماریوں کا ہی نبض شناس نہیں ہے بلکہ وہ معاشرے اور زبان و بیان کے حوالے سے بھی ایک بہت اعلی درجے کا نبض شناس ہے۔

طینوش فردوس

ہمہ پہلو شگفتگی

انور مسعود، سرفراز شاہد، انعام الحق جاوید عنائت علی، خان زاہد فخری، سلمان گیلانی و دیگر بے شمار شعراء کی موجودگی میں ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی ہمت قابلِ داد ہے کہ اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود میدانِ ظرافت میں کامیابی کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں اردو کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا محور و

مرکز سماج کی کج روی بے اعتدالی اور ناہمواریاں رہی ہیں مگر ان موضوعات کے پہلو بہ پہلو سیاسی موضوعات پر بھی اظہار خیال ہوتا رہا ہے جب ہنسی یا خندہ کوئی شکل یا کوئی صورتحال اختیار کرے تو مزاح وجود میں آتا ہے خالص مزاح ہماری پژمردہ، بیزہ اور پھیکی زندگی کو منور کرتا ہے اور ہمیں مسرت وشادمانی جیسے جذبات سے ہمکنار کرتا ہے۔شائستہ وششتہ ظرافت کے لئے سنجیدہ کاوش کی ضرورت ہوتی ہے جو جا بجا ڈاکٹر مظہر عباس کی سخن ظریفی میں نظر آتی ہے

شاہدہ بخاری

زندہ دل شاعری کا نمائندہ

اردو اپنی فطرت میں ہمیشہ سے ایک زبان عامہ یعنی لینگوا فرانکا کا سا مزاج رکھتی ہے، اسی لئے اس میں نوع بہ نوع ادب مل جاتا ہے۔ اردو شاعری بھی وقت کے ساتھ ارتقاپذیر رہی ہے۔ ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی کا تازہ ترین مجموعۂ کلام ''سخن ظریفی'' اِس کا عمدہ نمونہ ہے۔ان کے ماقبل مجموعہ ہائے کلام طب کا پیشہ ورانہ رنگ لئے منظر عام پر آئے۔البتہ اب کے انہوں نے زندگی کو دوسرے حوالے سے بھی دیکھنے کی کوشش کی ہے ہرچند پہلے والے تجربات کی اپنی اہمیت تھی کہ سائنسی ادب کو فروغ ہوا اور اردو زبان مزید ثروت مند ہوئی مگر یہ کلام عام زندگی کے اُن مشاہدات کا شاعرانہ اظہار ہے اس سے شاعر کا ادبی ارتقاء بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے۔اسے ہم جگ بیتی اور''ہڈ بیتی'' کا حسین امتزاج قرار دے سکتے ہیں۔ویسے بھی ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی کے کلام میں بناوٹ نہیں سجاوٹ ہے، تھکاوٹ نہیں تراوٹ ہے، اوراکتاہٹ نہیں مسکراہٹ پائی جاتی ہے ۔

اسلام نشتر

بیساختگی کی شاعری

طب کے شعبہ سے وابستہ افراد جب کسی دوسرے شعبے میں طبع آزمائی کرتے ہیں تو وہ اس میں بھی خوب رنگ جماتے ہیں۔ ڈاکٹر مظہر عباس نے بھی مزاحیہ شاعری میں خوب رنگ جمایا

ہے۔ مزاح لکھنا آسان نہیں۔ لیکن اس مشکل کام کو ڈاکٹر مظہر نے اپنی جودتِ طبع کی بدولت بہت آسان بنادیا ہے۔ ان کی شاعری بے ساختہ ہے اور وہ سادہ طریقے سے سیدھی سادی باتیں کرنے کے عادی ہیں۔ ڈاکٹر، ہسپتال اور مریضوں سے متعلق تقریباً ہر موضوع پر انہوں نے لکھا ہے اور مزاح کے ایسے ایسے پہلو سامنے لائے ہیں جن سے عام طور پر درگزر کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر مظہر کا مطالعہ وسیع ہے اور مختلف شعراء کے رنگ میں انہوں نے اَن کہی باتوں کو خوب کہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک پوری کتاب "ہسپتالی شاعری" کے عنوان سے لکھی ہے جس میں ہسپتال اور طب کے ہر پیشے کو تختۂ مشق بنایا ہے اور اس طرح سے بنایا ہے کہ پڑھنے والا مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ انہوں نے مزاحیہ شاعری کے ذریعے مسائل میں گھرے عوام کو جینے کا حوصلہ دیا اور اپنے زورِ قلم کے ذریعے عوامی مسائل کو جس طرح طنز و مزاح کے پیرائے میں بیان کیا ہے وہ ان ہی کا خاصہ ہے۔ **ڈاکٹر شیر شاہ سید**

فکاہیہ شاعری کا ملک ریاض حسین

اردو کے فکاہیہ ادب میں شعبۂ طب سے وابستہ بہت سی شخصیات ہیں، مثلاً ڈاکٹر شفیق الرحمٰن، ڈاکٹر محمد یونس بٹ، ڈاکٹر سعید اقبال، ڈاکٹر کبیر اطہر وغیرہ لیکن ان کی تخلیقات میں شعبۂ طب کا عنصر اس قدر نمایاں نہیں، جتنا ڈاکٹر مظہر حسین رضوی کے ہاں ملتا ہے، یہی وجہ ہے کہ میں انہیں اردو کے فکاہیہ ادب کا ملک ریاض حسین قرار دیتا ہوں۔ ملک ریاض حسین کو ٹاؤن ڈویلپمنٹ کے شعبے میں شہرت ملی۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی اردو کی فکاہیہ شاعری میں یہی کام کیا۔ انہوں نے اردو کے شعری ادب میں ڈاکٹروں کی ایک پوری کالونی آباد کی، ہر قسم کے ڈاکٹر کو اکوموڈیٹ کیا، چھوٹے، بڑے، ناٹے، اچھے، بُرے۔ ایسے ڈاکٹر بھی جو مریضوں کے لئے دردِ دل رکھتے ہیں اور ایسے بھی جو ہوسِ شکم پر یقین رکھتے ہیں۔ بسا اوقات تو یوں لگتا ہے جیسے یہ وکٹ کے دونوں طرف کھیل رہے ہیں، یعنی کلینک میں ڈاکٹر بھی ہیں اور مریضوں کے نقطۂ نظر سے بھی سوچتے ہیں۔ ملک صاحب کے ان گنت پروجیکٹس کی طرح ڈاکٹر صاحب کی ٹاؤن شپ بھی کئی کتابوں پر مشتمل ہے جن میں ہوئے ڈاکٹری میں رسوا، دوا بیچتے ہیں، گڑبڑ گھوٹالہ، ہسپتالی شاعری اور سخن ظریفی شامل ہیں۔ بلاشبہ وہ اردو کے فکاہیہ ادب کے ملک ریاض حسین ہیں۔ **نوید ظفر کیانی**

زندگی باتصویر
مشتہر ہم تالی بجوا کر ہوئے
معتبر تصویر کھنچوا کر ہوئے

سیّد اظہار عباس رضوی ۔ والدِ محترم
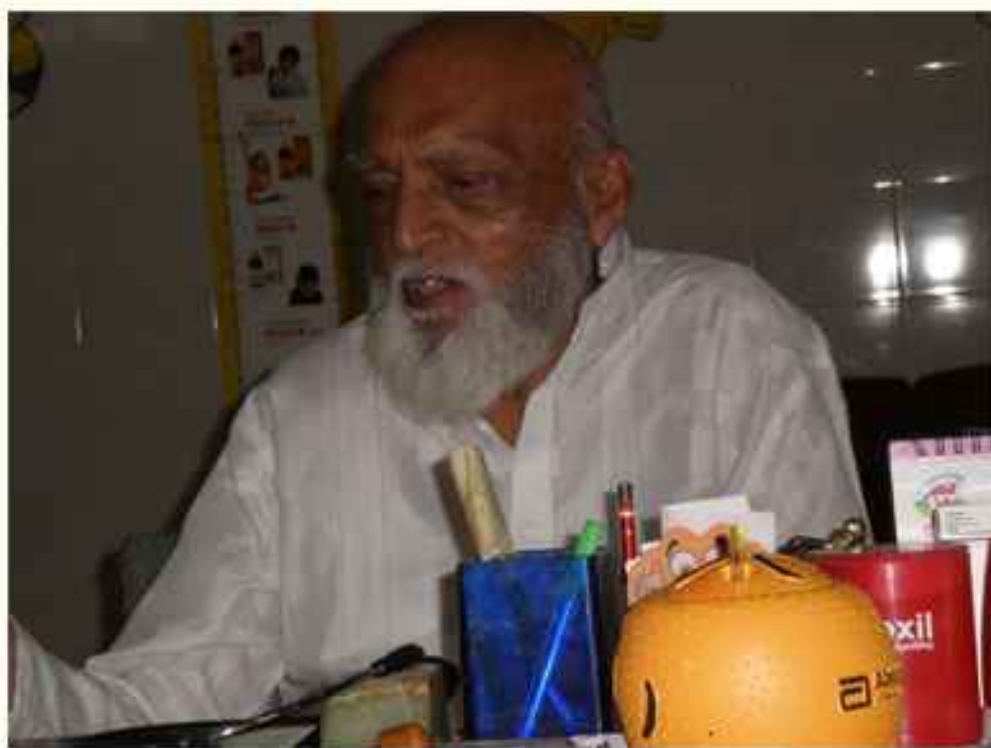
محمد جان عالم ۔ کالج میں اردو کے استاد

محترم طاہر حسین
شاعری میں استاد

بابائے ظرافت سیّد ضمیر جعفری سے زمانہ طالبعلمی میں ایک مشاعرے میں انعام لیتے ہوئے

دنیا ٹی وی کے ایک مشاعرے میں۔ اطہر شاہ جیدی اور ڈاکٹر سعید اقبال سعدی کے ہمراہ

معروف مزاحیہ شعراء انورؔ مسعود، انعام الحق جاؔوید اور سرفراز شاہدؔ کے ہمراہ

جناب نسیم سحرؔ اور خالد عرفاؔن کے ساتھ ایک خوشگوار ملاقات کے موقع پر

مشاعرے میں کلام سناتے ہوئے، مزاحیہ شاعر ڈاکٹر عزیز فیصل بھی نظر آ رہے ہیں

ایک مشاعرے میں مزاحیہ شاعر جناب عبدالحکیم ناصفؔ کے ہمراہ

سخن ظریفی کی تقریبِ رونمائی کے موقع پر

معروف شاعر جناب نسیم سحر اظہارِ خیال کرتے ہوئے

معروف مزاح نگار جناب گلِ نوخیز اختر اور ڈاکٹر اشفاق ورک کے ساتھ

معروف مزاح نگار جناب فاروق قیصرؔ مرحوم کے ہمراہ

شاعر، ادیب، ڈرامہ نگار جناب امجد اسلام امجد کو اپنی کتاب پیش کرتے ہوئے

چند معروف شعراء کے ساتھ گروپ فوٹو

انتہائی نفیس انسان اور شاعر جناب سرفراز شاہدؔ کے ساتھ

سابق سربراہ چلڈرن ہسپتال اسلام آباد پروفیسر احمد عباس اور اردو ڈکشنری بورڈ کے سربراہ عقیل عباس جعفری کے ہمراہ

مشہور مزاحیہ شاعر جناب شوکت جمال کے ساتھ
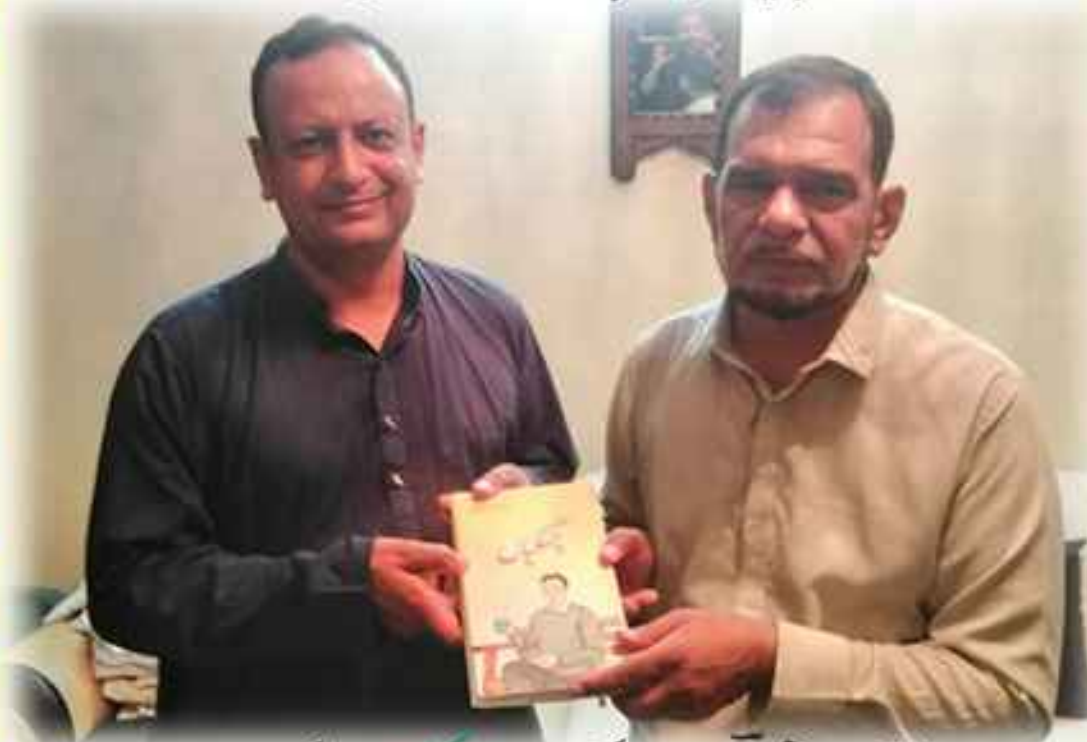
ذوالفقار احمد حسن سے ان کی کتاب چسکیاں وصول کرتے ہوئے

نوید ظفر کیانی کے ہمراہ "ظریفانہ آئے ہنسا کر چلے" کی رونمائی کے موقع پر

(دائیں سے بائیں) نسیم سحر، نوید ظفر کیانی، شوکت جمال، راقم الحروف اور ذوالفقار احمد حسن

ڈاکٹر ذوالفقار احمد حسن کے ہمراہ "ظریفانہ آئے ہنسا کر چلے" کی رونمائی کے موقع پر

نیشنل بک فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام منعقدہ "کتاب میلہ" پر چند دوست شعراء کے ساتھ

نیشنل بک فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام منعقد کتاب میلے کے مزاح سیشن میں

ایف ایم ریڈیو کے ایک پروگرام میں طنز و مزاح پر مذاکرہ

ظریفانہ آئے ہنسا کر چلے
مختلف مشاعروں میں اپنا کلام سناتے ہوئے
راولپنڈی آرٹس کونسل
محفلِ مشاعر
۴۳۳

گورنمنٹ کالج فیصل آباد شعبۂ اردو سے میری ظریفانہ شاعری پر ایم فل کا مقالہ جناب نوبہار حسین شاہ نے پروفیسر ڈاکٹر طارق ہاشمی کی نگرانی میں مکمل کیا۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے میری ظریفانہ شاعری پر دوسرا ایم فل کا مقالہ جناب محمد باقر علی خان نے پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی کی نگرانی میں مکمل کرلیا۔

ہوئے ڈاکٹری میں رسوا
۱۹۹۹ء

دوا بیچتے ہیں
۲۰۰۳ء

گڑبڑ گھوٹالہ
۲۰۰۵ء

ہنسپتالی شاعری
۲۰۱۰ء

سخن ظریفی
۲۰۱۵ء